حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ط

سیرت
خلفائے راشدینؓ

چاروں خلفاء یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ
حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حالات و کمالات
نہایت جامعیت اور صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں نہایت
دلچسپ انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ

کتب خانہ مجیدیہ ملتان
فون 543841

فہرست مضامین

تعارف

از مصنف کتاب حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث الینا خاتم النبیین داعیا الی اکمل الادیان وھادیا الی الشرع المتین فصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفاء الراشدین المھدیین ووفقنا لاتباعھم وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین۔

اما بعد! رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قدسیہ موسوم بہ نفحۂ عنبریہ کی تالیف کے بعد بعض مخلصین کا اصرار ہوا کہ اسی طرز پر آپ کے خلفائے راشدین رضہ کا تذکرہ بھی اگر لکھ دیا جائے اور عبارت کی سہولت و اختصار کا بھی لحاظ رکھا جائے تو برادران دینی کے لئے بہت مفید ہو۔ اور جس طرح نفحۂ عنبریہ مسلمان بچوں کے درس میں داخل ہو گئی ہے اسی طرح خلفائے راشدین کا تذکرہ داخل درس ہو کر مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی دینی واقفیت اور مذہبی حفاظت کا ذریعہ بنے۔ اس اصرار کے ساتھ خود میرے دل کا تقاضا بھی تھا، مگر وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضہ خصوصاً خلفائے راشدین کا تذکرہ اور ان کے اوصاف و کمالات کا بیان درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کا تتمہ اور تکملہ ہے بلکہ ان حضرات کے کمالات کا مطالعہ کرنے سے جو عظمت و

رفعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اور جو محبت آپؐ کی دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہرگز کسی دوسرے طریقہ سے نہیں ہو سکتی ان حضرات کی یاد میں ایمان کی قوت و تازگی پیدا کرنے کی جو تاثیر ہے اس کو کسی اور چیز میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا پاک نام لے کر یہ مبارک تذکرہ شروع کرتا ہوں۔ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے اس کے اتمام کی توفیق دے اور اس کو اور میری تمام تالیفات کو میرے سب کاموں کو قبول فرمائے اور برادران دینی کو منتفع کرے آمین۔

اصل تذکرہ سے پہلے ایک مقدمہ لکھا جاتا ہے، جس میں اختصار کے ساتھ ان عقائد کا بیان ہے جو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے متعلق اہل سنت کے لئے ضروری ہیں۔

مقدمہ

صحابہ کرامؓ و خلفائے راشدینؓ کے متعلق ضروری عقائد

عقیدہ ۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بہت بڑی چیز ہے اس اُمت میں صحابہ کرام کا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ ایک لمحہ کیلئے بھی جسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو گئی مابعد والوں میں بڑے سے بڑا بھی اُسکے برابر نہیں ہو سکتا۔

ف:۔ صحابۂ کرام کی تعداد غزوہ بدر میں تین سو چودہ اور حدیبیہ میں پندرہ سو اور فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار، حجۃ الوداع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج میں چالیس ہزار، غزوہ تبوک میں ستر ہزار بوقت وفاتِ نبویؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار، اور جن صحابہ کرامؓ سے کتب حدیث میں روایات منقول ہیں ان کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

عقیدہ ۲:۔ صحابہ کرام میں مہاجرین و انصار کا مرتبہ باقی صحابہ سے زیادہ ہے، اور مہاجرین و انصار میں اہل حدیبیہ کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور اہل حدیبیہ میں اہل بدر اور اہل بدر میں چاروں خلفاء کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور چاروں خلفاء میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا پھر حضرت فاروق رضؓ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔

ف:۔ مہاجرین ان صحابہ کو کہتے ہیں جنہوں نے خدا اور رسولؐ کیلئے

اپنے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا، جن کی مجموعی تعداد ایک سو چودہ تھی اور انصار
صحابہ کرام کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے آنحضرت صلعم کو
اور مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ دی اور ہر طرح مدد کی۔

عقیدہ ۳: چاروں خلفاء کا افضل امت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے، اگر
بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لئے منتخب ہو جاتے
تو بھی یہ حضرات افضل اُمت مانے جاتے۔

عقیدہ ۴: خلیفۂ رسول مثلِ رسول کے معصوم نہیں ہوتا، نہ اس کی اطاعت
کام میں مثل رسول کی اطاعت کے واجب ہوتی ہے، بالفرض کوئی خلیفہ سہواً
یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس حکم میں اسکی اطاعت نہ کی
جائے گی۔ عصمت خاصہ نبوت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کسی کو معصوم ماننا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

عقیدہ ۵: خلیفہ رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دین میں نئے احکام دے،
نہ اسکو کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے، بلکہ اس کا صرف
یہ کام ہے کہ قرآن و حدیث پر لوگوں کو عمل کرائے، احکام شرعیہ کو نافذ
کرے اور انتظامی امور کو سرانجام دے

عقیدہ ۶: خلیفۂ رسول کا مقرر کرنا خدا کے ذمہ نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے ذمہ
ہے، جس طرح امام نماز کا مقرر کرنا مقتدیوں کے ذمہ ہوتا ہے۔

ف: اہلسنت وجماعت جو خلفائے راشدین کی خلافت کو منجانب اللہ مانتے
ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چاروں خلفاء مہاجرین میں سے ہیں اور مہاجرین اہلبیت

خلافت کا ہونا اور جو ان میں سے خلیفہ ہو جائے اس کی خلافت کا پسندیدۂ خدا ہونا قرآن مجید میں وارد ہو چکا ہے (دیکھو ہمارا رسالہ تفسیر آیت تمکین)

اور حضرت ابوبکر صدیق یا تینوں خلفاء کی خلافت کو منصوص کہنا بایں معنی نہیں ہے، خدا یا رسول نے ان کو خلیفہ کر دیا تھا بلکہ بایں معنی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا اور خلیفہ موعود کے متعلق کچھ علامات اور کچھ پیشین گوئیاں ارشاد فرمائیں جو ان تینوں خلفاء میں پائی گئیں. اور ان تینوں خلافتوں کے نہ ماننے کے بعد ان آیتوں کے صادق ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں علیٰ ہذا احادیث نبویہ میں بھی ان تینوں خلفائے کے متعلق پیشین گوئیاں بہت ہیں اور حضرت صدیق رضؓ کے متعلق تو ان پیشین گوئیوں وغیرہ کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آخری بیماری میں اپنی جگہ پر امام نماز بنا دیا تھا۔

عقیدہ ۷:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں. حضرت خدیجہ رضؓ، حضرت زینبؓ بنت خزیمہ اور ان دونوں کی وفات آپؐ کے سامنے ہی ہو گئی عائشہ رضؓ۔ حضرت حفصہ رضؓ۔ حضرت ام حبیبہ رضؓ۔ حضرت زینب رضؓ بنت جحش. حضرت ام سلمہ رضؓ حضرت صفیہ رضؓ حضرت سودہ رضؓ. حضرت میمونہ، حضرت جویریہ رضؓ سب بیبیاں خدا اور رسول کی برگزیدہ اور تمام ایمان والوں کی ماں ہیں، اور سارے جہان کی ایمان والی عورتوں سے افضل ہیں، ان میں بھی حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کا رتبہ زیادہ ہے،

عقیدہ ۸:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں، حضرت زینب رضؓ جن کا نکاح حضرت ابوالعاص رضؓ سے ہوا. حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ان دونوں کا نکاح

یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت فاطمہ رضؓ کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ ہوا، یہ چاروں صاحبزادیاں بڑی برگزیدہ اور صاحب فضائل تھیں اور ان چاروں میں حضرت فاطمہ رضؓ کا رتبہ سب سے زیادہ ہے وہ اپنی ماؤں کے سوا سب جنتی بیبیوں کی سردار ہیں۔

ف: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کو کہنا نص قرآنی[1] کے خلاف ہے۔

عقیدہ ۹: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس چچاؤں میں سے صرف حضرت حمزہ رضؓ اور حضرت عباس رضؓ ایمان لائے تھے، ان دونوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں اور حضرت حمزہ رضؓ کا رتبہ خصوصیت کیساتھ زیادہ ہے ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّد الشہدا[2] کا خطاب دیا تھا۔ جب کہ وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے، اور آپؐ کی پانچ پھوپھیوں میں سے صرف ایک حضرت صفیہ رضؓ مشرف باسلام ہوئیں۔

عقیدہ ۱۰: مہاجرین و انصار بالخصوص اہل حدیبیہ[3] میں باہم رنجش و عداوت بیان کرنا افتراء اور بے دینی ہے۔ قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔

عقیدہ ۱۱: صحابہ کرام کے مشاجرات یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے

---

[1] قولہٗ تعالیٰ یاایھا النبی قل لازواجک و بناتک (ترجمہ) اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجئے۔ جمع کا صیغہ ارشاد فرمایا جو عربی زبان میں تین سے کم نہیں بولا جاتا۔

[2] بعض لوگ ناواقفیت کی بنا پر یا بے توجہی سے سیدنا حسین بن علی رضؓ کو سید الشہداء کہہ دیتے ہیں حالانکہ آنحضرتؐ نے کوئی خاص لقب جس کسی کو دیا ہو وہ اسی کے ساتھ مخصوص رہنا چاہیئے۔

[3] اہل حدیبیہ کے حق میں ارشاد خداوندی ہے کہ رحماء بینھم یعنی وہ باہم مہربان ہیں اور عموماً مہاجرین و انصار کے حق میں ہے کہ ھو الذی الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً (یعنی اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی پس خدا کے فضل سے تم بھائی بھائی ہو گئے)

مگر بضرورت شرعی و بہ نیت نیک، اور جن صحابہ کرام میں باہم کوئی جھگڑا ہوا تو ہمیں دونوں فریق سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے جس طرح دو[1] پیغمبروں کے درمیان میں اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے بلکہ دونوں پر ایمان لانا نص قرآنی سے ہم پر فرض ہے۔

ف: حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کو اپنے زمانہ خلافت میں دو خانہ جنگیاں پیش آئیں۔ اوّل جنگ جمل جس میں ایک جانب حضرت علی مرتضیٰ رضؓ تھے اور دوسری جانب اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں، ان کے ساتھ حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دونوں جانب اکابر صحابہ تھے، مگر یہ لڑائی محض دھوکہ میں چند مفسدوں کی حیلہ سازی سے پیش آگئی ورنہ ان میں باہم نہ رنجش تھی نہ آپس میں لڑنا چاہتے تھے

مفسدوں کی فتنہ پردازی ہوئی باعث خونریزی جنگ جمل
ورنہ شیر حق سے طلحہؓ اور زبیرؓ چاہتے ہرگز نہ تھے جنگ جدل

اس لڑائی میں ہر فریق سے دوسرے کے فضائل منقول ہیں، جیساکہ اسی کتاب میں حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے تذکرے میں انشاءاللہ بیان ہوگا۔

دُوم جنگ صفین جس میں ایک جانب حضرت علی رضؓ اور دوسری جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما، اس لڑائی کے متعلق اہل سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھ والے باغی اور خاطی تھے۔

---

[1] مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان میں ایک ایسی بات ہوگئی کہ حضرت موسیٰ عؑ نے حضرت ہارون عؑ کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ ہمارے دونوں واجب التعظیم ہیں۔ نص قرآنی ہے کہ لانفرق بین احد من رسلہ یعنی خدا کے رسولوں میں ہم تفرقہ نہیں کرتے۔

مگر اس خطا پر ان کو بُرا کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ بھی صحابی ہیں۔ صاحبِ فضائل ہیں اور ان کی یہ خطا غلط فہمی کی وجہ سے تھی، اور غلط فہمی کے اسباب موجود تھے۔ ایسی خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں جس پر عقلاً و شرعاً کسی طرح مواخذہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رح ازالۃ الخفاء میں فرماتے ہیں:

باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضہ یکے از اصحاب آنحضرت بود (صلی اللہ علیہ وسلم) و صاحبِ فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم زینہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطۂ سب او نیفتنی تا مرتکب جرائم نشوی۔

جاننا چاہیئے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضہ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے اور زمرۂ صحابہ میں بڑی فضیلت والے تھے خبردار! ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں پڑ کر فعل جرائم کے مرتکب نہ بننا۔

حضرت معاویہ رضہ ابتداءً تو باغی تھے۔ مگر حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی صلح و بیعت کے بعد بلاشبہ وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہماری کتاب ترجمہ تطہیر الجنان کو دیکھنا چاہیئے، کہ وہ اس مرض کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ شفائے کامل ہے۔

عقیدہ ۱۲: صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سے بدگمانی رکھنا، ان کو بُرا کہنا قرآن مجید کی صریح مخالفت اور شریعت الٰہیہ کی کھلی ہوئی بغاوت ہے۔

ایسے شخص کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔

ف: فرقۂ روافض جو تمام صحابۂ کرام حتیٰ کہ مہاجرین و انصار کی بدگوئی کرتا ہے اور ہجرت و نصرت کو فضیلت کی چیز نہیں کہتا گویہ

صریح خلاف ورزی[1] قرآن مجید کی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت مشکوک[1] ہو جائیں گے، لیکن اس بنا پر ان کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے، اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ جب تک صریح انکار ضروریات دین کا نہ ہو اس وقت تک کسی کلمہ گو کو کافر کہنا نہ چاہیئے امام اعظم ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں لا نکفر احدا من اهل القبلة یعنی ہم اہل قبلہ[3] میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔
روافض کا کفر اس بنیاد پر قطعی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تحریف[2] کے قائل ہیں اور معاذ اللہ اس کو اصلی قرآن نہیں مانتے
یہ بارہ عقیدے جو بیان کئے گئے اہلسنت وجماعت کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر عقیدے وہ ہیں جن کا ماخذ قرآن مجید ہے۔
حق تعالیٰ ہم سب کو ان پاک عقائد پر استقامت عطا فرمائے آمین۔

---

[1] ہمارا رسالہ تفسیر آیات مدح مہاجرین دیکھو جس میں دس آیات قرآنیہ کی تفسیر ہے اس سے معلوم ہوگا کہ قرآن شریف میں کیسے عظیم الشان فضائل مہاجرین وانصار کے ہیں اور کس صراحت کے ساتھ ہیں [1] قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے اور آنحضرت صلعم کے نبوت اور دلائل نبوت کے چشم دید گواہ صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین انصار ہیں انہی نے اور ان کے تابعین نے تمام دنیا کے سامنے اس بات کی عینی شہادت دی ہے کہ یہ قرآن وہی کتاب ہے جس کو آنحضرت صلعم کتاب اللہ فرماتے تھے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کو اپنے کانوں سے سنا اور آپ کے معجزات و دلائل نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ ظاہر ہے کہ جب کسی واقعہ کے چشم دید گواہ مجروح کر دیئے جائیں تو وہ واقعہ مشکوک بلکہ واجب التکذیب ہو جاتا ہے۔
[2] ہماری کتاب تنبیہ الحائرین اور اول من الماتین دیکھو اس میں مسئلہ مفصل ملے گا کہ کتب شیعہ میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی ہیں اور کوئی شیعہ آج تک منکر تحریف نہیں ہوا نہ ہو سکتا ہے گنتی کے چار شخص ان میں منکر تحریف کہے جاتے ہیں مگر ان کا انکار از راہ تقیہ ہے۔
[3] اہل قبلہ سے مطلب یہ نہیں ہے کہ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے یا کعبہ کا قبلہ ہونا مانتے یہ بات تو کفار مکہ میں بھی موجود تھی، بلکہ اہل قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ اس قبلہ کی جو ملت ہے اس ملت کی تمام ضروریات کو مانتا ہو کما ملا علی قاری مکی نے شرح فقہ اکبر میں تصریح فرمائی ہے ۱۲

سیدِ ولدِ آدم حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ بارک وسلم

اگرچہ آپؐ کے ذکرِ مبارک کے لئے ایک مستقل رسالہ نفحۂ عنبریہ لکھ چکا ہوں مگر اس جگہ بھی چند مختصر کلمات میں آپؐ کا تذکرہ ضروری معلوم ہوا۔ اولاً اسلئے کہ مقصودِ اصلی آپؐ کی ذاتِ کامل الصفات ہے، خلفائے راشدین کا تذکرہ محض آپؐ کے تعلق کی وجہ سے ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ جب کسی جماعت کا تذکرہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ پہلے اس جماعت کے امام کا ذکر ہو۔

آپ شہرِ مکہ میں سردارِ قریش حضرت عبد المطلب کے گھر میں پیدا ہوئے آپؐ کے والد ماجد کا نام نامی عبد اللہ اور والدہ محترمہ کا اسمِ گرامی آمنہ تھا۔ آپؐ کی ولادت سراپا بشارت ربیع الاوّل کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں یا بارہویں تاریخ کو ہوئی۔ انگریزی تاریخ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بیان کی جاتی ہے، اسوقت نوشیرواں عادل کی ایران میں حکومت تھی۔ آپؐ کی ولادت بابرکت کے وقت بہت سے عجائب قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ کبھی دنیا میں وہ باتیں نہیں ہوئیں۔ بے زبان جانوروں نے انسانی زبان میں آپؐ کی خوشخبری سنائی۔ درختوں سے آوازیں آئیں بت پرستوں نے بتوں سے آپؐ کی خوشخبری سنی، دنیا کے دونوں بڑے بادشاہوں یعنی شاہ فارس اور شاہ روم کو بذریعہ خواب آپؐ کی عظمت و رفعت سے آگاہی دی گئی اور یہ

بھی ان کو بتایا گیا کہ آپ کی سطوت و جبروت کے سامنے نہ صرف کسریٰ و قیصر بلکہ ساری دنیا کی شوکتیں سرنگوں ہو جائیں گی۔ آپؐ شکم مادر میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا، اور چار برس کی عمر میں مادر مہربان کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔

کسی سے آپؐ نے پڑھنا لکھنا کچھ نہیں سیکھا، نہ کسی سے کوئی ہنر کوئی کمال حاصل کیا حتیٰ کہ شعر و سخن جس کا عرب میں بہت رواج تھا، اس کی مشق آپؐ نے نہ کی سہ

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت — بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

بچپن میں عجیب و غریب حالات مشاہدے میں آئے، ایک بڑا حصہ آپ کی کم سنی کے حالات کا حضرت حلیمہ سے منقول ہے، حق یہ ہے کہ بڑی خوش نصیب[1] تھیں۔

شق صدر آپؐ کا چار مرتبہ ہوا، دو مرتبہ قبل نبوت اور ایک مرتبہ بوقت بعثت اور ایک مرتبہ بوقت معراج، پہلی مرتبہ جب شق صدر ہوا تو آپؐ حضرت حلیمہؓ کے یہاں تھے، اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جنگل گئے ہوئے تھے یکایک وہ خوفزدہ ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے کہ اے ماں! میرے قریشی بھائی کو دو سفید پوش مردوں نے آکر لٹایا اور ان کا سینہ چاک کر دیا یہ سن کر وہ بہت پریشان ہوئیں، اور جنگل گئیں، دیکھا تو آپؐ صحیح و سالم ہیں مگر چہرۂ مبارک پر خوف کے آثار تھے۔ پھر سارا واقعہ خود آپ نے بیان کیا۔ ہر مرتبہ شق صدر میں فرشتے آپؐ کا سینہ مبارک چاک کر کے اور آپؐ کے قلب مبارک کو ایک طشت میں جس میں زمزم کا پانی ہوتا تھا دھوتے تھے۔

---

[1] حضرت حلیمہؓ کی خوش نصیبی کا کیا کہنا ان کو خدا نے زمانہ نبوت تک زندہ رکھا اور آپؐ پر ایمان لائیں مقام جعرانہ میں جب آپ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے آکر ملیں آپ نے ان کی بہت کچھ خاطر کی اور حنین کے چھ ہزار اسیران جنگ محض اس وجہ سے آزاد کر دیئے گئے کہ حضرت حلیمہ کے قبیلے سے تعلق تھا۔

بت پرستی اور بے حیائی کے کاموں سے آپ ہمیشہ پرہیز کرتے رہے آپ کی صداقت اور امانت قبل نبوت بھی تمام مکہ میں مشہور اور مسلّم الکل تھی، حتیٰ کہ آپؐ کا لقب صادق و امین زبان زد خلائق تھا۔

جب آپؐ کی عمر گرامی پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپؐ کا نکاح ہوا جو خاندانِ قریش میں ایک بڑی دانش مند اور دولت مند خاتون تھیں اور آپؐ کے اوصاف و کمالات سن کر یہ اندازہ کر چکی تھیں کہ جس نبی موعود کی پیشین گوئیاں علمائے یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں کیا عجب ہے کہ آپ ہی ہوں۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر بوقت نکاح چالیس سال کی تھی۔ آپؐ کی سب اولاد ان ہی کے بطن سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے تھے۔

جب عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو دوشنبہ کے دن، ۹ رمضان کو اور ایک قول کے مطابق ۲۴ رمضان کو جب کہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے جلوس کا بیسواں سال تھا، وہ دولت عظمیٰ آپ کو عطا ہوئی جو روزِ ازل سے آپ کے لئے نامزد ہو چکی تھی، جس کی دعا حضرت خلیلؑ نے مانگی جس کی بشارت حضرت مسیحؑ نے دی تھی یعنی حق تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا رسول بنایا اور سارے عالم کی طرف مبعوث کیا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اس کے بعد کامل تیئیس ۲۳ سال تک آپ نے بڑی شفقت، بڑی رافت بڑی جانفشانی، بڑی جفاکشی کے ساتھ فرائض رسالت کو ادا فرمایا، اور بڑی بڑی ایذائیں برداشت کیں، اس وقت دنیا میں ہر طرف ابلیس کی حکومت تھی، کفر و شرک اور ہر قسم کے مظالم سے زمین تاریک ہو رہی تھی۔ عیسائی یہودی مجوسی سب ایک حالت میں تھے۔ عرب و عجم سب کی

ایک کیفیت تھی، فواحش و معاصی کو کوئی عیب نہ سمجھا جاتا تھا۔ چوری اور رہزنی کو لوگوں نے پیشہ بنا لیا تھا۔ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دینا کوئی بات نہ تھی۔

اس ہادی برحق نے یکایک دنیا کی کایا پلٹ دی اور بجائے کفر و شرک کے ایمان کی روشنی سے زمین کو جگمگا دیا۔ تھوڑے دنوں میں آپ کی تعلیم نے خدا پرستوں کی ایک بڑی جماعت تیار کر دی جو اعلیٰ ترین اخلاق اور کامل ترین زہد و تقویٰ میں اس مرتبے پر تھے کہ تاریخ عالم ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

نبوت کے بعد تیرہ ۱۳ برس آپؐ کا قیام مکہ معظمہ میں رہا۔ پھر ہجرت کر کے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ دس برس مدینہ میں قیام رہا، اس دس سال میں انیس ۱۹ لڑائیاں بھی آپ کو کافروں سے لڑنی پڑیں۔

بکثرت معجزات و خوارق عادات کا آپؐ سے ظہور ہوا۔ سب سے بڑا معجزہ آپؐ کا قرآن شریف ہے جس میں فصاحت و بلاغت کا اعجاز بھی ہے، اور اخبار غیب کا بھی اور قوت تاثیر و سرعت تاثیر کا بھی۔

نبوت کے بارہویں سال جب کہ عمر شریف اکیاون ۵۱ سال نو ماہ کی تھی حق تعالیٰ نے آپؐ کو معراج عطا فرمائی، یعنی آپ کو آسمانوں پر بلایا گیا۔ جنت و دوزخ کی سیر آپؐ کو کرائی گئی اور عالم ملکوت کے عجائب اور اللہ تعالیٰ کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ آپؐ کو کرایا گیا ہے۔

خواجہ دراں پردہ بدید آنچہ دید　　　آنچہ نیاید بزبان ہم شنید

آپؐ کے اخلاق کریمانہ کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے اصحاب میں ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ لطف و کرم میرے اوپر ہے، ہمیشہ غربا و مساکین کی

طرف آپؐ کی توجہ زیادہ ہوتی تھی۔ یتیموں اور بیواؤں کا بڑا خیال کرتے تھے۔ اگر کوئی آپؐ کے اصحاب میں بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے جنازوں کے ساتھ جاتے اور نماز پڑھ کر دفن کر کے واپس آتے۔ کسی کی آخری حالت سنتے تو اس کے پاس جا کر بیٹھ جاتے۔ روئے انور اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ایسے مرنے والے کی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے

چو بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

دنیا میں عیش و آرام کبھی آپؐ نے نہیں اٹھایا۔ موٹے کپڑے پہنتے تھے اور اکثر آپ کے گھر میں فاقہ ہو جاتا تھا۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ دو دن متواتر دونوں وقت آپ نے کھانا کھایا ہو۔

اللہ تعالےٰ نے حسنِ صورت بھی آپ کو ایسا عطا فرمایا تھا کہ چہرۂ مبارک آپؐ کا چودھویں رات کے چاند سے زیادہ چمکتا تھا۔ جس راستے سے آپ گزر جاتے دیر تک اس راستے میں خوشبو آیا کرتی، صحابہ کرام اس خوشبو سے پہچان لیتے۔

جب عمر شریف تریسٹھ برس کی ہوئی اور ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا تو بارہویں ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن بوقت چاشت چودہ دن بیمار رہ کر اس عالم سے رحلت فرمائی، اور رفیق اعلیٰ جل مجدہٗ کے جوارِ عزت میں سکونت اختیار کی۔ انا للہِ وانا الیہِ راجعون۔

آخری وصیت جو آپ نے مسلمانوں کو فرمائی وہ یہ تھی کہ نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جس جگہ آپ کی وفات ہوئی تھی وہیں آپؐ کی قبر شریف بنائی گئی جو زیارت گاہ عالم ہے۔

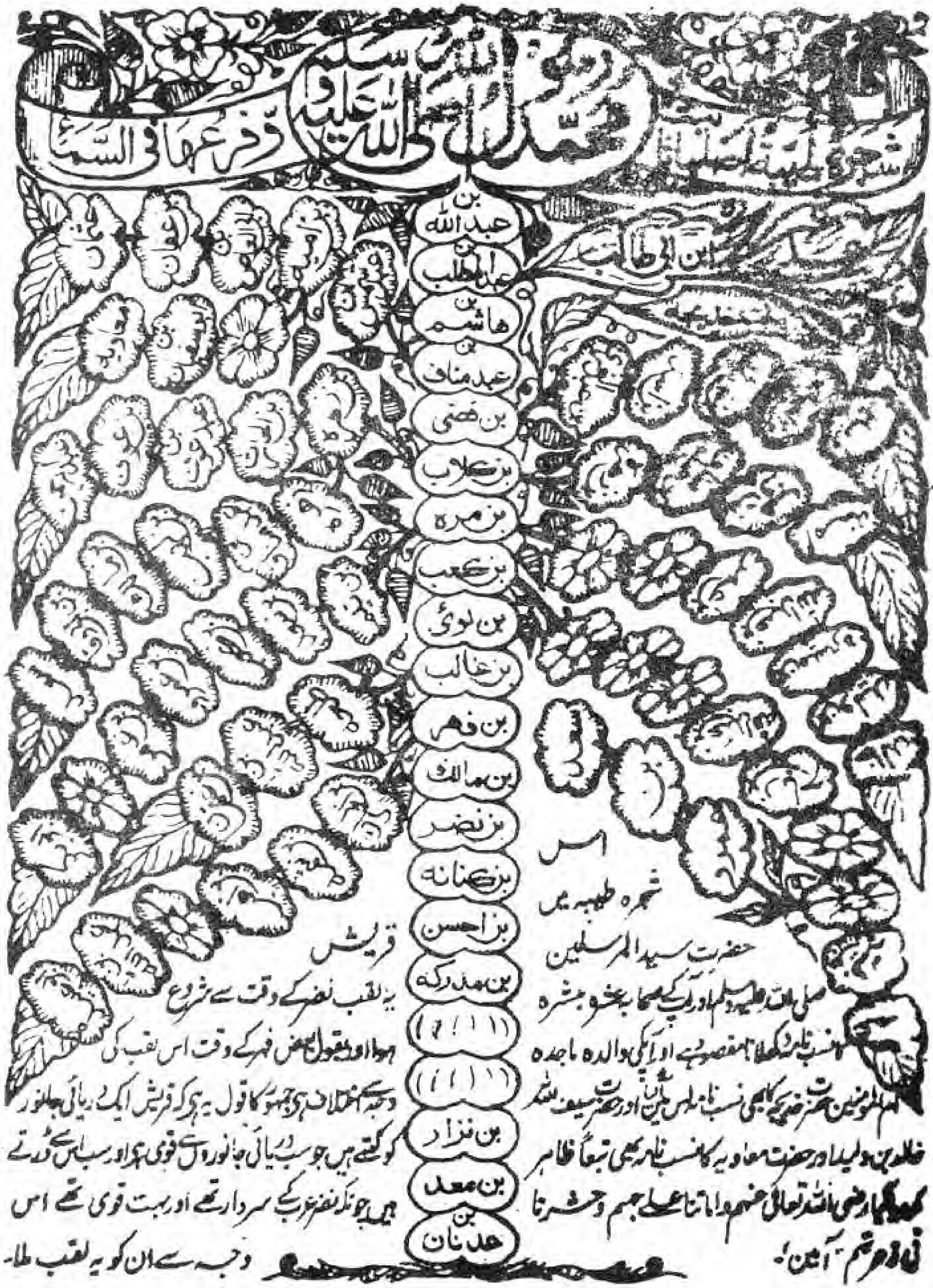
صلوات اللہ و سلامہٗ علیہ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعینؓ

شجرۂ طیبہ

اس شجرۂ طیبہ میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ عشرہ مبشرہ کا نسب نامہ دکھلانا مقصود ہے آپ کی والدہ ماجدہ اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا بھی نسب نامہ اس میں آگیا اور حضرت سیف اللہ خالد بن ولیدؓ اور حضرت معاویہؓ کا نسب نامہ تبعاً ظاہر کر دیا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وامتنا علیٰ حبہم وحشرنا فی زمرتہم۔
آمین

قریش

قریش:۔ یہ لقب نضر کے وقت سے شروع ہوا اور بقول بعض فہر کے وقت سے۔ اس لقب کی وجہ میں اختلاف ہے۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ قریش ایک دریائی جانور کو کہتے ہیں جو سب دریائی جانوروں سے قوی ہے اور سب اس سے ڈرتے ہیں چونکہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اس وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔



اس
شجرہ طیبہ میں
حضرت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ عشرہ مبشرہ
کے نسب نامے سلسلہ وار مفصل ہے اور آپکی والدہ ماجدہ
ام المومنین حضرت خدیجہ کا بھی نسب نامہ لکھا ہے اور حضرت سیف اللہ
خالد بن ولید اور حضرت معاویہ کا نسب نامہ بھی تبعاً ظاہر
کیا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وایانا معہم وحشرنا
فی زمرتہم۔ آمین!

قریش
یہ لقب نضر کے وقت سے شروع
ہوا اور بقول بعض فہر کے وقت اس لقب کی
وجہ میں اختلاف ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ قریش ایک دریائی جانور
کو کہتے ہیں جو سب دریائی جانوروں سے قوی ہے اور سب اس سے ڈرتے
ہیں چونکہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اس
وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔

خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام مبارک آپ کا عبداللہ ہے۔ لقب[1] صدیق اور عتیق یہ دونوں لقب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا[2] فرمائے تھے۔ کنیت ابوبکر، نسب آپ کا آٹھویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھویں پشت میں ایک نام مرّہ ہے۔ ان کے دو فرزند تھے کلاب اور تیم، کلاب کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور تیم کی اولاد میں حضرت صدیق رضؓ۔

ولادت آپ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو برس کئی مہینے بعد ہوئی۔ وہی دو برس اور کئی مہینے بعد وفات پائی۔ عمر بھی تریسٹھ برس کی ہوئی۔

رنگ آپ کا سفید تھا جسم لاغر تھا۔ رخساروں پر گوشت کم تھا پیشانی ابھری ہوئی تھی۔ بال سفید ہوگئے تھے، مہندی اور تیل کا خضاب کرتے تھے۔ بڑے نرم دل اور نہایت بُردبار تھے، رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سب سے سابق اور فائق تھے۔ حیات میں آپؐ کے وزیر رہے اور آپ کے بعد آپؐ کے جانشین ہوئے۔

خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک خطاب آپ کے سوا کسی کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ خلفائے مابعد امیرالمومنین کہہ کر پکارے گئے۔

---

[1] صدیق کے معنی بڑا سچا اور شریعت میں ایک خاص مرتبہ ہے جس کی سرحد نبوت کی سرحد سے ملی ہوئی ہے اور عتیق کے معنی آزاد یعنی عذاب آخرت سے ۱۲ [2] دیکھو تاریخ الخلفاء اور ازالۃ الخلفاء

دو برس تین مہینے نو دن تخت خلافت پر متمکن رہ کر، ۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو مابین مغرب و عشاء اس دار فانی سے رحلت کی اور اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اسی روضہ مقدس میں قیامت تک کے لئے جائے استراحت پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

آپ کی اولاد میں تین لڑکے تھے حضرت عبداللہ جو غزوہ طائف میں بہ معیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ اور اسی زخم سے اپنے والد کی شروع خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عبدالرحمٰن، محمد، اور تین ہی لڑکیاں بھی تھیں۔ حضرت اسماء والدہ عبداللہ بن زبیر، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم جو حضرت صدیق رض کی وفات کے وقت شکم مادر میں تھیں۔

حالات قبل از اسلام

اشراف قریش میں سے تھے۔ بڑی عزت اور وجاہت و ثروت رکھتے تھے تمام اہل مکہ ان کو اس قدر مانتے تھے کہ دیت اور تاوان کے مقدموں کا فیصلہ ان ہی کے متعلق تھا۔ جب کسی کی ضمانت کر لیتے تھے تو قابل اعتبار سمجھی جاتی تھی سب لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور لوگوں کے بہت کام ان سے نکلتے تھے

اہل عرب کے نسب کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ فن شعر میں اچھی مہارت تھی۔ نہایت فصیح و بلیغ تھے، مگر اسلام کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی اور کبھی بت پرستی نہیں کی (ازالۃ الخفاء و صواعق المحرقہ)

بچپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فدائیانہ محبت رکھتے تھے جب آنحضرت صغر سنی میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام جانے لگے تو حضرت صدیق رضؓ نے حضرت بلال رضؓ کو کرایہ ہی پر آپؐ کی خدمت کے لئے ساتھ بھیجا اور ایک خاص قسم کی روٹی اور زیتون ناشتے کے لئے آپ کے ہمراہ کیا۔

حضرت خدیجہ کا نکاح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ہوا اس میں ان کی کوشش بھی شریک تھی۔

حالات بعد اسلام قبل ہجرت

(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہوتے ہی سب سے پہلے اسلام لائے[1] اور کوئی معجزہ بھی آپ سے طلب نہیں کیا۔ حق تعالےٰ نے فطرت سلیمہ عطا فرمائی تھی۔ پھر پے در پے تنبیہات غیبیہ نے آپ کو بعثت کا منتظر بنا دیا تھا سچ ہے ؎

در دل ہر بندہ کز حق مزہ است روی و آواز پیمبر معجزہ است

---

[1] بعض روایات میں حضرت خدیجہ رضؓ کو بعض میں حضرت علی رضؓ بعض میں حضرت زید بن حارث اول الاسلام بیان کیا گیا ہے، لیکن احادیث نبویہ سے حضرت صدیق ہی کی اولیت کی تائید ہوتی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں لڑکوں میں حضرت علی رضؓ غلاموں میں حضرت زید رضؓ اور مردوں میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لیکن حضرت شیخ محدث دہلوی رحؒ نے ازالۃ الخفاء میں اس جگہ ایک لطیف نکتہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ اولیت اسلام محض اس لئے فضیلت ہے کہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہوگا اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب میں زیادہ شرکت کا موقع ملا ہوگا۔ نیز وہ دوسروں کے اسلام کا سبب بنا ہوگا۔ یہ دونوں باتیں ان چاروں میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مخصوص تھیں۔

(۴) آپ کے مسلمان ہو جانے سے خود بخود لوگوں کو اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور پھر آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ قبل ہجرت کا پُر خطر وقت جب کہ خود اپنے اسلام کا اظہار مشکل تھا کلمۂ اسلام کو زبان پر لانا اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالنا تھا۔ ایسے نازک وقت میں دوسروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنا ان ہی کا کام تھا۔

ایک جماعت اشرافِ قریش کی حضرت صدیق ہی کے وعظ و تبلیغ سے مشرف باسلام ہوئی۔ عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عثمان، حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ان ہی کی ہدایت سے مسلمان ہوئے یوں تو اور بھی بہت سے اکابر کو ان سے ہدایت ہوئی۔ مگر یہ پانچ وہ ہیں جن کے مسلمان ہو جانے سے کفر کی تیز چھری

لہ آج بھی اغیار کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کا اسلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بہترین برہان ہے چنانچہ میور صاحب سابق گورنر صوبہ متحدہ کی کتاب لائف آف محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دیباچے سے چند فقرات نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ متعصب یورپ کا عیسائی لکھتا ہے:"
آپ کا عہد خلافت مختصر تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کے اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیئے چونکہ ابو بکر رضؓ کے دل میں رسول اکرم صلعم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرمؐ کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے لہٰذا میں نے آپ کی حیات و صفات کے تذکرہ کے لئے کچھ جگہ زیادہ وقف کی ہے اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدتمند نہ بنا سکتے جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی پسند بھی تھا۔ ابو بکر رضؓ کو نفسیاتی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہ آیا انہیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا اور بالکل خودمختار تھے مگر وہ اس طاقت و اقتدار کو اسلام کی بہتری اور کافہ انام کے فائدہ پہنچانے میں لائے۔ ان کی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھالیں اور وہ خود ایسے متدین تھے کہ کسی کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے۔ منقول از آیات بینات حصہ فدک

ذرا کند ہو گئی۔ کیونکہ یہ حضرات مکہ کے چار ذی اثر قبائل میں سے تھے اور ہر ایک اپنے قبیلے میں با وجاہت تھا۔ حضرت عثمانؓ بنی امیہ میں حضرت زبیرؓ بنی اسد میں حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بنی زہرہ میں۔

(۴) جب صدیق اکبرؓ اسلام لائے تو علاوہ مال تجارت کے چالیس ہزار روپے نقد ان کے پاس تھے وہ سب انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور اسلام کی اشاعت میں صرف کر دیے ازاں جملہ ساتؔ غلاموں کو جو مسلمان ہونے کے سبب سے طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے مول لے کر آزاد کیا کہ جن میں حضرت بلالؓ کا قصہ عام طور پر مشہور ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال راہ خدا میں دینے کا حکم دیا۔ اس وقت میرے پاس مال بہت تھا دل میں خیال آیا کہ آج میں حضرت صدیقؓ سے بڑھ جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے آدھا مال حاضر کر دیا (جو ایک معقول مقدار میں تھا۔) اس کے بعد حضرت صدیقؓ بھی کچھ قدر قلیل لائے۔ مجھ سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کس قدر چھوڑا ہے، میں نے عرض کیا آدھا، مگر حضرت صدیقؓ سے جب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ اہل و عیال کے لئے میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑا ہے۔ یعنی کل مال لے آیا ہوں۔ گھر میں کچھ مال نہیں چھوڑا حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اسوقت مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صدیقؓ سے میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا

لہ ان ساتوں کے نام حسب ذیل ہیں بلال، عامر، فہیرہ، فہدیہ، زنیرہ ام حبس، بنی موبل کی ایک کنیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم (ازالۃ الخفاء، مقصد ۱ صـ ۱۵۲)

(۴) جب ابتدائے نبوت میں تبلیغ کا حکم آیا اور یہ آیت اُتری فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ یعنی اے نبیؐ احکام خداوندی کے لئے تکلیف برداشت کیجئے تو حضرت صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ابتدا نہ کریں۔ قریش کے جہلا و اشرار توحید کا بیان اور شرک کا بطلان سن کر جس سے اب تک ان کے کان ناآشنا ہیں خدا جانے کس قدر مشتعل ہوں اور کیا کر گزریں؟ لہٰذا ابتدا مجھے کرنے دیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس وقت حضرت صدیق رضؓ نے ایک عجیب خطبہ پڑھا جس میں حق تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شرک اور بت پرستی کی مذمت کی۔ یہ تقریر کچھ ایسی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اس کا کچھ اندازہ اس خطبہ کے الفاظ سے ہوتا ہے یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اس کے بعد کافروں نے جو ایذائیں حضرت صدیق کو دیں اور جس ذوق کے ساتھ ان ایذاؤں کو انہوں نے برداشت کیا وہ بجائے خود ایک دفتر عشق ہیں

(۵) اسلام لانے کے بعد اپنے گھر کے سامنے حضرت صدیق نے ایک مسجد بنائی اور یہ پہلی مسجد ہے جو اسلام میں بنائی گئی۔ اس مسجد میں روزانہ صبح کو بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ قرآن مجید اور پھر صدیق کی زبان سے سننے والوں کا ہجوم ہوجاتا تھا۔ اور ناممکن تھا کہ کسی نہ کسی پر اثر نہ ہو روز کا یہ مشغلہ دیکھ کر کفار نے مزاحمت کی۔ آخر کار حضرت صدیق رضؓ باجازت نبوی بجانب حبش[1] ہجرت کی نیت سے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ابن الدغنہ کافر تاجر قریش ملا اور وہ باصرار

[1] حبش میں نجاشی اصحمہ کی حکومت تھی پہلے وہ عیسائی تھا ۶ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت کے بادشاہوں میں یہ سعادت صرف ان ہی کو ملی۔ مگر اسلام سے پہلے بھی مسلمانوں کو ان کی حکومت میں بہت امن ملا تھا اسی وجہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حبش کا قصد کیا تھا۔

واپس لایا۔ اور رؤسائے قریش سے کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو نکالے دیتے ہو جو بے دیکھی ہوئی چیز[1] یعنی ثواب آخرت کو کماتا اور صلہ رحمی کرتا اور لوگوں کی غمخواری کرتا ہے۔ اور مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے۔ اچھا اب میں ان کو امان دے کر واپس لایا ہوں اور اب ان سے مزاحمت نہ کرنا۔ سب کافروں نے ابن الدغنہ کی امان کو منظور کر لیا۔ مگر حضرت صدیق رضؓ فوراً بول اُٹھے کہ میں ایک کافر کی امان میں نہیں رہنا چاہتا۔ میرے لئے اللہ اور رسول صلعم کی امان کافی ہے۔ اس کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اب تم کہیں نہ جاؤ ہم کو بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے ہمارے ساتھ چلنا۔ چنانچہ حضرت صدیق نے پھر مکہ میں قیام کیا اور پھر بدستور تلاوت قرآن اور تبلیغ اسلام کے دل رُبا کام میں مشغول رہے۔ سچ ہے ؎

رہائی نہ خواہیم از دام عشق — کہ صد عید قربانِ ایام عشق

(۶) کئی بار مکہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے نرغہ سے بچایا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کفار قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رہے تھے کہ وہ ہمارے معبودوں کی مذمت کیا کرتے ہیں۔ اتنے میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وہاں آگئے۔ سب نے آپ کو گھیر لیا اور چادر آپ کے گلے میں لپیٹ کر کھینچنا شروع کی کسی نے جا کر حضرت صدیق رضؓ کو خبر دی کہ: اپنے صاحب کی خبر لو۔ وہ بے تاب ہو کر پہنچے اور کہنے لگے: تمہاری خرابی ہو! اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ۔ یعنی کیا تم ایسے

[1] یہی کلمات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وقت بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے تھے۔ اللہ اکبر حضرت صلعم کے اوصاف کس درجہ ان میں سرایت کر گئے تھے۔

شخص کو قتل کئے ڈالتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس معجزات لیکر آیا ہے؟ یہ سن کر کافروں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور حضرت صدیق رضؓ پر جھک پڑے، اس وقت حضرت صدیق رضؓ پر جو کچھ گزرا مبارک ہو کہ ان ہی کا حصہ تھا۔ بیہوش ہو گئے اور کئی دن تک بیہوش رہے۔ درمیان درمیان میں تھوڑی دیر کے لئے ہوش آتا، تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرتے اور پھر بیہوش ہو جاتے۔ جب کئی دن کے بعد پوری طرح ہوش آیا تو پہلا سوال یہ تھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو! چنانچہ لوگ پکڑ کر لے گئے۔ جب آنحضرتؐ کے سامنے آئے ہیں تو اس وقت کی حالت بیان میں نہیں آسکتی۔ اس قسم کے واقعات جانثاری و جانبازی کے قبل ہجرت کئی بار پیش آئے۔

(۷) کفار قریش نے نبوت کے ساتویں سال یہ تجویز متفقہ طور پر طے کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے ساتھ سارے خاندان بنی ہاشم کو محصور کر کے کھانا پانی بند کر کے فاقوں سے ہلاک کر دیں۔ چنانچہ ایک معاہدہ مرتب ہوا کہ کوئی شخص نہ خاندان ہاشم سے قرابت کرے گا نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان پہنچنے دے گا۔ جب تک کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ اس معاہدہ پر سب نے تصدیقی علامات بنائیں اور اس کو کعبہ میں آویزاں کیا تاکہ کوئی شخص خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔ مجبور ہو کر آپ مع اپنے چچا ابو طالب اور خاندان کے مکہ سے باہر ایک پہاڑ کے درہ میں جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں چلے گئے یہ مصیبت تین سال تک رہی۔ ان تین سال میں جو سختیاں گزریں کسی ظالم کے ظلم میں

اس کی نظیر نہ ملے گی۔ جنگلی درختوں کی پتیاں کھا کر زندگی کے دن پورے کئے گئے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایسی حالت میں زندہ رہنا خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔
حضرت صدیق اکبرؓ خود اس مصیبت میں شریک ہو گئے آپ کے ساتھ وہ بھی شعب ابی طالب چلے گئے اور وہیں رہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے اس مصیبت سے نجات دی تب انہوں نے بھی نجات پائی۔ ابو طالب نے اسی واقعہ کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

وَهُمْ رَجَعُوا سَهْلَ بْنَ بَيْضَاءَ رَاضِياً فَسُرَّ أَبُو بَكْرٍ بِهَا وَمُحَمَّدٌ [1]

(۸) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت صدیقؓ ضرور آپ کے ساتھ ہوتے اور ہر آفت و مصیبت میں سینہ سپر رہتے چنانچہ جب موسم حج میں قبائل عرب کے پاس تشریف لے گئے تو ان تمام مواقع میں حضرت صدیقؓ ساتھ تھے۔

(۹) مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ صبح و شام دونوں وقت حضرت صدیقؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور مشورہ طلب امور میں ان سے رائے طلب کرتے۔

(۱۰) جب ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مغموم دیکھا تو اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کو جو اس وقت بہت کم سن یعنی چھ برس کی تھیں بڑے ادب و اخلاص کیساتھ آپ کے نکاح میں دیا اور مہر کی رقم بھی اپنے پاس سے ادا کی۔

---

[1] ترجمہ: اہل مکہ سہل بن بیضاء کو جو مصالحت کے لئے قاصد بن کر گئے تھے، راضی کر کے واپس کیا (یعنی صلح کر لی) پس اس صلح سے ابو بکر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خوش ہوئے

(۱۱) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو سب سے پہلے ان ہی نے تصدیق کی۔ کفار مکہ نے ان سے کہا وہ بیت المقدس گئے اور وہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں کے عجائب و غرائب کی سیر کی۔ اور پھر لوٹ آئے اور اتنا بڑا سفر رات کے قلیل حصے میں طے ہو گیا تو حضرت صدیق رضؓ نے کیا خوب جواب دیا فرمایا ہم تو اس سے زیادہ بعید از عقل بات ان کی مان چکے وہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل عؑ آسمانوں کے اوپر سے ابھی آئے اور ابھی گئے مطلب یہ کہ جب جبرئیل کی آمد و رفت چشم زدن میں ہم مان چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی لطافت و نورانیت تو جبرئیل سے بھی فائق ہے۔ لہٰذا آپ کی آمد و رفت میں ہم کو کیا شک ہو سکتا ہے۔ اسی تصدیق معراج کے صلے میں صدیق کا لقب آپ کو ملا۔

(۱۲) جب کامل تیرہ برس تک مکہ کے کافروں کی طرف سے ہر قسم کے ظلم و ستم اٹھا کر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضؓ امتحان خداوندی میں کامل ہو چکے اور علم الٰہی میں ان ظالموں کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تو وحی الٰہی میں آپ کو حکم ملا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ اس سفر ہجرت میں خدا اور خدا کے رسول ؐ نے تمام جماعت صحابہ میں صرف حضرت صدیق رضؓ کو منتخب کیا وہی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ اس سفر میں قدم قدم پر جیسی کچھ جانی و مالی خدمتیں حضرت صدیق رضؓ نے کیں عشق و محبت کی داستانوں میں کوئی واقعہ اس سے مافوق نہیں مل سکتا۔ یار غار کی مثل دنیا میں اسی وقت سے رائج ہوئی جب سے حضرت صدیق رضؓ نے غار میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاری کی اب جو کوئی کسی کا بڑا مخلص دوست ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں شخص ہمارا یار غار ہے۔

اس سفر ہجرت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضؓ کو اپنی رفاقت کے لئے منتخب اور مخصوص کر کے یہ بات سب پر ظاہر کر دی کہ ان کے اخلاص و محبت پر آپ کو کامل ترین اعتماد تھا اور سب سے زیادہ عقلمند اور مدبر اور تجربہ کار اور سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے کیونکہ اس خطرناک سفر کے رفیق میں ان سب اوصاف کا ہونا ضروری تھا۔ ذرا اس سفر ہجرت پر ایک اجمالی نظر ڈالو تو وہ کفار مکہ کا آنحضرتؐ کے قتل کے لئے جمع ہونا اور آپؐ کے مکان کا محاصرہ کرنا، آپ کا اس محاصرہ سے نکل کر حضرت صدیقؓ کے گھر جانا اور ان کو سفر ہجرت اور اس سفر کی رفاقت کی خوشخبری سنانا وہ حضرت صدیقؓ کا فوراً تیار ہو جانا اور ان کی صاحبزادیوں کا عجلت کے ساتھ ناشتہ تیار کرنا وہ حضرت صدیق کا اپنی ان دونوں اونٹنیوں کو جو چار مہینہ سے اسی سفر ہجرت کے لئے پرورش پا رہی تھیں ایک معتمد راز دار کے سپرد کرنا کہ تین دن کے بعد فلاں مقام پر لے آنا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کا پیادہ چلنے کے سبب زخمی ہو جانا اور حضرت صدیق کا آپؐ کو اپنے شانے پر سوار کر کے غار ثور تک لے جانا، وہ حضرت صدیقؓ کا عرض کرنا حضرت آپ ذرا غار کے باہر بیٹھ جائیے، میں اندر جا کر صفائی کر دوں، وہ حضرت صدیق کا اس غار میں سوراخوں کو دیکھ کر اپنی چادر کے ٹکڑے کر کے سوراخوں کو بند کرنا اور سوراخ پھر بھی باقی رہ گیا اس میں اپنا پاؤں لگا دینا اور اس پاؤں میں سانپ کا کاٹنا پھر لعاب دہن مبارک سے شفا پانا وہ حضرت صدیق کے نوجوان صاحبزادے عبداللہ کا تین روز برابر شب کو اس غار میں آپ کے ساتھ سونا اور اندھیرے منہ غار سے نکل کر مکہ چلا جانا اور دن بھر کی خبریں شام کو پہنچانا وہ حضرت صدیق کے غلام

عامر بن فہیرہ کا یا ان کی صاحبزادی حضرت اسماء کا تین دن برابر لوقت شب اس میں کھانا پہنچانا دہ کفار مکہ کا اعلان دینا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یا ابوبکر کو گرفتار کرکے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے اور اس انعام کے لالچ میں کفار مکہ کا بڑے ماہر قدم شناسوں کی قیادت میں چاروں طرف تلاش میں پھرنا پھر کچھ لوگوں کا تلاش کرتے کرتے اس غار کے منہ پر پہنچ جانا اور حضرت صدیق کا ان کو دیکھ کر رنجیدہ ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو یہ کہہ کر تسکین دینا کہ لا تحزن ان اللہ معنا، رنجیدہ نہ ہو اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

دہ تین دن کے بعد اس غار سے نکل کر بجانب مدینہ روانہ ہونا حضرت صدیق رضی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر ردیف بننا اور چاروں طرف نظر دوڑاتے رہنا تاکہ کوئی آرہا ہو تو معلوم ہو جائے۔ اتنے میں سراقہ کا بغرض گرفتاری پہنچ جانا اور حضرت صدیق کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دلنواز کلمہ سے تسکین دینا کہ ان اللہ معنا پھر بہ دعائے نبوی سراقہ کا مع اپنے گھوڑے کے سنگلاخ زمین میں زانوں تک دھنس جانا اور آنحضرت سے پناہ مانگ کر زمین کی گرفت سے رہائی پانا وہ ایک منزل میں جبکہ کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی تھی حضرت صدیق کا ایک چرواہے سے دودھ مانگ کر لانا اور ٹھنڈا پانی اس میں ملا کر حضرت کے سامنے پیش کرنا اور اصرار کرکے پلانا اور بچا ہوا خود پینا اور یہ کہنا کہ شرب حتی رضیت یعنی حضرت نے اتنا پیا کہ میں خوش ہوگیا۔

یہ وہ واقعات ہیں کہ جس کا دل درد محبت سے کچھ آشنا ہو وہ ان کی قدر جان سکتا ہے۔ سفر ہجرت میں حضرت صدیق رضی کی رفاقت کا تذکرہ قرآن مجید میں بڑی شان

کے ساتھ ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی بار بار ان کی خدمت کا تذکرہ فرماتے تھے صحیح بخاری میں ہے حملنی الی دار الھجرۃ یعنی ابوبکرؓ مجھے دار الہجرۃ (مدینہ) میں سوار کرکے لائے اور وفات سے پانچ دن پہلے جو خطبہ آپ نے پڑھا اس میں فرمایا کہ جس نے کوئی احسان ہمارے ساتھ کیا ہم نے اس کا بدلہ ادا کر دیا سوا ابوبکر کے کہ ان کی خدمات کا بدلہ قیامت کے دن خدا دے گا۔ صحابہ کرام میں بھی حضرت صدیقؓ کی بے نظیر جانثاری کا چرچا بہت تھا لوگ حضرت صدیقؓ سے اس سفر کے حالات پوچھا کرتے تھے اور خود ان کی زبان مبارک سے سننے کے مشتاق رہتے تھے۔[1] حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت میں فرماتے تھے کہ ابوبکر صدیقؓ صرف شب غار کی اپنی خدمت اور قتال مرتدین کا کارنامہ مجھے دے دیں اور میری ساری عمر کے تمام اعمال لے لیں تو میں ہی فائدہ میں رہوں گا

ایک مفید تبصرہ

مہاجرین کی جماعت نے قبل ہجرت کیسے کیسے ظلم کفار مکہ کے برداشت کئے اور ان کے پائے استقامت کو ذرا لغزش نہ ہوئی ان واقعات کو دیکھ کر ایک کافر بھی یہ نتیجہ نکالنے پر مضطر ہو جاتا ہے کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں کچھ ایسے ہی غیر معمولی صفات کاملہ جمع تھے کہ لوگ اس طرح پر اپنی جانیں نثار کرتے تھے اور جو ایک مرتبہ ان کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو جاتا پھر وہ کسی طرح نکلنے کا نام نہ لیتا تھا ظلم و ستم کے پہاڑ ان پر توڑے جاتے تھے اور اس بیدردی اور بیرحمی سے ستائے جاتے تھے کہ آج ان واقعات کو کتابوں میں پڑھ کر بدن کانپ اٹھتا ہے۔ تیرہ برس تک انہیں مظالم سے سابقہ رہا مگر کسی نے دین اسلام کو

---

[1] چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب کے اشتیاق کا ایک خاص واقعہ مروی ہے۔

ترک نہ کیا ؎

اسیرش نخواہد رہائی ز بند — شکارش نجوید خلاص از کمند

حضرت صدیقؓ کے مظالم اور مصائب کی طویل داستان میں سے کچھ بطور نمونہ بیان ہو چکا اب ذرا دوسرے مہاجروں کے اوپر مظالم بھی کچھ قدر قلیل سنو جن میں زیادہ تر حضرت صدیقؓ کے آزاد کئے ہوئے حضرات ہیں۔

حضرت بلالؓ پر ظلم کیا گیا کہ ٹھیک دوپہر میں تپتی ہوئی ریگ پر برہنہ کر کے لٹائے جاتے اور پتھر کی وزنی چٹان جو دھوپ میں تپ کر مثل آگ کے ہو جاتی تھی ان کے سینہ پر رکھی جاتی اور ان سے کہا جاتا کہ اسلام سے باز آؤ ورنہ اسی طرح تکلیف دے دیکر مار ڈالے جاؤ گے حضرت بلالؓ اس کے جواب میں اَحَدٌ اَحَدٌ[1] کا نعرہ مستانہ لگاتے اور ذرا آہ و بکا نہ کرتے گویا ان کو اس میں مزہ ملتا تھا پہلی مرتبہ جب اس گرم ریگ سے اٹھائے گئے تو سارا جسم ایک آبلہ تھا۔ دوسرے دن پھر انہیں آبلوں پر اسی طرح تپتی ہوئی چٹان سینہ پر رکھی گئی وہ آبلے ٹوٹے ہونگے اور ان میں گرم ریگ نے جو لطف دیا ہو گا حضرت بلالؓ کے سوا کس کی قسمت میں تھی کہ اس لطف سے بہرہ اندوز ہوتا پھر لطف پہ لطف یہ تھا کہ جب اس تپتی ہوئی ریگ سے اٹھائے جاتے تھے تو گلے میں رسی باندھی جاتی اور بدتمیز لڑکوں کے حوالے کئے جاتے کہ تمام شہر میں گھسیٹتے ہوئے لیجائیں اس حالت میں بھی وہی نعرہ زبان پر تھا۔ اَحَدٌ اَحَدٌ

حضرت خبابؓ بن ارتؓ ان پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا گیا کہ ایک دن کوئلے دہکائے گئے اور ان دہکتے ہوئے کوئلوں پر چت لٹایا گیا اور ایک شخص سینہ پر

---

[1] ترجمہ :- اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے۔

پاؤں رکھے رہا کہ سٹنے نہ پائیں تمام پیٹھ جل گئی۔ مدتوں کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے اس ظلم کا تذکرہ ہوا تو حضرت خبابؓ نے اپنی پیٹھ کھول کر ان کو دکھائی ساری پیٹھ سفید تھی۔ گویا سفید داغ تھے۔

حضرت عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ یہ دونوں بھی گرم ریگ پر لٹائے جاتے اور اس قدر مار ان سنگدلوں کے ہاتھ سے ان پر پڑتی کہ بیہوش ہو جاتے حضرت یاسرؓ اسی ظلم سے جاں بحق ہو گئے۔

حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کے ساتھ تو وہ ظلم کیا گیا کہ غیرت انسانی اس کو ہمیشہ ماتم کرے گی ان کے پاؤں دو اونٹوں کے پاؤں میں باندھے گئے اور ان کو مختلف سمتوں میں ہنکایا گیا پھر ابوجہل نے ایک نیزہ ان کی شرمگاہ میں مارا اور وہ شہید ہو گئیں۔

حضرت صہیب رومیؓ ان پر اس قدر مار پڑتی کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے جب ان کی ہجرت کا وقت آیا تو کفار مکہ نے ان سے کہا کہ اپنا مال و اسباب یہیں چھوڑ دو تو تمہیں جانے دیں گے۔ انہوں نے بخوشی اس کو منظور کر لیا۔

حضرت ابو فکیہہؓ ان کے پاؤں میں رسی باندھی گئی اور گھسیٹے گئے اور تپتی ہوئی ریگ پر لٹائے گئے۔ ایک روز امیہ نے اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا ایک دفعہ ان کے سینے پر اتنا وزنی پتھر رکھا گیا کہ ان کی زبان نکل پڑی

حضرت زنیرہؓ کو ابوجہل نے ایک دفعہ اس قدر مارا کہ ان کی دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں

این قصۂ غم لبے دراز است

یورپ کا مشہور اور متعصب مورخ گبن مہاجرین کے اس صبر و استقامت کے تذکرہ میں لکھتا ہے:

اس صورت میں کوئی یقین کر سکتا ہے ؟ کہ ایسے شخصوں نے ایذائیں سہیں اور ملک سے جلا وطنی گوارا کی ۔ اور اس سرگرمی سے اس کے پابند ہوئے اور یہ سب امور ایک ایسے شخص کی خاطر ہوئے ہوں جس میں ہر طرح کی برائیاں ہوں اور اس سلسلہ فریب اور سخت عیاری کے لئے ہوں جو ان کی تربیت کے بھی خلاف ہو اور ان کی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہو اس پر یقین نہیں ہو سکتا ۔ یہ خارج از حیطہ امکان ہے

عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مسائل نے اس درجہ نشر وہی اس کے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسٰی کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور اس کا (یعنی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا) مذہب اس تیزی سے پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں ۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سے عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا ۔ جب عیسٰی کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے ۔ اور مقتدا کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل دیئے ۔ اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ممانعت تھی تو اس کی تشفی کے لئے موجود رہتے اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے برعکس اس کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد جمع ہوتے اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا۔

دیکھو تو یہ نصرانی مؤرخ باوجود اس تعصب کے جو ان لوگوں کو دین اسلام سے ہے مہاجرین کی اس بے نظیر استقامت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا کس طرح اعتراف کر رہا ہے ۔ اور آپؐ کی ذات پاک میں فریب و عیاری اور کسی قسم کی برائی کا پایا جانا خارج از حیطۂ امکان (یعنی ناممکن) قرار دیتا ہے ۔ اسی طرح یورپ کے اور مورخوں نے بھی لکھا ہے (دیکھو آیات بینات حصہ خدکر)

واقعی عقلمندوں اور راست بازوں کی جماعت کا کسی ایسے شخص کی پیروی میں اسقدر مصائب و مظالم کا برداشت کرنا جو بچپن سے ان کے درمیان میں رہا جس کی زندگی کا ہر لمحہ ان کی نظر کے سامنے گزرا اس شخص کی صداقت

کی بہترین دلیل ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں مہاجرین کے مصائب حق تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ کہیں فرمایا: اوذوا فی سبیلی اور کہیں فرمایا یقاتلون بانھم ظلموا اور اخرجوا من دیارھم

حالات بعد ہجرت

ہجرت کے بعد ان روح فرسا مصائب کا تو خاتمہ ہو چکا تھا جو مکہ میں ہر وقت اور ہر آن پیش رہتے تھے لیکن مدینہ منورہ میں دوسری قسم کی خدمات مسلمانوں کے سپرد کی گئیں اور جاں بازی و جانثاری کے امتحانات دوسرے طریقے سے لئے جانے لگے۔ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی اور ایک سلسلہ غزوات کا قائم ہوا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو انیس غزوات پیش آئے جن میں سب سے پہلا غزوہ بدر اور سب سے آخر غزوہ تبوک تھا۔ ان تمام غزوات حضرت صدیقؓ آپ کے ہمراہ رہے۔ اور بڑی پسندیدہ خدمات انجام دیں۔ جن میں سے چند بطور مثال کے درج ہیں۔

غزوہ بدر

جو رمضان ۲ھ میں ہوا۔ یہ اسلام کی پہلی فتح ہے اس غزوہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش یعنی چادریں تان کر سائبان سا بنا دیا گیا تھا۔ حضرت صدیقؓ اسی عریش میں آپ کے ساتھ رہے اور آپ کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ رات بھر تلوار ہاتھ میں لے کر عریش کے چاروں طرف نگہبانی کرتے رہے جس صبح کو لڑائی شروع ہونے والی تھی اس کی اخیر شب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

نہایت بے قراری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی کہ خداوندا اپنا وعدہ پورا کر اگر یہ تیرے فرمانبردار بندے اس جگہ شکست پا جائیں گے تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہ ہوگی، حضرت صدیقؓ سے اپنے حبیب کی یہ بیقراری نہ دیکھی گئی اور بالآخر عریش کے اندر آکر آپ کی ردائے مبارک کا گوشہ ہاتھ میں لیکر کہنے لگے: کفنتک منا شدتک یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ بس اتنی دعا آپ کی کافی ہے۔ ان کے کہنے سے آپؐ نے سر اٹھایا تو جبرئیل امین وحی الٰہی لیئے ہوئے کھڑے تھے سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ یعنی ان کافروں کو عنقریب ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق کی فراست ایمانی تو دیکھو جبرئیلؑ وحی لے کر چلے اور ان کے قلب مبارک پر انعکاس ہوگیا اور وہ کہہ اٹھے بس اتنی دعا کافی ہے اور ان کا کہنا ٹھیک اترا۔

اس غزوہ میں لشکر کا میمنہ حضرت صدیقؓ کی ماتحتی میں تھا۔ حضرت صدیقؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن (جو اس وقت مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے) اس لڑائی میں کافروں کے ساتھ آئے تھے، میدان جنگ میں بڑھے تو حضرت صدیقؓ تلوار کھینچ کر اپنے لخت جگر کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کے لئے گئے مگر وہ زد سے بچ کر نکل گئے (استیعاب لابن عبدالبر)

بدرؔ کی لڑائی سے جب کفار قید ہو کر آئے تو حضرت صدیقؓ نے ان کے قتل

لہ اس کے بالمقابل ایک دوسرا واقعہ اس غزوہ کا یہ ہے کہ حضرت ابوحذیفہ اپنے باپ عتبہ کے مقابلہ میں گئے۔ اشداء علی الکفار کی تصدیق ان حضرات کے ہر ہر عمل سے ہوتی ہے

کی رائے سے اختلاف کیا اور فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی رائے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی رائے پر عمل کیا۔ اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی اگرچہ نتیجہ میں حضرت فاروق رضؓ کی فضیلت[1] اس معاملہ میں غالب رہی۔

غزوۂ اُحد

جو شوال ۳ھ میں ہوا اس غزوہ میں جبکہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کافروں کی فوج مسلمانوں کے لشکر کے بیچ میں آگئی جس کی وجہ سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے درمیان میں جدائی ہوگئی۔ اور اسی کے ساتھ یہ قیامت خیز خبر بھی کفار نے مشہور کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے جو مسلمان جہاں تھا وہیں گھر کر رہ گیا۔ اس وقت سوا حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت سعدؓ کے کوئی آپ کے پاس نہ تھا مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر اور صحابہ کرام آپؐ کے پاس پہنچ گئے ان پہنچنے والوں میں سب سے پہلا نمبر حضرت صدیق رضؓ کا تھا۔

جب آنحضرتؐ لڑائی ختم ہونے کے بعد پہاڑ پر چڑھے تو حضرت صدیق رضؓ اس وقت بھی جاں نثاری کے لئے ساتھ رہے۔ جب دوبارہ کافروں کی آمد سن کر آپؐ نے پھر تیار ہو جانے کا حکم دیا تو باوجودیکہ صحابہ کرام بہت زخمی اور خستہ تھے مگر حکم پاتے ہی ستر آدمی فوراً تیار ہو گئے جن میں حضرت صدیق بھی تھے یہ مستعدی خدا کو اس قدر پسند آئی کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر فرمایا: الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح۔[2]

غزوہ خندق و خیبر

غزوہ خندق میں خندق کے ایک جانب کی حفاظت حضرت صدیق رضؓ کے

---

[1] دیکھو آئندہ صفحات میں حالات حضرت فاروق رضؓ [2] ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور

سپرد تھی اور اس طرف سے کوئی کافر عبور کرتے نہیں پایا۔
غزوۂ خیبر میں ایک روز حضرت صدیقؓ سردار لشکر بنا کر بعض قلعوں کو فتح کرنے کیلئے بھیجے گئے اگرچہ اس روز فتح نہیں ہوئی لیکن اس روز کی لڑائی نے یہودیوں کا غرور ایک حد تک توڑ دیا بالآخر حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر فتح پائی

متفرق واقعات

(۱) سریہ بنی فزارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو سردار لشکر بنا کر بھیجا۔ بڑی فتح پائی اور قیدی بہت ہاتھ آئے۔

(۲) فتح مکہ میں اپنے والد کو مسلمان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے فرمایا تم نے ان کو بڑھاپے میں کیوں تکلیف دی میں خود آجاتا

ف: صحابہ کرام میں سوا حضرت صدیقؓ کے کوئی نہیں جس کی چار پشت صحابی ہوں، ماں باپ بھی بیٹے بھی، پوتے بھی۔

(۳) ۹ھ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کو امیر حج بنایا اور سورۂ براۃ کی تبلیغ بھی انہی کے متعلق کی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اہل عرب کا دستور ہے کہ اس قسم[1] کی تبلیغ یا تو اصل شخص خود کرتا ہے یا اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ورنہ قابل اعتبار نہیں ہوتی، لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؓ کو

---

[1] سورہ براۃ میں کفار مکہ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ تم سے اور مسلمانوں سے جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں ہوا تھا وہ ختم ہو چکا لہٰذا اب تم خدا اور رسول کی ذمہ داری میں نہیں ہو

بماتحتی حضرت صدیق رضؓ کے سورہ براۃ کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ چنانچہ خطبہ حج (جو خاص کام امیر حج ہی کا ہے) حضرت صدیق رضؓ ہی نے پڑھا۔

(۴) غزوہ تبوک میں لشکر کا جائزہ لینا اور لشکر کی امامت کرنا یہ دونوں کام حضرت صدیق کے سپرد کیے گئے۔ اسی غزوہ میں حضرت صدیق نے کُل مال اپنا سامانِ جہاد درست کرنے کے لئے دیا تھا۔

(۵) ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک تجارتی قافلہ ملکِ شام سے آیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ لوگ اس قافلہ کی آمد سن کر خطبہ چھوڑ کر چلے گئے۔ کیونکہ اس وقت غلہ کی ضرورت بہت زیادہ تھی۔ اس پر یہ آیت عتاب کی اتری۔ واذا راو تجارۃ او لھوا ن انفضوا الیھا وترکوک قائما [1]۔ مگر حضرت صدیق ان بارہ اشخاص میں تھے جو مسجد سے نہیں ہٹے۔

(۶) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں مبتلا ہوتے تو حضرت صدیق رضؓ کے فضائل بیان فرمائے اور حکم دیا کہ مسجد میں جن کے دروازے ہیں سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر صدیق رضؓ کے پھر ان کو اپنی جگہ پر امام نماز [2] بنا دیا۔

---

[1] ترجمہ:۔ اور جب یہ لوگ کوئی تجارت یا کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ دیتے ہیں اگرچہ اس قسم کے عتاب معلمانہ ہیں دستاویز طعن نہیں بن سکتے مگر جن پر یہ بھی نہ ہو ان کی فضیلت اس معاملہ میں ظاہر ہوتی۔ [2] حضرت صدیق رضؓ کو آخر وقت میں امام نماز بنانے کی روایت بکثرت راویوں نے روایت کی ہے محدثین نے اس کو متواتر لکھا ہے تواتر لفظی نہیں مگر تواتر معنوی تو یقینی ہے اس آخری وقت کے علاوہ بھی جب کبھی آنحضرتؐ خود امامت نہ کر سکتے تو حضرت صدیق رضؓ کو امامت کا حکم دیتے جب آپ قبیلہ بنی عمر بن عوف میں صلح کرانے کو تشریف لے گئے تو حضرت بلال رضؓ کو فرما گئے کہ نماز کا وقت آ جائے تو ابوبکر کو اپنا امام بنانا غزوہ تبوک میں لشکر کا جائزہ لینے میں بھی ایسا ہوا۔

جو کھلا ہوا اشارہ ان کی خلافت کا تھا۔ نیز اس بیماری میں آپؐ نے ان کے لئے خلافت نامہ لکھوانے کا کاغذ وغیرہ طلب فرمایا مگر پھر کسی مصلحت[۱] سے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا سوائے[۲] ابوبکر کے اور کسی کے لئے خدا کی مشیت نہ ہوگی اور مسلمان بھی راضی نہ ہوں گے۔ (صحیح مسلم صحیح بخاری)

۷ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام ان کا ادب کرتے اور اگر کسی سے ادب احترام کے خلاف کوئی بات صادر ہوتی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرتی اور آپ منع کرتے حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ایک بات خلاف مزاج ہوگئی تو آپ بہت ناراض ہوئے (صحیح بخاری) ایک مرتبہ کسی غیر بدری صحابی کو حضرت صدیقؓ سے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

تمشي بين يدي من هو خير منك تم اس سے آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ (استیعاب)

حضرت صدیقؓ کی خلافت کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا مجمع ہوا تاکہ کسی خلیفہ کا تقرر کریں۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو

---

[۱] غالباً وہ مصلحت یہ ہو کہ رسول خداؐ اگر حضرت صدیق کو صراحۃً خلیفہ بناتے تو لوگ یہ سمجھتے کہ خلیفہ کا تقرر امت کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ رسول کا کام ہے اور اس اعتقاد فاسق سے جو جو رخنے دین اسلام میں پڑتے ان کا اندازہ مذہب رفض کے مسئلہ امامت سے ہو سکتا ہے [۲] وحی الٰہی نے آپ کو مطلع کر دیا تھا کہ آپ کے بعد پہلی خلافت حضرت صدیق کے لئے مقرر ہو چکی ہے بعض روایات میں جو وارد ہوا ہے کہ کسی صحابی نے رسول مقبولؐ سے پوچھا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنائیں تو آپ نے شیخین کے بعد حضرت علی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا لا یعنی میں نہیں سمجھتا کہ تم علی کو پہلی خلافت کے لئے منتخب کرو گے اول تو یہ روایت مجروح ہے اور ایک راوی اس کا عبدالرحمٰن ملیا ناقابل وثوق ہے دوسرے اگر صحیح بھی ہو تو مطلب یہی ہوگا کہ تقدیر الٰہی میں پہلی خلافت ابوبکر کے لئے ہے تم علی کو پہلا خلیفہ نہیں بنا سکتے

اور ایک مہاجرین میں سے مگر دو خلیفہ کا تقرر جس قدر باعث افتراق ہوتا ظاہر ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے نظم خلافت کے درست کرنے کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دفن پر[1] مقدم فرمایا۔ اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اور پھر بعد میں اور بھی چند مہاجرین وہاں پہنچے اور انصار کو سمجھایا بالآخر سب کا اتفاق حضرت صدیق پر ہو گیا اور موجود لوگوں نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ ابتدا بیعت کی ایک انصاری سے ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

پھر دوسرے دن عام بیعت ہوئی اور تمام انصار و مہاجرین نے آپ کو خلیفہ رسول اللہ تسلیم کر لیا اور چند روز کے بعد جب آیۂ استخلاف اور آیت تمکین کے بیان کئے ہوئے اوصاف خلیفہ موعود کے ان میں پائے گئے تو سب کی

---

[1] اس لئے تجہیز و تکفین میں دیر ہونے سے عام اموات کی طرح جسم مقدس میں (العیاذ باللہ) کسی قسم کی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ البتہ خلافت کا انتظام بگڑ جاتا۔ اور کوئی ایسا شخص خلافت کے لئے منتخب ہو جاتا جس میں سیاسی قابلیت اور روحانی قوت اس درجہ کی نہ ہوتی تو اس کی اصلاح ناممکن تھی! اور جو فتنے ارتداد کے پیش آتے ان میں دین اسلام کا باقی رہ جانا اظہار ناممکن تھا پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین جیسے عظیم الشان کام کا بغیر کسی خلیفہ کی سرکردگی کے انجام پانا ہزاروں تراعیوں کا سبب بنتا مثلاً نماز جنازہ کے متعلق اختلاف ہوتا کچھ لوگ جنازہ مبارک کو حجرہ سے باہر پڑھنا چاہتے تھے اور اس میں جو قیامت برپا ہوتی ظاہر ہے کوئی آپ کو دیکھنا چاہتا کوئی روتا کوئی بے ہوش ہو جاتا عورتوں اور بچوں کا ہجوم ہوتا اور خدا جانے کیا کیا ہوتا۔ پھر مقام دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ میں لے جا کر دفن کریں جو آپؐ کا مولد ہے یا ملک شام میں جو حضرت خلیل کا مدفن ہے یا جنۃ البقیع میں جو عام کا قبرستان ہے اگر کوئی خلیفہ نہ ہوتا تو ان اختلافات کا فیصلہ کون کرتا۔ اب چونکہ حضرت صدیقؓ خلیفہ ہو گئے تھے لہٰذا انہوں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ نماز حجرہ کے اندر ہوگی دس دس آدمی اندر جائیں اور نماز پڑھ کر باہر آ جائیں اور تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ نبی کے جنازہ پر کوئی امام نہیں بن سکتا۔ وہ خود امام ہیں اور مقام دفن کے لئے حضرت صدیقؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ انبیاء علیہم السلام کی روح پاک جہاں قبض کی جاتی ہے وہیں ان کی قبر مبارک ہونی چاہیے نتیجے سب اختلافات باسانی رفع ہو گئے۔

آنکھیں کھل گئیں کہ وہ خلیفہ موعود آپ ہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ ہمارے پردہ میں پورا کیا والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت علی مرتضیٰ کے متعلق بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے بلا توقف ابتداء ہی میں بیعت کر لی تھی۔[1] اور صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مہینے کے بعد، ممکن ہے انہوں نے دو مرتبہ بیعت کی ہو پہلی بیعت مجمع عام میں نہ ہوئی ہو اس لئے عام لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے چھ ماہ کے بعد مجمع عام میں بیعت کی۔ خود حضرت علیؓ مرتضیٰ کی زبان سے جو کچھ منقول ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک لمحہ کے لئے حضرت صدیقؓ کے خلیفہ برحق ہونے میں تردد نہیں کیا۔

علامہ حافظ ابن عبد البر استیعاب میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔

عن قیس بن عبادہؓ قال قال علی ابن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی وایاما ینادی بالصلوٰۃ فیقول مروا ابابکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام وقوام الدین فرضینا

قیس بن عبادہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کئی شب و روز بیمار رہے ان دنوں میں نماز کی اذان ہوتی تھی تو آپ فرماتے تھے کہ ابوبکر کو حکم پہنچا دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ نماز اسلام کا جھنڈا

---

[1] فتح الباری جلد ہفتم ص ۳۷۹ میں ہے وقد صحح ابن حبان وغیرہ میں حدیث ابی سعید الخدری ان علیاً بایع ابابکر فی اول الامر یعنی ابن حبان اور ان کے سوا اور محدثین نے حضرت ابو سعید خدری کی اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ فتح الباری جلد ہفتم ص ۳۷۹ میں اس قول کا ذکر کر کے بہت پسند کیا۔

الدنیا فامن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابابکر

اور دین کا رکن ہے لہذا ہم نے اپنی دنیا کی پیشوائی کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو رسول خدا نے ہمارے دین کی پیشوائی کے لئے پسند فرمایا پس ہم نے ابوبکرؓ سے بیعت کر لی۔

خلافتِ صدیقی کے بابرکت کارنامے

اگرچہ آپ کا زمانۂ خلافت مختصر تھا اور ایک ایسے نازک وقت میں خلیفہ ہوئے تھے کہ کوئی فرشتہ بھی اگر ہوتا تو کچھ نہ کر سکتا مگر پھر بھی آپ نے جو کام کئے امن واطمینان کے زمانہ میں بھی اس سے بڑھ کر نہ ہو سکے چنانچہ امور درج ذیل ہیں۔

(۱) سب سے پہلا اور اہم کام رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ اور تدفین تھا جس کو حضرت صدیقؓ نے بڑی حسن وخوبی سے انجام دیا۔[۱]

(۲) صحابہ کرام پر اس قیامت کبریٰ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جو اثر تھا اس نے ان کے حواس کو مختل کر دیا تھا۔ کوئی آپ کی وفات کا منکر تھا کسی کے منہ پر مہر خاموشی لگ گئی تھی۔ کوئی بے تاب تھا۔ جیسا کہ روایت میں مذکور ہے حضرت صدیقؓ نے سب سے پہلے یہ کیا کہ حجرۂ مقدس میں تشریف لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور سے چادر ہٹا کر جبین مبارک کو بوسہ دیا اور سوزِ جگر نے یہ چند کلمات زبان مبارک پر جاری کئے وانبیاہُ واخلیلاہُ واصفیاہ[۲] بس یہ کہہ کر باہر آگئے اور ایک خطبہ پڑھا جس کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے لیئے

---

[۱] اس کا مفصل بیان صفحات سابقہ کے حاشیہ میں ہے [۲] ترجمہ ہائے میرے نبی، اے میرے دلی دوست، اے میرے برگزیدہ۔

آبِ حیات تھا۔ اس خطبہ میں آیاتِ قرآنیہ کے حوالے تھے یہ بھی آپ نے بتا دیا کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر موجود ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے ان کو معلوم ہو کہ ان کے خدا کا انتقال ہو گیا لیکن جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں وہ مطمئن رہیں کہ ان کا خدا زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اس خطبہ نے سب کو باہوش کر دیا لوگوں کو سوتے سے جگا دیا۔

(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کسی کا قرض باقی رہ گیا تھا۔ یا کسی سے آپ نے کچھ وعدہ کیا تھا اس کے ادا کرنے اور پورا کرنے کا بڑا اہتمام کیا۔ جب بحرین سے مالِ غنیمت آیا اور یہ پہلا مال تھا جو آپ کی خلافت میں آیا آپ نے اعلان کرایا کہ جس کا قرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہو یا آپ نے کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ حضرت جابرؓ آئے اور ایک وعدہ انہوں نے بیان کیا جس کو حضرت صدیق رضؓ نے پورا کیا اور ڈیڑھ ہزار درہم دیئے۔

(۴) بڑا اہتمام اس بات کا کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جو برتاؤ جس کیساتھ تھا اس کو قائم رکھا جائے، چنانچہ اُم ایمن کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تشریف لیجاتے تھے حضرت صدیق نے بھی یہ دستور جاری رکھا اور خصوصیت کیساتھ آنحضرتؐ کے متعلقین اور اہل قرابت کی دلجوئی اور ان کے اکرام و احترام کا اہتمام بلیغ فرمایا۔ حضرات حسنین یا حضرت فاطمہ یا دوسری امہات المومنین کے متعلق تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں خود اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضؓ کا ادب و احترام فرماتے تھے اور ان کو میری ماں ام المومنین کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے (طبقات ابن سعد جلد سوم)

(۵) جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی میراث طلب کی تو حضرت صدیق رضؓ

نے ان کو وہ حدیث سنائی کہ انبیاء کے مال میں میراث جاری نہیں ہو سکتی لہٰذا میراث تو نہیں البتہ میرے پاس جو جس قدر مال ہے وہ میں آپ کے لئے حاضر کئے دیتا ہوں وہ آپ ہی کا ہے۔

واقعی منصب نبوت کی تقدیس[1] اس مسئلہ میراث سے خوب ظاہر ہوئی اور یہ بہت بڑی خدمت دین پاک کی تھی جو خدا نے حضرت صدیق رضؓ سے لی۔

ف: میراث نہ ملنے سے حضرت فاطمہ کا حضرت صدیق رضؓ سے رنجیدہ ہو جانا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ میرے متعدد رسائل میں اس کی مکمل تحقیق شائع ہو چکی ہے۔

۶ جب کوئی معاملہ آپ کے سامنے پیش آتا تو اس کے فیصلہ کے لئے سب سے پہلے آپ قرآن شریف کو دیکھتے اگر قرآن سے فیصلہ نہ ہو سکتا تو پھر کوئی حدیث آپ کو یاد ہوتی تو اس سے فیصلہ کرتے ورنہ دوسرے صحابہ کرام سے دریافت کرتے کہ کسی کو اس مضمون کی حدیث یاد ہو تو بیان کرے۔ اگر کوئی حدیث مل جاتی تو بہت خوش ہوتے اور اگر کوئی حدیث بھی نہ ملتی تو پھر علمائے صحابہ کو جمع کر کے ان کی اتفاق رائے سے فیصلہ کرتے۔

چنانچہ جب دادی کی میراث کا ایک مقدمہ پیش ہوا تو قرآن شریف میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور کوئی حدیث بھی آپ کو یاد نہ تھی آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ حضرت صدیق رضؓ نے پوچھا کہ اور کوئی بھی اس حدیث کو جانتا ہے؟ محمد بن مسلم نے کہا کہ مجھے بھی یاد ہے اس پر آپ بہت خوش ہوئے اور یہی فیصلہ کر دیا۔

---

[1] اگر انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری ہوتی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کو میراث ملتی تو مخالفین اسلام کہتے کہ یہ دعویٰ نبوت اسلئے تھا کہ اس کے ذریعہ سے اپنی اولاد کے لئے مال جمع کر جائیں

علیٰ ہذا ایک مرتبہ دادا کی میراث کا مسئلہ پیش آیا اور کوئی حدیث بھی کسی کے پاس نہ نکلی اور کسی ایک بات پہ سب کا اتفاق بھی نہ ہوا تو آپ نے دادا کو باپ کے حکم میں داخل فرمایا حضرت علیؓ کے سامنے جب دادا کی میراث کا مسئلہ پیش ہوا تو فرمایا کہ جس کے حق میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو اس کو بناتا اس نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے غرض کہ حضرت صدیق ہر معاملہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اقتداء کرتے تھے اور آپ نے مجتہدین امت کو مسائل میں شرعی فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا جس پر سب کا عمل ہے۔

(۷) حضرت صدیقؓ کے عہد مبارک میں فروعات فقہیہ میں بھی مسلمان مختلف نہیں ہونے پائے جہاں کوئی اختلاف آپ نے سنا فوراً فیصلہ کر دیا اور آپ کے فیصلہ پر سب کے سر تسلیم خم ہو گئے باقی رہا عقائد کا اختلاف تو وہ صحابہ کرام میں اخیر تک پیدا نہیں ہوا اور یہ خدا کی بڑی رحمت تھی۔

قتالِ مُرتدین اور تجہیزِ جیشِ اُسامہؓ

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور طرح طرح کی بغاوتیں رونما ہوئیں بعض مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب تھا جس نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اخیر وقت میں سر اٹھایا اور آپ کو ایک خط بھی بھیجا تھا اور انہی مدعیان نبوت میں اسود عنسی بھی تھا اور سجاح نامی ایک عورت بھی تھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب مرتدوں

اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے قتال کے لئے حکم نافذ کر دیا۔

ادھر ایک بات یہ بھی درپیش تھی کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی آخری وصیت میں حکم دے گئے تھے کہ اسامہؓ[1] کا لشکر ملک شام کی طرف روانہ کر دیا جائے حضرت صدیقؓ نے اس لشکر کی روانگی کا بھی حکم دے دیا۔ مگر تمام صحابہؓ اس معاملہ میں حضرت صدیق کی رائے سے مخالف تھے کہتے تھے کہ ایسے پُرآشوب وقت میں جب کہ اندرون ملک میں متعدد قبائل سے بغاوت کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ لڑائی میں پیشقدمی کرنا بالفعل مناسب نہیں حتٰی کہ صحابہ کرام میں قتال کے سب سے زیادہ حامی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ہو سکتے تھے مگر یہ دونوں بھی حالات کی نزاکت سے متاثر تھے۔ اور لڑائی کو مصلحت نہ سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ سختی کا وقت نہیں۔ اس وقت تالیف سے کام لیجئے حضرت عمرؓ کی اس بات پر آپ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اجبّار فی الجاھلیۃ وخوّار فی الاسلام یعنی اے عمر تم جاہلیت میں تو بڑے تند خو تھے مگر اسلام میں آکر ایسے نرم ہو گئے یہ سنو تم الدین وانقطع الوحی انقص الدین وانا حی یعنی دین کامل ہو چکا وحی بند ہو چکی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے۔

---

[1] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنہ ۶ھ میں شاہان روئے زمین کو دعوت اسلام کے فرامین بھیجے تو ایک فرمان شرجیل کے نام بھی تھا جو یہ ماتحتی قیصر روم وبصریٰ وغیرہ سرحدی مقامات کا فرمانروا تھا اس نے اپنے غرور کی بدمستی میں فرمان عالی کا جواب دینے کی بجائے آپ کے قاصد کو قتل کر دیا اسکے انتقام میں آپ نے جمادی الاولیٰ سنہ ۸ھ کو ایک فوج ۳ ہزار کی بھیجی سردار لشکر حضرت زید بن حارثہ کو بنایا جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور فرمایا کہ زید شہید ہوئیں تو جعفر طیار (حضرت علی کے حقیقی بڑے بھائی) وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو سرداری ملے وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر اپنے انتخاب سے کسی کو سردار بنا لینا چنانچہ یہ تینوں شہید ہو گئے اور صحابہ کرام نے اپنے انتخاب میں حضرت خالد کو سپہ سالار بنایا دشمن کی فوج ایک لاکھ سے زائد تھی خود قیصر روم بھی مدد کے لئے ایک بڑی فوج لئے ہوئے قریب کے مقام میں پڑا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے مسلمانوں کو فتح دی رومیوں کو شکست ہوئی مگر شرجیل اور اس کا ملک صحیح سالم رہا۔ لہذا انتقام ؛

اللہ اکبر حضرت صدیق رضؓ کو دین اسلام پر کیسا دعویٰ تھا معلوم ہوتا ہے کہ دین پاک کے اکلوتے وارث وہی تھے۔

حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق رضؓ کی باتیں سُن کر میں تو سمجھ گیا کہ اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے بھی اسی قسم کی گفتگو حضرت صدیق رضؓ سے ہوئی مگر حضرت صدیق نے کسی کی کچھ نہ سنی اور مخالفت و ملامت کی کچھ پرواہ نہ کی اور حکم دیا کہ میری اونٹنی لاؤ میں خود قتال مرتدین کے لئے جاتا ہوں اور فرمایا کہ اسامہ کا لشکر ابھی روانہ ہو خدا کی قسم اگر چیل کوے میرا گوشت نوچ ڈالیں تب بھی میں اس لشکر کو نہ روکوں گا جس کی روانگی کا حکم آنحضرتؐ دے گئے تھے چنانچہ فی الفور وہ لشکر روانہ ہو گیا اور آپ اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے آگے بڑھ کر آپکی اونٹنی کی مہار پکڑ لی کہ یا خلیفہ رسول اللہ ہمارا مقصود آپ کی حکم عدولی نہ تھی ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ بطور مشورہ کے تھا ورنہ جو حکم آپ دیجئے اطاعت کی جائیگی (تاریخ الخلفاء)

چنانچہ قتال مرتدین کے لئے بھی فوجیں روانہ ہو گئیں جو فوج جس طرف جاتی ہے فتح و نصرت ساتھ ہے اقبال ہمرکاب ہے ہر طرف سے تھوڑے ہی دنوں میں فتح و کامیابی کی خبریں آنے لگیں اور اسلام میں جو ایک مہلک وبا پھیلنے کو تھی ایک دم فنا ہو گئی ایک سال کے اندر ہی اندر مدعیان نبوت بھی راہی جہنم کر دیئے گئے مرتدین کا قلع قمع ہو گیا حضرت اسامہ کا لشکر بھی بڑی بہادر فوجوں کو تہ و بالا کر کے بڑی کامیابی کے ساتھ واپس آ گیا۔

نتیجہ کو دیکھ کر سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی پیشین گوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸: پورا نہ ہوا اس غزدہ کا نام غزدہ موتہ بضم میم ملک شام کا شہر ہے شرحبیل کی حکومت میں تھا۔ اسی غزدہ موتہ کی کمی پوری کرنے کے لئے اسامہ کا لشکر بقصد بھیجنے کا حکم آپ نے دیا۔ اسامہ حضرت زید اولین سردار غزدہ موتہ کے فرزند ہیں۔

آیت قتال مرتدین میں سات آسمانوں کے اوپر سے اتری تھی یہ حضرت صدیق رضؓ اور ان کی افواج ہی تھیں جن کو آیت مذکورہ میں بقوم یحبّھم و یحبونہ، فرمایا گیا تھا یعنی یہ جماعت خدا کی محبوب اور محب جماعت تھی اور یہ رمز بھی سب کی سمجھ میں میں آگیا کہ ان لڑائیوں میں حضرت صدیق رضؓ کی مخالفت کیوں ہوئی اور اپنے مخلص دوستوں کی ملامت کیوں سننا پڑی اس لئے کہ آیت مذکورہ میں اس جماعت کا طرۂ امتیاز اس چیز کو قرار دیا گیا تھا لا یخافون لومة لائم یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔ حضرت صدیق رضؓ کے اس کارنامے کی ہر صحابی نے اپنے طرز بیان میں تعریف و توصیف کی حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے کہا قائم فی الردۃ مقام الانبیاء[1] حضرت ابن مسعود رضؓ نے کہا کرھناہ فی الابتداء وحمدناہ علی الانتھاء،

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ　　　بعفنی الزمان وفیہ مالم یوصف[2]

کرامت

قتال مرتدین و اہل بغاوت کے سلسلہ میں کئی واقعات تائید غیبی کے ایسے پیش آئے کہ دشمن بھی ان کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے۔

ازاں جملہ یہ کہ قبیلہ بنی بکر نے جب منذر بن ساوی کے ساتھ سازش کر کے قبیلہ عبد القیس اور بحرین کے مسلمانوں پر تاخت و تاراج کا ارادہ کیا تو حضرت صدیق رضؓ نے ایک لشکر بہ سرکردگی حضرت علاء حضرمی روانہ کیا۔ اثنائے راہ میں ایک مقام میں پانی نہ ملا اور تشنگی کی شدت سے ساری فوج کی حالت دگرگوں ہوگئی حضرت علاء حضرمی

[1] ترجمہ: حضرت صدیق مرتدوں کے معاملہ میں اس مقام پر کھڑے ہوئے جو نبیوں کے کھڑے ہونیکا تھا۔ [2] ترجمہ: ہم نے شروع میں تو ان کی کارروائی کو ناپسند کیا تھا مگر آخر میں ہم سب نے انکی شکرگزاری کی۔ [3] باوجودیکہ ان کے مداحوں نے ان کی تعریف مختلف پیرایوں میں کی ...

نے دعا مانگی جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ ایک گھوڑے نے حسب عادت زمین کو پاؤں سے کریدا تو ایک صاف شفاف چشمہ پانی کا نمودار ہوگیا یہ مقام ماء الفرس کے نام سے مشہور ہوگیا۔

ازاں جملہ یہ کہ بحرین کے معاملہ سے بفتح و فیروزی فراغت پاکر حضرت علاء حضرمی بجانب دارین روانہ ہوئے جہاں دشمن کا بڑا اجتماع تھا تو راستہ میں دریا ملا کیونکہ شہر دارین سمندر کے کنارے پر آباد تھا اس شہر پر حملہ کرنے کے لئے جہازوں کی ضرورت تھی مگر غریب مسلمانوں کو جہاز کہاں سے ملتے آخر حضرت علاء حضرمی نے سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم خشک میدانوں میں خدا کی تائید اپنے ساتھ دیکھ چکے ہو لہٰذا دریا میں بھی خدا کی مدد کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب اسی سمندر میں اپنے گھوڑوں کو ڈال دیں۔ سارا لشکر تیار ہوگیا اور چشم زدن میں پوری فوج سمندر میں تھی۔ اور ہر ایک کی زبان پر چند مخصوص دعائیہ کلمات تھے کوئی اونٹ پر سوار تھا کوئی گھوڑے پر سوار تھا کوئی خچر پر، خدا نے یہ کیا کہ سب کا پانی خشک ہو کر اسقدر رہ گیا کہ اونٹوں اور گھوڑوں کے سُم بھی پورے نہ بھیگے اور لشکر نہایت آرام اور آسانی کیساتھ کنارے پر پہنچ گیا جہاز اس راستہ کو شدید دنوں میں طے کرتا۔ اس کرشمہ قدرت کو دیکھ کر کفار مبہوت ہوگئے ایک عیسائی راہب مسلمان ہوگیا کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا کہ خدا ان کے ساتھ ہے چونکہ واقعہ نہایت عجیب تھا اس لئے شعراء نے اس پر اشعار نظم کئے چنانچہ حضرت عفیف بن منذر کے یہ دو شعر اسی واقعہ کے متعلق ہیں:

الم تر ان اللّٰہ ذلل بحرہ　　　　وانزل بالکفار احدی الجلائل

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے سمندر کو (ہمارا) فرمانبردار بنا دیا اور کافروں پر ایک بڑی مصیبت ڈالی

دعونا الذی شق البحار فجاءنا　　　　بایا عجب من فلق البحار الاوائل

ہم نے اسکو پکارا جس نے سمندروں کو پیدا کیا ہے تو اس نے ہمارے لئے اگلوں کے فلق البحر سے بھی زیادہ عجیب بات ظاہر

چوتھے مصرعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ فلق البحر کی طرف اشارہ ہے
ان کے لئے دریائے نیل میں بارہ راستے خشک بن گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں۔
کہ ہمارا یہ واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

فتوح عراق وشام

قرآن مجید میں خداوندی جلال وجبروت کے ساتھ پہلے ہی یہ خبر ساری دنیا کو سنادی گئی تھی کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ دین برحق کو تمام موجودہ مذاہب عالم پر غالب کردیں۔ قولہٗ تعالیٰ ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ

اور فطرۃً یہ ناممکن تھا کہ دنیا میں کفر کی زبردست طاقتیں مالک تاج وتخت صاحب فوج ولشکر موجود رہیں اور وہ ربانی داعظین کی زبانوں کو مساوی قوتوں سے نہ روکیں پھر ان کے تاج وتخت کے برباد ہوئے بغیر یہ مقصد خداوندی جو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہو جاتا۔

اس وقت دنیا میں کفر کی دو بڑی طاقتیں تھیں ایک ایران کی جس کا مذہب مجوسی تھا جہاں خداوند قدوس کی پرستش کی بجائے اس کی مخلوق یعنی آگ کی پرستش ہوتی تھی اور دوسری روم کی جس کا مذہب عیسائی تھا جہاں خدا کے بندے کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا اور عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا گیا تھا شاہ ایران کو کسریٰ اور شاہ روم کو قیصر عراق وغیرہ ایران کی سلطنت میں تھا اور شام وغیرہ روم کی حکومت میں تھا۔ پس گویا آیت مذکورہ میں ان دونوں سلطنتوں کا دین برحق کے علمبرداروں کے

قبضہ میں آجانا اور ان کی شوکتوں کا دین الٰہی کی سطوت کے سامنے سرنگوں ہوجانا آپؐ کی بعثت کے لوازم اور آپؐ کے معجزات میں سے قرار دیا گیا۔

ازالۃ الخفاء میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"لاجرم داعیۂ ظہور دین حق و قصد انتقام کفرہ فجرہ برہم زدن دولت کسریٰ و قیصر را آشیانۂ خود گردانید تا چوں ایں ہر دو دولت برہم خورد اعظم ادیان موجودہ و اشرآنہا برہم خوردہ باشد چوں سطوت اسلام بجائے سطوت ایں دو دولت نشیند سائر ادیان خود بخود پائمال شوکت اسلام شوند مانند پائمال بودن آنہا ایں دو دولت"

اور احادیث میں تو بہت صاف پیشگوئی ہے کہ والذی نفسی بیدہ لتفتحن کنوز کسریٰ و قیصر ثم لتنفقنھما فی سبیل اللہ۔

پس آپ کے خلیفہ راشد کے فرائض بلکہ اوصاف امتیازیہ میں سے یہ بات تھی کہ اس کے ہاتھ پر یہ پیشگوئیاں پوری ہوں اور مقصد بعثت کی تکمیل ہو چنانچہ حضرت صدیق رضؓ نے اپنی قلیل مدت کی خلافت میں جہاں اور بہت سے کام کئے وہاں یہ بھی کیا کہ ان دونوں سلطنتوں کی فتح کی بنیاد ڈال گئے ابتدا ان کے دستِ مبارک سے ہوئی اور انتہا حضرت فاروق رضؓ کے دستِ حق پرست پر گلشن اسلام میں جو بہار آئی یہ پود حضرت صدیق ہی کے ہاتھ کی لگائی ہوئی تھی۔

فتنہ ارتداد کے فرو کرنے کے بعد اپنی خلافت کے دوسرے سال یعنی سنہ ۱۲ھ میں آپ نے اسلامی فوجوں کو بجانب عراق روانہ کیا۔ ابتداءً حضرت مثنیٰ بن حارثہ کو اس کام پر مقرر کیا پھر حضرت خالد بن ولید رضؓ کو ان کی مدد کے لئے بھیجا۔

عراق میں کئی لڑائیاں ایرانیوں سے ہوئیں اور شہر حیرہ مسلمانوں کے قبضہ

میں آگیا، یہاں کے لوگوں نے امان مانگی اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

اسلامی فوجیں عراق میں مصروف کارزار تھیں کہ حضرت صدیق کے دل میں جہاد شام و روم کا داعیہ پیدا ہوا اور آپ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ایک نہایت بلیغ خطبہ پڑھا جس میں جہاد کی ترغیب تھی اور حکم دیا کہ رومیوں سے قتال کی تیاری کی جائے پھر جو فوج وہاں موجود تھی اس کو چار حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ پر حضرت عمرو بن عاص رضؓ کو سردار بنا کر براہ ایلہ بجانب فلسطین روانہ کیا اور ایک حصہ پر امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو سردار بنا کر حمص کی طرف بھیجا اور ایک حصہ پر یزید بن ابو سفیان کو سردار بنا کر دمشق کی طرف روانہ کیا اور ایک حصہ پر شرجیل بن حسنہ کو سردار بنا کر بجانب اردن بھیجا اور فرمایا کہ جب تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ تو پورے لشکر کی سرداری ابو عبیدہ کو حاصل ہو گی اس کے بعد حضرت خالد کو حکم بھیجا کہ عراق کی مہم مثنیٰ بن حارثہ کے سپرد کر کے خود جلد سے جلد ملک شام پہنچیں اور ان کو کل افواج شامیہ کا سپہ سالار اعظم مقرر فرمایا:

ہرقل بادشاہ روم نے بھی اپنی پوری طاقت مسلمانوں کے مقابلہ میں جمع کر دی اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں وہ قیامت خیز معرکہ پیش آیا جس کا نام جنگ یرموک ہے

گو جنگ یرموک حشر دیگر ۔۔۔ مگر جنگ یل یک جہاں کینہ ور

اس لڑائی میں مسلمانوں کو ایسی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی کہ رومیوں کے حواس باختہ ہو گئے جنگ سے پہلے مسیحی علماء سے صحابہ کرام کے مناظرے بھی ہوتے اور خدا کی حجت ان سب پر ایسی قائم ہوئی کہ باید و شاید۔ اس فتح کی خوشخبری حضرت صدیق رضؓ کے پاس اس وقت پہنچی جب آپ کی مقدس زندگی کا آخری رمق تھا۔

۔۔ یرموک کی لڑائی میں شکست پانے کے بعد بادشاہ روم اپنے دار السلطنت حمص سے بھاگ گیا مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کیا دشمن نے قلعہ کے دروازے بند کر لئے اور باہم یہ رائے کی کہ لڑنے کی ضرورت نہیں مسلمان خود ہی پڑے پڑے تنگ آ کر چلے جائیں گے۔ جاڑوں کا موسم تھا لہٰذا یہ بھی خیال ہوا کہ عرب کے لوگ یہاں کی سردی برداشت نہ کر سکیں گے یہاں کی سردی کے لائق ان کے پاس کپڑے بھی نہیں ہیں مگر پورا موسم سرما ختم ہو گیا اور محاصرہ اسی طرح قائم رہا اور کسی کو سردی سے بھی کوئی نقصان نہ پہنچا آخر ایک روز مسلمانوں نے اس ناممکن التسخیر قلعہ پر حملہ کی تیاری کر دی اور ایک مرتبہ سب نے مل کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اس نعرہ تکبیر کا اثر یہ ہوا کہ قلعہ میں زلزلہ آ گیا اور اس کی دیواریں گر پڑیں پھر دوسری تکبیر میں اس سے زیادہ سخت زلزلہ آیا، مضطر ہو کر اہل حمص نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی اس شرط پر صلح ہو گئی کہ ہر شخص ایک اشرفی سالانہ اور ایک جریب گیہوں جزیہ دیا کریں۔ اس قسم کے خوارق عادات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بکثرت ظاہر ہوئے اور حق یہ ہے کہ عہد نبوت اور عہد خلافت راشدہ خاصہ کی قیامت انگیز فتوحات کے اسباب اگر کوئی شخص ظاہری حالات اور مادی آلات میں تلاش کرنا چاہے تو اس کو سوا حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا اصلی باب ان کی فتوحات کے ان کی قوت ایمانی اور اسی قسم کی تائید ربانی میں مضمر ہیں؎

این قدر مستی و مدہوشی نہ حد بادہ بود   با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

المختصر[1] یرموک، دمشق اور شام کے بعض اور شہر حضرت صدیق کے زمانہ میں فتح ہو چکے تھے۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ عراقی فوجیں ملک ایران میں

---

[1] یرموک اور دمشق کی فتح بعض مورخین نے عہد فاروقی میں بیان کی ہے مگر حضرت شیخ ازالۃ الخفاء میں ان کو عہد صدیقی میں شمار کرتے ہیں۔ باقی صفحہ ۵۶ پر

اور شامی فوجیں ملکِ روم میں، لیظهره علی الدین کله کے دلربا مناظر دنیا کو دکھا رہی تھیں کہ یکایک دربارِ خداوندی سے حضرت صدیق کے لئے خطاب آگیا کہ یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربک راضیة مرضیة[1] فادخلی فی عبادی ادخلی جنتی اور آپ خلافت کی باگ حضرت فاروق کے بااقتدار ہاتھوں میں سپرد کر کے راہیِ جنت ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنه وارضاهُ

حضرت صدیقؓ کی معیشت

اسلام سے پہلے مکہ کے بڑے تاجروں میں آپ کا شمار تھا صاحبِ ثروت و دولت تھے کپڑے کی تجارت کرتے تھے مگر اسلام کے بعد ساری دولت خدا کے کاموں میں خدا کے رسول کی مرضی کیمطابق صرف کر دی حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ پہننے کو نہ کرتا تھا نہ تہبند ایک کمبل اوڑھا جس میں بجائے گھنڈی تکمہ کے کانٹے لگائے تھے ہجرت کے بعد بھی تجارت کا سلسلہ بقدرِ ضرورت قائم کیا تھا جس کی آمدنی آپ کے گذران کے لئے کافی ہوتی تھی۔ خلافت کے بعد کچھ دنوں تک تو یہ سلسلہ قائم رہا مگر حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے اس سلسلے کو قائم نہ رہنے دیا کہ مہماتِ خلافت میں اس سے خلل پڑے گا اور مسلمانوں سے مشورہ لیکر بیت المال سے آپ کا وظیفہ بقدر

(حاشیہ صفحہ ۵۵ سے آگے)، اور صحیح یہی ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح اور بعض فتوحات مقامات کے لوگ بغاوتیں کرتے تھے اسی طرح مقامات مذکورہ بھی بغاوت ہوئی اور حضرت فاروقؓ نے دوبارہ ان کو فتح کیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں بالجملہ فتح دمشق و یرموک بر دست دے (خالد بن ولید) واقع شدہ بر قیصر ہزیمت افتاد و فراست صدیق اکبر در تفویض منصب امیر الامرائی بخالد بن ولید تیر برنشانہ زد مورخان بار دیگر فتح دمشق و یرموک در زمان فاروق اعظم تقریر می کنند وجہ جمع آنست کہ این فتوح مکرر واقع شدہ واللہ اعلم۔

[1] یہ ایک آیت قرآنی ہے ترجمہ یہ ہے۔ اے نفس چل اپنے رب کے پاس تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

قوت لایموت مقرر کیا یعنی ڈھائی ہزار درہم سالانہ (ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے) ایک وقت بی بی صاحبہ نے کہا کچھ میٹھا کھانے کو جی چاہتا ہے فرمایا اب میں بیت المال سے زیادہ نہیں لے سکتا جو وظیفہ ملتا ہے اس میں سے کچھ روزانہ بچاؤ تھوڑے دنوں میں کوئی میٹھی چیز پکا لینا چنانچہ چند روز کے بعد بی بی صاحبہ نے کوئی میٹھی چیز تیار کر کے سامنے رکھی تو آپ نے پوچھا کہ روزانہ کسقدر بچایا تھا؟ بی بی صاحبہ نے کوئی مقدار بتائی تھی۔ فوراً لکھ بھیجا کہ اتنی مقدار میرے وظیفہ سے کم کر دی جائے کیونکہ بغیر میٹھا کھائے ہوئے زندگی بسر ہو سکتی ہے۔

اپنی بیماری میں حضرت عائشہ سے فرمایا کہ دیکھو ایک دودھ دینے والی اونٹنی اور ایک برتن، ایک چادر ایک لونڈی جو بیت المال سے مجھے دی گئی تھی اس کو بیت المال میں واپس کر دینا چنانچہ حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس واپس بھیجیں تو انہوں کہا، اے ابوبکر اللہ کی رحمت آپ پر ہو آپ نے اپنے جانشین کے لئے مشکل نمونہ چھوڑا۔ قریب وفات فرمایا کہ عمر بن خطاب نے نہ مانا اور بیت المال سے مجھے وظیفہ دلایا یہاں تک چھ ہزار درہم بیت المال کے اب تک میرے ذمہ صرف ہو چکے اچھا میرا فلاں باغ بیچ کر یہ رقم بیت المال میں داخل کر دینا مگر حضرت عمرؓ نے ان کی وفات کے بعد ان کے وارثوں سے فرمایا کہ اب میں ان کی امر ہوں میں اس رقم کو تم پر واپس کرتا ہوں (طبقات ابن سعد مطبوعہ جرمنی جلد سوم)

اپنے کفن کے لئے وصیت فرمائی کہ یہی لباس جو میں پہنے ہوں میرا کفن ہوگا ایک جگہ اس میں زعفران کا رنگ ہے اس کو دھو ڈالنا دنیا سے بالکل پاک دامن گئے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے کسی قرابت دار کو کوئی عہدہ نہیں دیا کسی مقام کا افسر

(حاشیہ صفحہ ۵۶ سے آگے) پھر داخل ہو میرے خاص بندوں کی محفل میں اور داخل ہو میری جنت میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا کہ بوقت موت فرشتے تم سے یہ کہیں گے

نہیں بنایا۔ اپنے عہد خلافت کے لئے نامزد کیا تو نہ اپنے بیٹے کو نہ کسی اور عزیز قریب کو دنیا کو دکھلا گئے کہ انبیا علیہم السلام کے جانشین ایسے ہوتے ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد بیت المال دیکھا گیا تو بالکل صاف تھا تھیلیاں جھاڑی گئیں تو ایک تھیلی سے ایک درہم نکلا جو اتفاقاً رہ گیا تھا امن اور باہمی اتفاق کا یہ حال تھا کہ فاروق اعظمؓ جو اس وقت قاضی مدینہ تھے فرماتے ہیں کہ پورا پورا مہینہ گزر جاتا تھا اور دو مقدمے بھی نہ آتے تھے۔ (طبقات جلد ۳)

حضرت صدیقؓ کے فضائل کی چند آیات و احادیث

قرآن مجید میں کچھ آیتیں تو وہ ہیں جن میں بالعموم صحابۂ کرام یا مہاجرین وانصار کی مدح کی گئی ہے ان آیات کے عموم میں حضرت صدیقؓ کا داخل ہونا یقینی ہے اور کچھ آیتیں وہ ہیں جن میں خلفائے راشدین کی خلافت کا بیان اور ان کے فضائل کا تذکرہ ہے ان آیات کے بھی مصداق حضرت صدیقؓ ہیں مگر ان دونوں قسم کی آیتوں کی تفسیر میں میرے مستقل رسالے شائع ہو چکے ہیں جس کا جی چاہے ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کرے۔ اور کچھ آیتیں وہ ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت صدیق کے فضائل کا بیان ہے اس مقام پر اسی تیسری قسم کی چند آیتوں کا حوالہ دیا جاتا ہے

آیات

(۱) آیات غار جس میں حضرت صدیقؓ کی سفر ہجرت میں رفاقت اور ان کی بے نظیر فضیلت کا بیان ہے اس آیت کی تفسیر بھی ایک مستقل رسالہ میں ہو چکی ہے جس کا نام تفسیر آیات مدح مہاجرین ہے۔

(۲) آیت قتال مرتدین جس میں حضرت صدیقؓ اور ان کے فرمانبرداروں کو خدا نے اپنا محب محبوب فرمایا اور فرمایا کہ وہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں اور راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اس آیت کی تفسیر بھی ایک مستقل رسالہ میں ہو چکی ہے جسکا نام تفسیر آیۃ قتال مرتدین ہے۔

(۳) وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی (ترجمہ) اور بچایا جائیگا دوزخ کی آگ سے وہ بڑا متقی جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرتا رہے۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق کی شان میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کیا اور پے درپے سات غلاموں کو جو مسلمان ہو جانے کے سبب ستائے جاتے تھے مول لیکر آزاد کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت صدیقؓ کو اتقی یعنی بڑا متقی فرمایا اور ایک دوسری آیت میں ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم میں خدا کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو اتقی ہو دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا کے نزدیک حضرت صدیقؓ کی بزرگی تمام صحابہ سے زیادہ ہے۔

(۴) ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ۔

ترجمہ! جو تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اپنے قرابت والوں کو دینے سے انکار نہ کریں۔ باتفاق مفسرین یہ آیت بھی حضرت صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ حضرت صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی اور قرآن شریف میں ان کی پاکی نازل ہوئی تو حضرت صدیقؓ نے مسطح کو جو ان کے قرابتدار تھے اور اس تہمت میں شریک تھے دینا موقوف کر دیا اور اس سے پہلے ان کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے آیت کے نازل

ہونے کے بعد حضرت صدیقؓ نے پھر ان کو دینا شروع کر دیا اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان کو بزرگی والا فرمایا۔ احادیث صحیحہ بھی آپ کے مناقب میں بہت ہیں چند درج ذیل کی جاتی ہیں۔

احادیث

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امنّ الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابابکر ولو کنت متخذاً خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلاً ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر (صحیحین)

حضرت ابو سعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! بتحقیق سب سے زیادہ اپنی رفاقت اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ان سے اسلام کی اخوت اور محبت ہے مسجد میں سوا ابوبکرؓ کے اور کسی کی کھڑکی نہ باقی رکھی جائے۔ (بخاری ومسلم)

ف: یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اس طویل خطبہ کا جو وفات سے پانچ دن پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا۔ علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔ (یعنی تواتر معنوی) کیونکہ حسب ذیل صحابہ کرام اس کے راوی ہیں۔ ابن عباسؓ [1]، ابن زبیرؓ [2]، ابن مسعودؓ [3]، جندبؓ [4] بن عبداللہ براءؓ [5] بن عازب، کعبؓ [6] بن مالک، جابرؓ [7] بن عبداللہ، انسؓ [8] بن مالک، ابو واقدیؓ [9] لیثی ابو المعلّیٰ [10]، ام المومنین حضرت عائشہؓ [11]، ابو ہریرہؓ [12]، ابن عمرؓ [13]، ابو سعیدؓ [14] خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [1]

[1] ان چودہ صحابہ کرام کے علاوہ حضرت علیؓ بھی اس حدیث کے راوی ہیں کما فی المشکوٰۃ مگر علامہ سیوطی سے نام رہ گیا۔

ترمذی کی روایت میں اتنا لفظ اور زیادہ ہے کہ ہر ایک کے احسان کا بدلہ ہم نے ادا کر دیا سوا ابوبکرؓ کے کہ ان کے احسان کا بدلہ قیامت کے دن خدا دے گا۔

عن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثہ علی جیش ذات السلاسل قال فاتیتہ فقلت ای الناس احب الیک قال عائشۃ قلت من الرجال قال ابوھا (صحیحین)

حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ ذات السلاسل پر سردار بنا کر بھیجا، تو وہ کہتے ہیں میں حضرت کے پاس گیا اور میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ کو محبت کس سے ہے آپ نے فرمایا عائشہ سے میں نے کہا مردوں میں فرمایا ابوبکرؓ سے (بخاری، مسلم)

ف: رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں حضرت عمرو بن عاص کو سردار لشکر بنایا تو ان کو خیال ہوا کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں اس پر انہوں نے یہ سوال کیا، جواب سے اپنے خیال پر بڑی ندامت ہوئی۔

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارحم امتی بامتی ابوبکر (ترمذی)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ میری اُمت پر مہربان ابوبکرؓ ہیں (ترمذی)

عن ابن عمرؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض (ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھ رہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ رہو گے (ترمذی)

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیه وسلم لا ینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یؤمهم غیره (ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جماعت میں ابوبکرؓ موجود ہوں اس کے لئے زیبا نہیں کہ ابوبکر کے سوا کوئی دوسرا امامت کرے۔ (ترمذی)

عن جبیر بن مطعمؓ قال اتت النبی صلی اللہ علیه وسلم امرأة فکلمته فی امرها ان ترجع الیه قالت یارسول اللہ ارایت ان جئت ولم اجدك کانها ترید الموت قال فان لم تجدینی فأتی ابابکر (صحیحین)

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپؐ سے اس نے کسی معاملہ میں گفتگو کی آپ نے اس کو حکم دیا کہ پھر آنا اس نے کہا یارسول اللہ یہ فرمائیے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ کی وفات ہو جائے تو کس کے پاس جاؤں فرمایا کہ پھر ابوبکرؓ کے پاس جانا (بخاری ومسلم)

ف:۔ یہ حدیث اور نیز اس سے اوپر کی حدیث حضرت صدیقؓ کی خلافت پر روشن دلیل ہے دوسری حدیث میں جو مضمون ہے اس کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ ان کو بنی مصطلق کے لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ کے بعد ہم اپنی زکوٰۃ کس کو دیں آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کو پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کا نام آپ نے بتایا اور معجم اسمٰعیلی میں سہل بن ابی حثمہؓ سے اور معجم طبرانی میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کچھ اونٹ مول

لئے اور قیمت کا وعدہ فرمایا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کے بعد کون ادا کرے گا فرمایا ابوبکر اور ان کے بعد عمر اور ان کے بعد عثمان کا نام بتایا۔ اور ریاض النضرۃ میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ ایک یہودی سے آپ نے کچھ قرض لیا اس نے پوچھا کہ اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو کس کے پاس جاؤں آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کے پاس جانا اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کا نام بتایا۔

عن علی بن ابی طالبؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر وعمر سیدا کھول اھل الجنۃ ما خلا النبیین والمرسلین	حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر و عمر جنت کی بڑی عمر والوں کے سردار ہیں سوا انبیاء و مرسلین کے (ترمذی)

ف: یہ حدیث حضرت علیؓ سے متعدد سندوں کیساتھ منقول ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بروایت شعبی مروی ہے اور زوائد مسند میں بروایت سیدنا حسنؓ اور پھر ترمذی بروایت سیدنا زین العابدینؒ نیز حضرت علیؓ کے علاوہ صحابہ بھی اس حدیث کے ناقل ہیں چنانچہ ترمذی میں حضرت انسؓ سے اور ابن ماجہ میں حضرت ابوجحیفہ سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنت میں جو لوگ بڑی عمر کے ہوں گے حضرت ابوبکر و عمر ان کے سردار ہوں گے اس لئے کہ جنت میں کوئی بڑی عمر کا نہ ہوگا سب نوجوان ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی گئی اسوقت جو مستحقین جنت بڑی عمر کے تھے ان کے سردار ہوں گے ایسا ہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے کہ حضرات حسنینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

عن علی ابن ابی طالب قال خیر الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر (صحیح بخاری)
حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ۔ (صحیح بخاری)

ف :۔ یہ قول حضرت علی مرتضیٰ کا ہے جس کو ان سے اسی آدمیوں نے روایت کیا ہے (دیکھو ازالۃ الخفاء و منہاج السنۃ) اور ظاہر ہے کہ کسی کا افضل امت ہونا کوئی عقلی بات نہیں ہے۔ جو اپنی رائے سے کہی جاسکے لہذا ضروری ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا ہو جیسا کہ اصول حدیث میں تمام صحابۂ کرام کے متعلق طے ہو چکا ہے۔

عن ابن عمرؓ کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہٗ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان (صحیح بخاری)
حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ (صحیح بخاری)

ف :۔ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کسی قول یا فعل کا رواج ہو اور اس پر ممانعت نہ کی جائے تو یہ بھی ایک قسم کی شرعی اجازت ہے مگر یہاں اس اصول سے کام لینے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ طبرانی کی روایت میں اس حدیث کے اندر یہ مضمون بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس مقولہ کو سنتے تھے اور انکار نہ فرماتے تھے۔ (فتح الباری ص ۱۳۳)

عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم لا ادری ما بقائی فیکم
حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم

فاقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر و عمر (ترمذی)

لوگوں کے درمیان کس قدر ہے لہذا اقتدا کرنا ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی۔(ترمذی)

حضرت صدیقؓ کے کلمات طیّبات

اگر حدیث کی کتابوں سے آپ کی وہ نصیحتیں جو وقتاً فوقتاً آپ نے مسلمانوں کو کیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں[1] ان کو سنائیں یا خطبے پڑھے یا معارفِ الٰہیہ بیان فرمائے منتخب کئے جائیں تو ایک ضخیم مجلد تیار ہو جائے مگر اس جگہ تبرکاً کچھ کلام آپ کا نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) فرمایا کہ میں پاکی بیان کرتا ہوں اس ذات کی جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راستہ اپنی معرفت کا نہیں رکھا سوا اس کے کہ اس کی معرفت سے عاجز ہو جائیں۔ امام الصوفیہ حضرت جنید بغدادیؒ اس کلام کی نسبت فرماتے ہیں: اشرف کلمۃ فی التوحید

(۲) فرمایا کہ جو شخص اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اس کو طلب دنیا کی فرصت نہیں ملتی انسانوں سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔

(۳) مرض وفات میں لوگ عیادت کو آئے اور کہنے لگے اے خلیفہ رسول اللہ کسی طبیب کو آپ کے لئے بلایا جائے تو فرمایا "طبیب تو مجھے دیکھ چکا ہے" لوگوں نے پوچھا کہ پھر طبیب نے کیا کہا، فرمایا "اس نے کہا: انی فعال لما یرید"

(۴) فرمایا کہ جب میں کسی شرابی کو گرفتار کرتا ہوں تو دل میں یہ آرزو پیدا ہوتی کہ اللہ اس کی ستر پوشی کرے۔ اور کسی چور کو گرفتار کرتا ہوں اس وقت بھی یہی خواہش دل میں ہوتی ہے۔" اللہ اکبر کس قدر شفقت خلق اللہ پر تھی۔

---

[1] تقریباً ایک سو بچاس احادیث نبویہ آپ کی روایت کی ہوئی کتب احادیث میں ہیں (ازالۃ الخفا

⑤ فرمایا "اللہ کی قسم مجھے کبھی خلافت کی خواہش نہ تھی نہ میں نے کبھی اللہ سے اس کو طلب کیا، نہ پوشیدہ نہ آشکارا۔

⑥ ایک روز ایک پرندے کو آپ نے درخت پر دیکھا، فرمایا" اے پرندے تجھے خوشی ہو اللہ کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی تیرے مثل ہوتا تو جس درخت پر چاہتا ہے بیٹھ جاتا ہے اور جو پھل چاہتا ہے کھالیتا ہے اور تیرے اوپر نہ کوئی حساب ہے نہ عذاب، اے کاش! میں سڑک کے کنارے کا درخت ہوتا کسی اونٹ کا میرے اوپر گذر ہوتا، اور مجھے اپنے منہ میں رکھ کر چبا لیتا پھر میں مینگنی بن کر نکل جاتا۔ انسان نہ ہوتا۔ اللہ رے خوف خدا۔

⑦ ایک مرتبہ ایک شکار آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا۔ جب کوئی شکار مارا جاتا ہے یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی تسبیح ضائع کر دی۔

⑧ بسا اوقات اونٹ پر سوار ہوتے اور مہار گر جاتی تو اونٹ کو بٹھا کر اترتے اور مہار کو خود اٹھاتے۔ لوگ کہتے کہ حضرت آپ نے ہمیں حکم کیوں نہ دیا ہم اٹھا دیتے تو فرماتے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ کسی انسان سے کچھ سوال نہ کرو۔

⑨ عبداللہ بن حکیم کہتے ہیں کہ ایک روز صدیق رضؓ نے خطبہ پڑھا جس میں حسب ذیل ارشادات تھے اے لوگو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور اللہ کی تعریف ایسی کرو جس کا وہ سزاوار ہے اور امید و خوف دونوں کو ملحوظ رکھو اور دعا مانگنے کے ساتھ الحاف[1] بھی اختیار کرو۔ دیکھو خدا نے زکریا اور ان کے گھر والوں

---

[1] الحاف کے معنی ہیں چمٹ جانا۔ تم نے دیکھا ہوگا یعنی بھکاری فقیر چمٹ جاتے ہیں بغیر لئے نہیں چھوڑتے۔ دھونی رما کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہ اس قدر دے کے ہٹیں گے۔

کی تعریف میں فرمایا: انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا و رھبا وکانوا لنا خاشعین[1] اے اللہ کے بندو خوب سمجھ لو! اللہ نے اپنے حق میں تمہاری جانوں کو گروی کر دیا ہے اور اس پر تم سے عہد لئے ہیں۔ اور تم سے قلیل فانی (یعنی دنیا) کو بعوض کثیر باقی (یعنی جنت ونعیم آخرت) کے مول لیا ہے۔

یہ اللہ کی کتاب تم میں موجود ہے جس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے جس کی روشنی کبھی گل نہ ہوگی۔ لہٰذا تم کلام الٰہی کی تصدیق کرو، اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہو اور تاریکی والے دن کے لئے اس سے بینائی حاصل کرو تم کو اللہ نے اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر کراماً کاتبین (یعنی اعمال کے لکھنے والے فرشتوں) کو مسلط کیا ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ فرشتے جانتے ہیں اے اللہ کے بندو تم ہر صبح اور ہر شام (یعنی ہر لحظہ) اس میعاد سے قریب ہوتے جاتے ہو جس کا علم تم سے غائب ہے پس اگر تم سے ہو سکے کہ تمہاری عمریں اس حال میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے کام میں مشغول ہو تو ایسا ہی کرو مگر اللہ کی مدد کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکتے (لہٰذا اللہ سے مدد مانگو) اے لوگو اپنی عمر کی مہلتوں میں نیکیوں کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ تمہاری عمریں ختم ہو جائیں۔ اور تم کو اپنی بداعمالیوں سے سابقہ پڑے۔ کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں غیروں کے لئے صرف کر دیں اور اپنی جانوں کو فراموش کر دیا میں تم کو منع کرتا ہوں کہ تم ایسے نہ بنو۔

(۱۰) حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق رضؓ کبھی خطبہ میں انسان کی پیدائش کا حال بیان فرماتے اور فرماتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجاست سے نکلا ہے (یعنی ایک مرتبہ

---

[1] وہ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے تھے اور ہم کو امید وخوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرتے تھے۔

صلب پدر سے اور ایک مرتبہ شکم مادر سے) اس وقت کیفیت یہ ہوتی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو نجس سمجھنے لگتا۔

(۱۱) فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔

(۱۲) ایک روز اپنے خطبہ میں فرمایا کہ وہ حسین کہاں گئے جن کے چہرے خوبصورت تھے جن کو اپنی جوانی پہ ناز تھا وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہر آباد کئے تھے قلعے بنائے تھے وہ بہادر کہاں گئے جو میدان جنگ میں ہمیشہ غالب رہتے تھے زمانہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہیں۔

(۱۳) جہاد شام کی ترغیب میں جو خطبہ پڑھا تھا اس کا ایک جملہ یہ تھا:
اے لوگو! خوش ہو جاؤ یقین ہے کہ اللہ اس کام کو پورا کرے گا یہاں تک کہ روغن زیتون کی تمہارے یہاں افراط ہو جائے گی۔

(۱۴) فرمایا کرتے تھے خبردار کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجہ کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

(۱۵) فرمایا کرتے تھے: ہم نے بزرگی تو تقویٰ میں پایا، اور توانگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں۔

(۱۶) ایک روز خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا!
"پار سال گرمیوں میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ یہ کہہ کر رونے لگے پھر فرمایا پار سال گرمیوں میں میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور پھر رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش اور

دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرو۔

(۱۸) فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ کے بندو آپس میں قطع تعلق نہ کرو بغض نہ رکھو ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی ہو کے رہو۔ جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے

(۱۹) فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنے لونڈی غلاموں کو اولاد کی طرح رکھو ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔

(۲۰) اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے حق دکھا اور حق کی پیروی کی توفیق دے اور مجھے باطل کی پہچان دے اور اس سے بچنے کی توفیق دے اور حق و باطل کو میرے اوپر مشتبہ نہ کرنا ورنہ میں ہوائے نفسانی کا تابع ہو جاؤں گا

(۲۱) اخیر وقت میں حضرت عائشہ رض نے کوئی درد انگیز حسرت آمیز شعر پڑھا تو فرمایا یہ نہ کہو بلکہ یہ آیت پڑھو:

وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ما کنت منہ تحید

یعنی "آگئی غفلت موت کی حق کے ساتھ یہی وہ چیز ہے جس سے اے انسان تو بھاگتا تھا۔"

امیر المومنین فاروق اعظم عُمر ابن خطابؓ

نام مبارک آپ کا عُمر ہے اور لقب فاروق[1]، کنیت ابو حفص، نسب آپکا نویں پشت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نویں پشت میں ایک نام کعب کے دو فرزند تھے مرہ اور عدی۔ مرہ کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عدی کی فاروق اعظم۔

ولادت سراپا بشارت آپ کی واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی، عمر آپ کی بھی تریسٹھ برس کی ہوئی۔ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام لائے ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔

رنگ آپ کا سفید مائل بہ سرخی تھا، مگر قحط سالی میں ناموافق غذا کے استعمال سے رنگ میں سیاہی آگئی تھی۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ قد مبارک دراز تھا۔ جب لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے معلوم ہوتا کہ گویا سواری پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

بڑے بہادر اور طاقت ور تھے۔ اسلام سے پہلے جیسی شدت کفر میں تھی اسلام کے بعد ویسی ہی شدت اسلام میں ہوتی ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منصب وزارت پر رہے اور حضرت صدیقؓ نے وزارت کے ساتھ ساتھ

[1] لقب اور کنیت دونوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عطیے ہیں (طبقات ابن سعد جزو ثالث)

مدینہ کا قاضی بھی بنا دیا اور حضرت صدیق رضؓ کے بعد خلیفہ ہوئے اپنی خلافت میں جس قدر خدمت و اشاعت دین اسلام کی اور جیسی عظیم الشان فتوحات حاصل کیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

دس سال چھ مہینے پانچ دن تخت خلافت کو زینت دی۔ فجر کی نماز میں ابو لولو مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اور یکم محرم ۲۴ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی، روضہ نبوی میں حضرت صدیق کے پہلو میں مدفن پایا۔ مسلمانوں کا اقبال بھی ان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

نکاح آپ نے کئی کئے، لیکن بوقت خلافت صرف ایک بی بی تھیں جن سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مگر اس خیال سے ان کو طلاق دے دی کہ مبادا یہ کسی معاملہ مقدمہ میں کسی کی سفارش کریں۔ پھر ۱۷ھ میں ام کلثوم بنت علی رضؓ سے جو حضرت فاطمہ زہرا رضؓ کے بطن مبارک سے تھیں نکاح کیا اور خلاف عادت چالیس ہزار درہم مہر مقرر فرمایا۔

اولاد آپ کی ام المومنین حضرت حفصہ، عبداللہ رضؓ، عبیداللہ رضؓ، عاصم ابو شحمہ یعنی عبدالرحمٰن، مجیر ہیں۔

حالات قبل اسلام

خاندان قریش کے باوجاہت لوگوں میں تھے۔ قریش کے شریف ترین لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے، زمانہ جاہلیت میں سفارت کا کام انہی کے متعلق تھا، جب قریش کو کسی لڑائی میں یا کسی اور ایسے ہی موقع پر کسی سفیر کے

بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو یہی سفیر بنائے جاتے۔ ابوجہل جو تمام مکّہ کا سردار تھا ان کا ماموں تھا۔

حالات بعد اسلام قبل ہجرت

ا:۔ ان کا اسلام بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ کئی دن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مانگ رہے تھے کہ یا اللہ دین اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے وہ دعائیں آپ کی مقبول ہوئیں اور مشیت الٰہی نے ان کو کشاں کشاں دربار نبوت میں پہنچا دیا۔ ازالۃ الخفاء میں اس موقع پر کیا اچھے اور سچے الفاظ لکھے ہیں :

تدبیر غیب او را بخواہی نخواہی باسلام آورد

ع گر نیاید بخوشی موئے کشانش آرید

مراد بود نہ مرید مخلص بود نہ مخلص وشتان بین المرتبتین دریں راہ نیامد تا آنکہ از در و دیوار ندائش نکمہ ند و بر خوان نعمت نرسید تا آنکہ مکرر بہر زبانش نخواندند۔

مختصر واقعہ ان کے مسلمان ہونے کا یہ ہے کہ ایک روز یہ ابوجہل کی تحریض و ترغیب سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کے ارادے سے چلے راستہ میں ایک صحابی ملے ان کے تیور دیکھ کر ان کو کچھ شک ہوا۔ انہوں نے پوچھا اے عمر! آپ کہاں جا رہے ہیں آپ نے صاف کہہ دیا کہ تمہارے پیغمبر کو قتل کرنے کو۔ ان صحابی نے کہا اچھا؟ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیجئے آپ کی بہن فاطمہ اور آپ کے بہنوئی سعید ابن زید مسلمان ہو گئے ہیں جب یہ خبر ان کو ملی تو اپنی بہن

کے گھر گئے اور اپنے بہنوئی کو بہت مارا کہ ان کے سر سے خون بہنے لگا اور ان کو زمین پر گرانا چاہا کہ گلا دبا دیں۔ یہ دیکھ کر ان کی بہن سامنے آگئیں اور کہنے لگیں کہ اے بھائی ہم تو مسلمان ہو گئے اب جو تمہارا دل چاہے کرو۔ یہ سن کر ایک خاص اثر ان کے دل پر ہوا اور اپنے بہنوئی کو چھوڑ دیا اور بہن سے دریافت کیا کہ تم کیوں مسلمان ہو گئیں۔ انہوں نے ساری کیفیت بیان کی اور قرآن مجید کا ذکر کیا حضرت فاروق اعظمؓ نے قرآن مجید سننے کی خواہش کی ان کی بہن ایک ورق لیکر آئیں جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں، حضرت فاروقؓ نے چاہا کہ خود ہاتھ میں لے کر پڑھیں مگر ان کی بہن نے فوراً کہا کہ اے بھائی اس کتاب کو ناپاک لوگ نہیں چھو سکتے اس کے بعد قرآن شریف ان کو سنایا، سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں تھیں ان آیتوں کا سننا تھا کہ ایک انقلاب عظیم آپ کی طبیعت میں پیدا ہوا اور جس سر میں کفر کا سودا تھا اب اس میں اسلام کا سودا سمایا اسی وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

جب یہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے چند قدم اپنی جگہ سے چل کر معانقہ کیا اور ان کے سینہ پر تین مرتبہ ہاتھ پھیر کر دعا دی کہ اے اللہ ان کے سینہ سے کینہ وعداوت کو نکال دے اور ایمان سے بھر دے پھر جبریل امین مبارک باد دینے کے لئے آئے کہ یا رسول اللہ اس وقت آسمان والے ایک دوسرے کو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

۳:۔ اس نازک اور پُرخطر وقت میں مسلمان ہوتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کافروں کے سامنے چند اشعار نظم کر کے پڑھے، کافروں نے ان کو گھیر لیا۔

لیکن باوجود تنہا ہونے کے انہوں نے بھی کافروں کو مارا قریب تھا کہ کافران کو شہید کردیں کہ عاص بن وائل نے آکر چھڑایا۔

۴:۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیساتھ کعبہ میں نماز پڑھی، اور روز بروز اسلام کی قوت و شوکت بڑھتی گئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا فتح اسلام تھا اور ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔

۵:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کر کے مدینہ گئے اور بڑی شان سے ہجرت کی۔ جب مکہ سے چلنے لگے تو کعبہ مکرمہ کا طواف کیا اور مجمع کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اس وقت ہجرت کر رہا ہوں یہ نہ کہنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا، جس کو اپنی بی بی کا بیوہ کرنا اور بچوں کا یتیم کرنا منظور ہو اس وادی سے نکل کر مجھے روک لے۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ جواب دیتا۔

حالات بعد ہجرت

ہجرت کے بعد سب سے بڑی خدمت مغازی کی تھی تو اس میں حضرت فاروق اعظمؓ سے کون سبقت لے جا سکتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات میں شریک رہے اور ہر غزوہ میں پسندیدہ خدمتیں انجام دیں مثال کے طور پر ملاحظہ ہو

غزوۂ بدر سب سے بڑا کام اس غزوہ میں یہ کیا کہ اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو میدان جنگ میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ جو کافروں کے ساتھ میدان

جنگ میں آئے تھے اور قیدیانِ بدر میں وہ بھی تھے، لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مزاجِ مبارک کے خلاف دیکھ کر حضرت فاروق رضؓ نے پُرزور حمایت ان کی کی۔

حضرت عباس رضؓ کے سوا اور سب قیدیانِ بدر کے بارہ میں انہوں نے قتل کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہر مسلمان اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے اگرچہ عمل ان کی رائے پر نہ ہوا، مگر خدا کو ان کا مشورہ اس قدر پسند آیا کہ ان کی تائید میں آیتِ قرآنی اتری۔

غزوۂ اُحد غزوۂ اُحد میں باوجود اس انتشار کے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی شہرت سے اور اسلامی فوج کے درمیان میں کافروں کے لشکر کے داخل ہو جانے سے پیدا ہو گیا تھا حضرت فاروق رضؓ میدان جنگ سے نہیں ہٹے۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کوہ اُحد پر تشریف لے گئے تو یہ بھی جاں نثاری کے لئے ہمراہ تھے اور ابو سفیان کی باتوں کا دندان شکن جواب انہی نے دیا۔

غزوۂ خندق اس غزوہ میں خندق کی ایک جانب کی حفاظت ان کے سُپرد تھی چنانچہ اس مقام پر بطور یادگار ایک مسجد ان کے نام کی بعد میں بنائی گئی۔

غزوۂ بنی مصطلق اس غزوہ میں مقدمہ لشکر انہی کی ماتحتی میں تھا، اور انہی نے کافروں کے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے دشمن کے تمام خفیہ حالات دریافت کر لئے پھر

اس جاسوس کو قتل کر دیا اس واقعہ سے بڑا رعب کافروں پر طاری ہو گیا۔
اس غزوہ میں یہ خدمت بھی ان کے سپرد کی گئی۔ کہ عین ہنگامۂ جنگ میں اعلان
کر دیں کہ جو شخص کلمۂ اسلام پڑھ لے گا اس کو امان دی گئی۔

غزوۂ حدیبیہ

اس غزوہ میں غیرتِ ایمانی اور حمیت دینی کا ایک ایسا غلبہ حضرت فاروق پر تھا کہ مغلوبانہ
صلح پر کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے، اور اسی جوش میں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے جا کے کہا کہ آپ خدا کے سچے نبی نہیں ہیں کیا ہم حق اور ہمارا دشمن
باطل پر نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب صحیح ہے تو کہنے
لگے کہ ہم پھر کیوں دب کر صلح کریں۔ اپنی اس گفتگو پر بعد میں بہت نادم ہوئے
اور فرماتے تھے کہ میں نے بہت روزے رکھے نمازیں پڑھیں، خیرات دی
غلام آزاد کیئے تاکہ اس گستاخی کا کفارہ ہو جائے یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا
کہ میں نے اچھی بات کی تھی (گستاخی نہ تھی)[1]

حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی جو صحابہ کرام
کے قلوب کے لئے جو اس مغلوبانہ صلح سے زخمی ہو گئے تھے بہترین مرہم ہے۔
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو سنائی، کیونکہ اس میں بڑی خوشخبری اور
فضیلت انہی کے لئے ہے۔ (دیکھو تفسیر آیۃ دعوت اعراب وغیرہ)

غزوۂ خیبر

اس غزوہ میں میمنہ لشکر کے افسر یہی تھے، اس لڑائی
میں ہر شب کو ایک ایک صحابی پہرہ دیتے تھے جس شب

---

[1] روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں ما زلت اصوم واتصدق واصلے واعتق من الذی صنعت یومئذ
مخافۃ کلامی الذی تکلمت بہ حتی اَجوت ان یکون خیراً (ازالۃ الخفاء بحوالہ سیرت ابن ا

میں ان کی باری تھی۔ انہوں نے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اس سے تمام کچھ حالات خیبر معلوم ہو گئے اور یہی چیز فتح خیبر کا بہترین ذریعہ بنی۔

خیبر میں ایک روز یہ بھی قلعہ خیبر کے فتح کرنے کے لئے بھیجے گئے اگرچہ اس روز قلعہ فتح نہیں ہوا مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہودیوں کا زور بہت ٹوٹ گیا۔

غزوۂ حنین

اس غزوہ میں جماعت مہاجرین کا ایک جھنڈا ان کے سپرد ہوا جس سے اس امر کا اظہار ہوا کہ جماعت مہاجرین کی سرداری ان کو عطا فرمائی گئی۔ اسی طرح تمام غزوات میں کارہائے پسندیدہ انجام دیتے رہے۔ ۷ھ میں ان کو رسول خدا نے تیس سواروں کے دستہ پر افسر بنا کر ہوازن کی طرف بھیجا۔

متفرقات

۱۔ فتح مکہ کے بعد انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کعبہ میں اعتکاف کرنے کی یا عمرہ ادا کرنے کی اجازت طلب کی اجازت دینے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا کلمہ نوازش و اکرام کا فرمایا کہ خود حضرت فاروق رض کہا کرتے تھے کہ اس کلمہ کے عوض اگر ساری دنیا مجھے مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا وہ کلمہ یہ تھا: یا اُخی اشرکنا فی شیٔ من دعائک ولا تنسانا[1]

[1] یہ روایۃ ازالۃ الخفا میں بھی ہے اور طبقات ابن سعد میں اس کو چار سندوں سے نقل کیا ہے۔

"یعنی۔ اے میرے بھائی اپنی دعاء میں ہم کو بھی شریک رکھنا ہم کو بھول نہ جانا۔"

۲۔ نفاق اور منافقین سے آپ کو اسقدر نفرت تھی کہ جہاں کسی سے اس قسم کی کوئی بات صادر ہوتی تھی فوراً مشتعل ہوجاتے تھے اور کہتے تھے کہ یارسول اللہ اجازت دیجئے تو اس منافق کی گردن ماردوں۔

ایک مرتبہ ایک منافق کا اور ایک یہودی کا کچھ جھگڑا تھا، دونوں فیصلہ کے لئے ان کے پاس گئے، یہودی نے کہہ دیا کہ اس معاملہ کا فیصلہ حضرت ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کرچکے ہیں۔ مگر یہ شخص اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا اس لئے آپکے پاس آئے ہیں، آپ نے فرمایا۔ اچھا ٹھہرو! میں فیصلہ کئے دیتا ہوں اور گھر کے اندر جاکر تلوار لے آئے اور اس منافق کی گردن اڑادی۔ اور فرمایا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہیں اس کا فیصلہ میں اسطرح کرتا ہوں۔ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی مرا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کی خاطر سے جو مخلص شخص تھے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے بہت روکا، گو اس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ دعا کر لینے کے نماز جنازہ پڑھ دی مگر بعد میں آیت اُتری کہ: لا تصلّ علیٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہ " یعنی اے نبی کوئی منافق مرجائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں۔

۳۔ اکثر وحی الٰہی آپ کی رائے کی تائید میں نازل ہوتی تھیں۔ قیدیان بدر کے متعلق، منافقوں کی نماز جنازہ کے متعلق، ازواج مطہرات کے پردے کے

متعلق مقام ابراہیم کو مصلّے بنانے کے متعلق، شراب کے حرام کئے جانے کے متعلق وغیرہ وغیرہ انہی کی تائید قرآن مجید میں کی گئی۔ بعض علمائے نے مستقل تصانیف اس بارہ میں کی ہیں۔ تمام ان آیات کو جمع کیا ہے جو آپ کی موافقت میں نازل ہوئیں

۴۔ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ ام المومنین رضؓ تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق رجعی دی مگر حضرت فاروق کو ذرا ناگوار گزرا بالآخر بذریعہ وحی الٰہی آپ کو حکم ملا کہ حفصہ رضؓ سے رجوع کیجئے، ایلاؔ کے واقعہ میں ذرا طرفداری اپنی بیٹی کی نہ کی، بلکہ ان سے صاف کہہ دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم سے ناخوش رہے اور طلاق دے دی تو میں اپنے گھر میں تم کو نہ رکھوں گا

۵۔ جب حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کی کمال اطاعت کی اور بڑے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں رہے، ان کو بہت خوش رکھا۔

۶۔ حضرت صدیق رضؓ نے اپنے آخر وقت میں ان کیلئے خلافت نامہ لکھوایا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ عمر رضؓ سے بہتر کسی شخص پر آفتاب نے طلوع نہیں کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ اے پروردگار! اس وقت جو تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بہتر تھا اس کو خلیفہ بنا کے آیا ہوں۔ پھر ان کی استقامت کے لئے بہت دعا مانگی اور ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں، جو ان کی زندگی کا دستور العمل رہیں۔

حضرت صدیق رضؓ نے خلافت نامہ لکھوانے سے پہلے عام رائے کا اندازہ

لہ ایلا اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بی بی کے پاس جانے کی قسم کھالے انتہائی مدت شریعت نے چار ماہ رکھی ہے آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات نے متفق ہو کر اپنے فاقوں اور دنیا کی پریشانیوں کا ذکر کیا اور آپ سے نان ونفقہ طلب کیا یہ بات حضرت صلعم کو ناگوار گزری کہ میرے گھر میں دنیا کا ذکر کیسا اسی پر آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کیا اور ایک ماہ تک گھر کے اندر نہ گئے۔ اسی واقعہ کے متعلق آیتہ تطہیر اتری جس نے ازواج مطہرات کی فضیلت میں چار چاند لگا دیئے (دیکھو میرا رسالہ تفسیر آیۃ تطہیر)

بھی کر لیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان رضؓ وغیرہ سے دریافت کرنا اسی مقصد سے تھا۔ پھر خلافت نامہ حضرت صدیق رضؓ نے اپنے غلام کو دیا کہ جاؤ مجمع میں سنا دو اور خود بالاخانہ پر جا کر مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے کسی عزیز قریب کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ عمر بن خطاب کو بنایا ہے کیا تم سب اس پر راضی ہو؟ سب نے کہا سمعنا واطعنا۔

فاروقِ اعظم رضؓ کی خلافت

آپ کی خلافت خدا کی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ کا ایک عجیب نمونہ تھی جو جو کمالات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے ان کی ذات والا میں پیدا کر دیئے تھے ان کے ظہور کا پورا موقع زمانۂ خلافت ہی میں حاصل ہوا۔

جو جو وعدے حق تعالے نے اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کیئے تھے جو جو پیشین گوئیاں قرآن مجید اور احادیث میں تمکین دین اور ظہور ہدایت اور فتوحات کی مذکور ہیں وہ باحسن وجوہ آپ کی خلافت میں مکمل ہوئیں۔

اگر آپ کی خلافت کے کارنامے اور آپ کے ظاہری اور باطنی کمالات بالاجمال بھی بیان کیئے جائیں تو ایک دفتر چاہیئے۔

اگر ان کے عدل و انصاف اور ملکی انتظامات اور فتوحات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کام انہوں نے کیئے جن کا کوئی نمونہ دنیا میں ان سے پہلے موجود نہ تھا، اور اگر ان کی دینی خدمت اور روحانی کمالات کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور صفحاتِ تاریخ میں اس جامعیت کی کوئی

مثال نہیں ملتی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کا ہر ہر رویاں اپنے مرشد برحق صلے اللہ علیہ وسلم کے سید الکل فی الکل اور امام الانبیاء والرسل ہونے کی شہادت ساری دنیا کے سامنے ادا کر گیا۔

اس رسالہ میں جو کچھ قدر قلیل لکھا جائے گا اس کو نمونہ کہنا بھی شاید صحیح نہ ہو۔

عام اخلاق و حالات

● ۱۳ھ میں حضرت صدیق رضؓ کی وفات کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کو ملک عظیم بنا دیا۔ جیسا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی بذریعہ وحی[۱] کے اطلاع دیگئی تھی۔

● مزاج مبارک میں سختی زیادہ تھی۔ غصہ جلد آجاتا تھا، بالکل حضرت موسٰی علیہ السلام کی سی کیفیت تھی، مگر اس کے ساتھ ہی دو[۲] صفتیں عجیب و غریب تھیں اول یہ کہ اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ نہ آتا تھا، دوم یہ کہ عین اشتعال کی حالت میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نام پاک آپ کے سامنے لیتا یا قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ دیتا تو فوراً غصہ دفع ہو جاتا گویا تھا ہی نہیں۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو لوگ آپ کی سخت گیری سے اسقدر خوف زدہ ہوئے کہ گھروں سے باہر نکل کر بیٹھنا چھوڑ دیا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں فرمایا کہ :

---

[۱] صحیح بخاری میں ہے کہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب صحابہ کرام سے بیان فرمایا (انبیاء کا خواب بھی وحی خداوندی ہے) کہ میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنوئیں سے پانی بھر رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں ابوبکر نے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اور ایک ڈول بلکہ دو ڈول انہوں نے نکالے پھر عمر بن خطاب نے ان سے لے لیا ان کے ہاتھ میں آتے ہی وہ ڈول چرس بن گیا اور میں نے کسی زور آور کو اتنا بڑا چرس بھرتے نہیں دیکھا۔

"اے لوگو! میری سختی اس وقت تک تھی جب تک تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نرمیوں اور مہربانیوں سے فیضیاب تھے، میری سختی ان کی نرمی کیساتھ مل کر اعتدال کی کیفیت پیدا کر دیتی تھی، مگر اب میں تمہارا والی ہوں اب میں تم پر سختی نہ کروں گا اب میری سختی ظالموں اور بدکاروں پر ہو گی۔

اسی خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں سنت نبوی اور سیرت صدیقی کے خلاف کوئی حکم دوں تو تم کیا کرو گے لوگ کچھ نہ بولے، پھر دوبارہ آپ نے یہی ارشاد فرمایا تو ایک نوجوان تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا فَعَلْنَا هٰکَذَا، یعنی اس طرح تلوار سے سر کاٹ دیں گے، اس پر آپ بہت خوش ہوئے۔

۳۔ خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابل اعتراض ہو سر دربار مجھے ٹوک دیا جائے، آپ کی طرف سے اعلان عام دیا گیا کہ احب الناس الی من دفع الیّ عیوبی یعنی سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیبوں پر مجھے اطلاع دے۔

اس اعلان کے بعد ادنیٰ ادنیٰ لوگوں نے سر دربار آپ پر نکتہ چینی شروع کی اگرچہ وہ نکتہ چینی غلط ہوتی تھی مگر آپ اس پر خوش ہوتے تھے اور بڑی توجہ سے سنتے تھے اور اس کا جواب دیتے تھے۔

۴۔ تواضع کی صفت آپ میں اس قدر تھی کہ اس کا اندازہ کرنے سے عقل انسانی عاجز ہوتی ہے۔ عرب و عجم کا بادشاہ بلکہ بادشاہوں کا فرماں روا اور اس میں اس قدر تواضع۔

خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر جو گئے تو منبر کے اس زینہ پر بیٹھے جس پر حضرت

صدیقؓ کے پاؤں رہتے تھے۔ لوگوں نے کہا اوپر بیٹھئے تو فرمایا کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل جائے جہاں صدیق کے پاؤں رہتے ہوں

شروع میں لوگوں نے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہنا چاہا تو فرمایا میں اس قابل نہیں ہوں۔ اور اپنے لئے ایک سادا لفظ "امیر المومنین" کا پسند فرمایا یہ لفظ سب سے پہلے آپ کے لئے استعمال ہوا۔

علمی کمالات کا ذکر ہوتا تو کبھی اپنا شمار کسی درجہ میں نہ فرماتے۔ دوسروں کا حوالہ دیتے، حالانکہ یہ شہادت نبوی[1] خود سب سے اعلم تھے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ جس کو قرآن شریف کے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے اور جس کو حلال و حرام کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے اور جس کو میراث کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابت کے پاس جائے اور جس کو مال کی ضرورت ہو میرے پاس آئے۔

اور یہ کلمہ تو نہ معلوم کتنے لوگوں کی نسبت فرمایا کہ لولا فلان لھلک عمر یعنی اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا، مثلاً ایک مرتبہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، جو زنا سے حاملہ تھی حضرت معاذؓ نے کہا کہ امیر المومنین یہ عورت حاملہ ہے ابھی سنگسار کرنے سے بچہ ضائع ہو جائے گا یہ سنتے ہی اپنے حکم کو واپس لے لیا۔ اور فرمایا لولا معاذ لھلک عمر یعنی اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور مثلاً ایک مرتبہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت علیؓ نے کہا کیا آپ نے

---

[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں باسانید متعددہ مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دودھ پیا اور اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دیا اور لوگوں نے پوچھا کہ حضرت اس کی تعبیر کیا ہے فرمایا علم علاوہ اس کے جس قدر تفاسیر آیات قرآنیہ کی تعلیم مسائل فقہیہ کی ان سے منقول ہیں وہ خود ان کے

نہیں سنا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں یعنی ان پر کوئی حکم شرعی جاری نہیں ہوتا۔ مجنوں اور نابالغ بچہ اور سوتا ہوا آدمی، فرمایا، ہاں سنا تو ہے، پھر کیا بات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے کہا وہ عورت جس کے سنگسار کرنے کا حکم آپ نے دیا ہے مجنون ہے۔ یہ سنتے ہی اپنا حکم واپس لے لیا اور فرمایا: لولا علیؓ لھلک عمر یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ ایک روز خطبہ میں فرمایا لے لوگو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ اور صاحبزادیوں سے زیادہ اگر مہر ہوگا تو میں اس زائد مقدار کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر لوں گا۔ ایک بوڑھیا بول اٹھی کہ آپ کو ایسا کرنے کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اٰتیتم احداھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً[1]۔ بس اس کو سن کر منبر سے یہ کہتے ہوئے اتر آئے۔ کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز یعنی سب لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بڑھیا بھی۔

۵۔ زہد اور ترکِ دنیا کی یہ حالت تھی کہ بیت المال سے اپنا وظیفہ سب سے کم مقرر کیا۔ جو آپ کی ضرورت کے لئے کسی طرح کافی نہ ہوتا تھا کچھ تجارت کا سلسلہ بھی قائم تھا، مگر خود اس میں مشغول نہ ہو سکتے تھے۔ لہٰذا اس کی آمدنی بھی بہت کم رہ گئی تھی۔ بیت المال سے قرض لینے کی نوبت آجاتی تھی اور یہ زیادہ مصارف مہمانوں کے سبب سے ہوتے تھے جو درحقیقت شاہی مہمان ہوتے تھے مگر ان کے لئے

[1] (ترجمہ) اے شوہرو! اگر تم اپنی بیبیوں کو ڈھیر بھر مال دیدو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو جواب اس بڑھیا کا آسان تھا کہ شوہر پر امیر المومنین کو قیاس کر رہی ہے۔ یہ قیاس صحیح نہیں امیر المومنین کو بہت ایسے اختیارات حاصل ہیں جو شوہر کو ہرگز حاصل نہیں۔

بیت المال سے نہ لیتے تھے۔

فرمایا بیت المال سے مجھے اس قدر ملنا چاہیئے کہ جو میرے اور میرے عیال کے کھانے کے لئے متوسط درجہ میں کافی ہو چنانچہ دو درہم روزانہ آپ کے مقرر کئے گئے۔ اور دو جوڑے کپڑے کے لیئے ملنا چاہیئے ایک گرمیوں کے لئے اور ایک جاڑوں کے لئے اور جب میں حج یا عمرہ کے لئے جاؤں تو سواری ملنا چاہیئے اور بس چنانچہ یہی عملدرآمد آپ کا رہا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳)

کھانے کا یہ حال تھا کہ اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی اس کھانے کو بہ رغبت نہ کھا سکتا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں تین روٹیاں آپ کے لئے آتی تھیں جن میں کبھی روغن زیتون لگا ہوتا تھا، کبھی کبھی خشک روٹیوں کے ساتھ دودھ ہوتا تھا اور کبھی سکھایا ہوا گوشت جو کوٹ کر ابال لیا جاتا تھا۔ اور کبھی کبھی تازہ گوشت[۱] بھی ہوتا تھا۔ (طبقات جلد ۳)

ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آپ کے پاس آئے جن میں جریر بن عبداللہ بھی تھے۔ ان لوگوں سے آپ کا کھانا نہ کھایا گیا۔

لباس کا یہ حال تھا کہ سال بھر میں دو[۲] ہی جوڑے بیت المال سے لیتے تھے وہ بھی کسی موٹے اور کھردرے کپڑے کے وہ جب پھٹ جاتے تو ان میں پیوند لگاتے تھے، اور کبھی چمڑے کے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو کرتہ میں دونوں شانوں کے درمیان چار پیوند تھے اور ازار میں بارہ پیوند تھے اور زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے سترہ پیوند اُن کے لباس میں شمار کئے۔ جب ملک شام تشریف لے گئے تو ایسا ہی پیوند دار لباس جسم اقدس پر تھا۔

---

[۱] ازالۃ الخفاء میں روایت ہے کہ مہینہ میں ایک مرتبہ تازہ گوشت استعمال کرتے تھے۔

مسلمانوں نے کہا کہ آج علمائے یہود و نصاریٰ آپ کو دیکھنے آئیں گے ان کی نظر میں کیسی ہلکی ہوگی اور وہ کیا کہیں گے فرمایا ہم کو کسی کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں ہے ہمیں اللہ نے اسلام سے عزت دی ہے لباس سے ہماری عزت نہیں ہے

قیام بیت المقدس کے زمانہ میں آپؓ کا کرتہ پشت کی جانب سے پھٹ گیا تو آپ نے کسی کو دیا کہ دھو دے اور پیوند لگا دے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی ایک اور اچھے کپڑے کا نیا کرتہ بھی آپ کے لئے بنایا گیا اور دونوں آپ کے سامنے پیش کئے گئے آپ نے نئے کرتے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ یہ بہت نرم کپڑا ہے اور واپس کر دیا اور فرمایا کہ میرا وہی کرتہ اچھا ہے اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے

اب روز خلاف معمول گھر میں زیادہ دیر تک رہے جب باہر نکلے تو فرمایا کہ دیر اس وجہ سے ہوئی کہ میرے کپڑے میلے ہو گئے تھے ان کو میں نے دھویا۔ جب وہ خشک ہوتے تو پہن کر تمہارے پاس آیا (کوئی دوسرا کپڑا نہ تھا کہ اس کو پہن لیتے) ایک مرتبہ تقریباً پچاس صحابہ کرام جو مہاجرین میں سے تھے۔ مسجد نبوی میں جمع ہوئے ان میں باہم حضرت فاروق رضؓ کے زہد کا تذکرہ تھا۔ کہنے لگے دیکھو تو کسریٰ و قیصر کی سلطنت جس کے قبضہ میں ہے مشرق و مغرب میں جس کا حکم چل رہا ہے۔ عرب و عجم کے وفود جس کے پاس آتے ہیں اور اس کو اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ اس کے لباس میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں ان سے کہنا چاہئیے کہ وہ اس لباس کو بدل دیں۔ اچھا کپڑا پہنا کریں کہ عمدہ لباس سے ایک ہیبت ہوتی ہے اور کھانے کا بھی کوئی عمدہ انتظام کیا جائے دونوں وقت وسیع تر دستر خوان بچھا کرے اور مہاجرین جو ان سے ملنے آتے ہیں وہ ان

کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا کریں لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ حضرت فاروق رضؓ سے کچھ کہتا، آخر سب کی رائے ہوئی کہ حضرت علی رضؓ سے کہنا چاہیئے وہ ان کے خسر ہیں وہ ان سے کہہ سکتے ہیں چنانچہ سب لوگ حضرت علی رضؓ کے پاس گئے۔

حضرت علی رضؓ نے فرمایا میں ایسی بات ان سے نہ کہوں گا، امہات المومنین سے کہلوانا چاہیئے احنف بن قیس رحؒ کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ کے پاس گئے دونوں ایک جگہ مل گئیں، حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا، اچھا میں کہوں گی اور حضرت حفصہ رضؓ نے کہا وہ مانیں گے نہیں، مگر لوگوں کے اصرار سے دونوں ام المومنین تشریف لے گئیں اور بڑی اچھی تمہید کے ساتھ حضرت فاروق رضؓ سے اس بارے میں گفتگو کی آپ سن کر رونے لگے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی معیشت کا ذکر کر کے ان دونوں کو بھی رلایا اور فرمایا کہ سنو! میرے دو صاحب تھے میں نے ان کو جس حالت میں دیکھا ہے اگر میں اس حالت کے خلاف اختیار کردں تو پھر مجھ کو ان کا قرب نہیں نصیب ہو سکتا یہی حالت حضرت فاروق رضؓ کی اخیر وقت تک رہی ذرا تغیر نہیں ہونے پایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے ایک روز گوشت میں گھی ڈال کر پکایا حضرت عمر رضؓ نے نہ کھایا، اور فرمایا کہ گھی علیحدہ کھانے کی چیز ہے اور گوشت علیحدہ میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ جب دو کھانے کی چیزیں آپ کے پاس جمع ہو جاتیں کو ایک آپ خیرات کر دیتے

تمام زمانہ خلافت میں کبھی خیمہ آپ کے پاس نہیں رہا سفر میں منزل پر پہنچ کر دھوپ یا بارش سے بچنے کے لئے کسی درخت پر چمڑا یا کپڑا آپ کے لئے تان دیا جاتا تھا۔

جب مال غنیمت کہیں سے آتا تو اپنا حصہ بھی سب کے برابر رکھتے

ایک روز کا واقعہ ہے کہ مال غنیمت میں چادریں آئیں اور سب کو ایک ایک آپ نے تقسیم کر دی اس کے بعد جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کے لئے جو تشریف لے گئے تو انہی چادروں میں سے ایک اوڑھے ہوئے اور ایک کی ازار باندھے ہوئے تھے (لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ نکتہ چینی کرنے سے خوش ہوتے ہیں) لہٰذا حضرت سلمان فارسیؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کا خطبہ نہ سنیں گے آپ نے ہم سب کو تو ایک ایک چادر دی، اور خود دو لیں۔ حضرت فاروق یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ میں نے اپنی پرانی ازار دھو کر خشک ہونے ڈال دی ہے اور ایک چادر میں نے عبداللہ بن عمر سے مانگ لی ہے۔ حضرت سلمانؓ بولے ہاں اب ہم آپ کا خطبہ سنیں گے ——— ایک روز کچھ چادریں آپ نے مدینہ کی عورتوں کو تقسیم کیں۔ ایک چادر بہت عمدہ بچ رہی تو کسی نے کہا کہ امیر المومنین یہ چادر رسولِ خدا کی صاحبزادی ام کلثوم کو دیدیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں فرمایا نہیں، ام سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں۔ وہ ایک انصاری خاتون اور صحابیہ تھیں فرمایا کہ غزوہ اُحد میں وہ ہم لوگوں کے لئے مشک بھر کر لاتی تھیں۔ (صحیح بخاری)

ایک مرتبہ اور ایسا ہی ہوا تو لوگوں نے رائے دی کہ اپنی بہو بنت ابی جبد زوجہ عبداللہ ابن عمر کو دیدیجئے۔ اس وقت بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا (فتح الباری ج۱۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ایک روز بیت المال میں جھاڑو دی تو ایک درہم ملا، انہوں نے حضرت فاروقؓ کے کسی پوتے کو جو بالکل بچے تھے دے دیا۔ بچہ کے ہاتھ میں درہم دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے ابو موسیٰ نے دیا ہے اس پر بہت ناخوش ہوئے اور وہ درہم واپس کر کے حضرت ابو موسیٰ سے فرمایا کہ

اے ابو موسیٰ ہمارے گھر سے زیادہ کوئی گھر تم کو ذلیل نہیں معلوم ہوا۔

ایک ایسا ہی واقعہ آپ کی پوتی کا ہے وہ درہم منہ میں رکھ کر روتی ہوئی بھاگیں مگر آپ نے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لیا ـــــ ایک مرتبہ بحرین سے کچھ مشک آگیا آپ نے فرمایا کوئی عورت تول دیتی تو میں اس کو تقسیم کر دیتا۔ آپ کی بی بی صاحبہ حضرت عاتکہ نے فرمایا کہ میں تول دوں۔ آپ نے فرمایا انہیں وہ مشک تمہارے ہاتھ میں لگے گا وہی ہاتھ تم اپنی گردن میں لگاؤ گی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں سے زیادہ تمہارے حصہ میں آجائے گا۔

آپ نے آخری وقت میں حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ بیت المال کے اسی (۸۰) درہم میرے اوپر قرض ہیں میرے باغ وغیرہ فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں واپس کر دینا، اے عبداللہ تم میرے سامنے اس کی ضمانت کر دو۔ چنانچہ وہ ضامن ہو گئے اور آپ کے دفن سے پہلے انہوں نے اہل شوریٰ اور چند انصار کو اس معاملہ پر گواہ کر لیا، اور ایک ہفتہ کے اندر ہی بعد فروخت کے پوری رقم حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا دی اور ایک تحریر بے باقی کی لے لی جس پر چند گواہیاں بھی تھیں۔ (طبقات جلد ۳)

۶۔ عبادت کی حالت یہ تھی کہ نماز اور جماعت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ تمام صوبوں کے حکام کو نماز کے متعلق ایک فرمان بھیجا تھا۔ جو آگے نقل کیا جائے گا کسی کو جماعت میں نہ دیکھتے تو اس سے باز پرس کرتے چنانچہ سلیمان بن ابی حثمہؓ کو فجر کی جماعت میں نہ دیکھا۔ تو ان کے گھر تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز میں وہ تھک گئے اس لئے فجر کی نماز گھر ہی میں پڑھ لی اس پر ناخوش

ہوئے اور فرمایا کہ مجھے فجر کی جماعت نماز تہجد سے زیادہ محبوب ہے (مشکوٰۃ)
نماز میں خشوع و تواضع اور توجہ الی اللہ کی بڑی تاکید فرماتے تھے جس وقت
زخمی ہوئے ہیں۔ فجر کی نماز کا وقت تھا کسی نے کہا کہ امیر المومنین کی آج فجر کی نماز
قضا ہوئی جاتی ہے بیہوش تھے مگر یہ آواز سنتے ہی فوراً آنکھ دی کھولدی اور فرمایا
مجھے جلد ہی نماز پڑھاؤ جس کی نماز جاتی رہی اس کا کچھ حصہ اسلام میں نہیں۔ نماز تہجد
سے بڑی رغبت تھی کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی لگاتے تھے اور
یہ آیت پڑھتے تھے۔ وامر اھلک بالصلوٰۃ الخ نماز تراویح کی بنیاد تو رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈالی مگر اس کی ترویج اور اس میں ختم قرآن کا سلسلہ حضرت
فاروق رضؓ سے انجام کو پہنچا حضرت علی رضؓ رمضان مبارک میں فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ
اس کی قبر کو روشن کر جس نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا (شرح اربعہ ترمذی)
زکوٰۃ و صدقات میں بڑا اہتمام کرتے اور مساکین کو اس قدر دیتے کہ وہ غنی ہو
جاتے۔ اخیر میں پے در پے روزے رکھا کرتے تھے۔ سوا ان پانچ دنوں کے جن میں
روزہ حرام ہے کسی دن ناغہ نہ کرتے تھے۔ حج کے لئے اپنی خلافت کے پہلے
سال یعنی ۱۳ھ میں تو حضرت عبدالرحمن بن عوف کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور اس
کے بعد پھر ہر سال خود تشریف لے جاتے تھے اپنی خلافت میں دس حج کئے اور ۲۳ھ
میں جو ان کی خلافت کا آخری سال تھا ازواج مطہرات رضؓ کو بھی حج کرانے لے گئے (طبقات جلد
اور عمرے اپنی خلافت میں تین کئے ایک رجب ۱۷ھ میں دوسرا رجب ۲۱ھ میں
تیسرا رجب ۲۲ھ میں (طبقات جلد ۳)

۷۔ خشیت الٰہی اور خوف آخرت کی یہ حالت تھی کہ شاید اس صفت میں

کوئی ان کے مساوی نہ نکلے ــــ ایک روز گھاس کا ایک تنکا زمین سے اُٹھا کر فرمانے لگے کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں نہ پیدا ہوتا۔

ایک روز سورہ اذا الشمس کورت کی تلاوت کر رہے تھے تب اس آیت پر وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کئی دن تک اسی حالت میں رہے لوگ عیادت کو آتے تھے۔ ایک روز کسی گھر کی طرف گزر ہوا اور وہ نماز میں سورۃ والطور پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ " تو سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینہ تک بیمار رہے لوگ دیکھنے کو آتے تھے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ کبھی کوئی اونٹ بیت المال کا گم ہو جاتا تو خود تلاش کرنے جاتے ایک مرتبہ گرمیوں میں دوپہر کے وقت گرم ہوا چل رہی تھی اور آپ ایک اونٹ کی تلاش میں جا رہے تھے، حضرت عثمان رضؓ نے دیکھا، انہوں نے کہا امیر المومنین اس وقت کہاں آپ جاتے ہیں۔ اس کام کو کوئی اور کرلے گا۔ فرمایا کہ قیامت کے دن باز پرس تو مجھی سے ہوگی۔ خوف کے ساتھ امید کا بھی یہ حال تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن یہ اعلان کر دیا جائے کہ سب لوگ دوزخ میں جائیں سوا ایک کے تو مجھے امید ہوگی کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں اور اگر یہ اعلان دیا جائے کہ سب لوگ جنت میں جائیں سوا ایک کے تو مجھے خوف ہوگا کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں۔

۸۔ رعیت پروری یا شفقت علی خلق اللہ کی صفت میں بھی آپ بے نظیر تھے۔ چند واقعات ان کے ذکر کئے جاتے ہیں۔

اپنی رعایا کے حال سے باخبر رہنے کے لئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر گشت

کیا کرتے تھے جس کے چند واقعات آئندہ انشاءاللہ لکھے جائیں گے آپ کے زمانہ میں بڑا قحط پڑا جس کا نام عرب میں عام الرمادہ مشہور ہو گیا تھا اس قحط میں آپ نے گیہوں، گھی اور گوشت کا استعمال ترک کر دیا تھا جو کی خشک روٹی کبھی اسپر روغن زیتون لگا ہوا استعمال کرتے تھے۔ وہ ہضم نہ ہوتی تھی ایک روز اپنے پیٹ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک اللہ مسلمانوں سے سے اس قحط کو دور نہ کرے گا اس کے سوا تجھ کو کچھ نہیں مل سکتا اسی قحط میں فاقوں کی کثرت اور ناموافق غذا کے سبب سے آپ کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔

اس قحط کے لئے آپ نے اپنے حکام کو لکھ بھیجا کہ مدینہ منورہ کے لئے غلہ بھیجو چنانچہ حضرت عبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلہ کے ملک شام سے بھیجے اور حضرت عمرو بن عاصؓ نے سو کشتیاں مصر سے براہ دریا روانہ کیں نتیجہ یہ ہوا کہ غلہ کا نرخ جو مصر میں تھا وہی مدینہ میں ہو گیا اس قحط میں آپ نے یہ بھی کہا کہ بیت المال میں جس قدر روپیہ تھا سب فقرا اور مساکین کو تقسیم کر دیا۔ بالآخر یہ قحط آپ ہی کی دعا سے دور ہوا۔

ایک شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرماتے ہیں عمر بن خطاب سے جا کر کہو کہ قحط دفع ہونے کے لئے دعا مانگیں چنانچہ آپ نے دعا مانگی۔ حضرت عباس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے یا اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں، پانی برسا دے دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ پانی برسنے لگا۔

جن عورتوں کے شوہر باہر ہوتے خود ان کے مکانوں پر جا کر دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے اور فرماتے کہ تم کو بازار سے کچھ خریدنا ہو تو میں خرید دونگا

چنانچہ عورتیں اپنی لونڈیوں کو آپ کے ہمراہ کر تی تھیں۔ ایک بڑا مجمع آپ کے ساتھ ہو جاتا تھا آپ ان سب کو بازار سے جا کر سودا خرید دیتے تھے، اور جس کے پاس روپیہ نہ ہوتا اس کے لئے اپنے پاس سے خرید کرتے تھے۔

جب فوجی لوگوں کے خطوط آتے تھے تو ان کو خود جا کر ان کے گھروں میں پہنچاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے شوہر اللہ کے کام کر رہے ہیں اور تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو، یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر کوئی کلمہ پڑھنے والا لکھا نہ ہو تو تم دروازہ کے پاس آ جاؤ میں پڑھ کر سنا دوں پھر یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ ہماری ڈاک فلاں دن جائے گی خط لکھوا رکھنا میں بھیج دونگا۔ اس کے بعد خود کاغذ قلم دوات لے کر ہر ایک کے گھر میں جاتے جس نے لکھوایا ہوتا لے لیتے اور نہ لکھوایا ہوتا اس سے پوچھ کر خود لکھ دیتے اور ان کے شوہروں کو بھجوا دیتے۔

مسلمانوں کیساتھ تو جیسی کچھ شفقت تھی وہ تھی ذمی کافروں کی راحت و آسائش کا بڑا خیال رکھتے تھے اپنے جانشین کو وصیت فرما گئے تھے کہ ذمی کافروں کیساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے

ایک مرتبہ ایک بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے دیکھا معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے اور جزیہ کی زیادتی کیوجہ سے بھیک مانگ رہا ہے اس کو ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور کچھ اس کو دیا۔ اور حکم جاری کیا کہ ایسے لوگوں کا جزیہ نہ باندھا جائے۔

ایک مرتبہ حربی کافروں نے آپ کے ملک میں بغرض تجارت آمد و رفت کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دی۔

۹۔ بیت المال سے وظائف کی تقسیم کا آپ نے عجیب انتظام کیا تھا اس کے لئے ایک علیحدہ دفتر بنایا۔ تمام مسلمانوں کے نام اس میں لکھوائے اور سب سے زیادہ

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا لحاظ فرمایا۔ اس کے بعد اور فضائل کا، یہ ایک بہت مشکل بات تھی جس کا پورا کرنا انہی کا کام تھا۔

حضرت عباسؓ کا وظیفہ بارہ ہزار مقرر کیا۔ ازواج مطہرات کا دس دس ہزار سوا حضرت عائشہ رضؓ کے کہ ان کا بارہ ہزار مقرر کیا صحابۂ بدریین کا پانچ پانچ ہزار، انصار کا چار چار ہزار، مہاجرین حبش کا چار چار ہزار ام المومنین حضرت سلمہ رضؓ کیوجہ سے ان کے فرزند عمر بن ابی سلمہ کا چار ہزار حضرت حسنین کا پانچ پانچ ہزار، مہاجرین و انصار کی خواتین میں سے کسی کا چار سو کسی کا تین سو کسی کا دو سو بعض مہاجرین و انصار کا دو ہزار اور باقی مسلمانوں میں کسی کا تین سو کسی کا چار سو، پھر قبیلہ کلبیہ کا دفتر جدا تھا۔ سرداران فوج کا جدا، غرض کہ عجیب انتظام تھا۔

۱۰۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابت والوں کا بڑا لحاظ فرماتے تھے اپنے بیٹے عبد اللہ عمر کا وظیفہ تین ہزار مقرر کیا اور حضرت حسنین کا پانچ پانچ ہزار حتیٰ کہ اسامہ بن زید رضؓ کا چار ہزار۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے کپڑے پہن کر جا رہے تھے راستہ میں حضرت عباسؓ کے مکان کا پرنالہ تھا۔ ان کے یہاں اس وقت دو چوزے مرغ کے ذبح کئے گئے تھے، جیسے ہی حضرت عمر رضؓ پرنالے کے قریب پہنچے ان چوزوں کا خون پانی میں ملا ہوا ان پرنالوں سے بہایا گیا جس سے آپ کا لباس خراب ہو گیا، پھر گھر واپس گئے دوسرے کپڑے پہنے اور حکم دیا کہ پرنالہ راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضؓ آپ کے پاس گئے اور کہا کہ یہ پرنالہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر لگایا تھا یہ سن کر حضرت عمر رضؓ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر پرنالہ پھر اسی مقام

پر لگا دیجئے۔ جہاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی حضرت عباسؓ نے کیا۔ زہری کہتے ہیں کہ عراق سے کچھ مال حضرت عمرؓ کے پاس آتا تو آپ بنی ہاشم میں جس کو مجرد دیکھتے اس کا نکاح کر دیتے جس کے لونڈی غلام نہ ہوتا اس کو لونڈی یا غلام دیتے۔

امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ حلّے یمن سے آئے آپ نے مہاجرین وانصار کو تقسیم کئے مگر کوئی حلّہ حضرات حسنینؓ کے جسم پر ٹھیک نہ ہوا تو آپ نے حاکم یمن کو فرمان بھیجا کہ حسنینؓ کے لئے ان کے جسم کے موافق حلّے بنا کر بھیجدیں، چنانچہ جب وہاں سے حلّے بن کر آگئے اور حضرات حسنینؓ نے پہن لئے تو فرمایا کہ میں دوسروں کو پہنے ہوئے دیکھتا تھا تو میرا دل خوش نہ ہوتا تھا۔ اب میرا دل خوش ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ یا حسین رضی اللہ عنہما حضرت عمرؓ کے پاس گئے مگر یہ دیکھ کر کہ دروازہ پر عبداللہ بن عمرؓ بیٹھے ہیں ان کو اجازت نہیں ملی، بغیر ملاقات کئے ہوئے واپس چلے گئے۔ اس کی خبر حضرت عمرؓ کو ہوئی تو آپ نے بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اے میرے بھتیجے تم کیوں واپس چلے گئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے یہ خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمر کو اجازت نہیں تو ہم کو کیسے ملے گی آپ نے فرمایا۔ اے میرے بھتیجے تمہاری اور عبداللہ بن عمر کی کیا برابری۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مدائن فتح ہوا اور مال غنیمت آیا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسجد میں فرش بچھایا جائے اور اس پر مال کے ڈھیر لگائے جائیں۔ پھر تمام صحابہ کرام جمع کئے گئے تو آپ نے سب سے پہلے حضرت حسنؓ کو

کو ایک ہزار درہم دیئے۔ حضرت حسینؓ کو ایک ہزار درہم اس کے بعد اور لوگوں کو تقسیم کیا اور اپنے فرزند حضرت عبداللہ کو پانچسو درہم دیئے انہوں نے کہا، امیرالمومنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کرتا تھا اور حسنینؓ تو اسوقت بچے تھے مگر آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم دیئے اور مجھ کو پانچسو۔ تو فرمایا کہ اچھا جیسے باپ اُن کے ہیں ویسا باپ اپنا دکھلاؤ۔ اور ان کی ماں ایسی ماں، اور ان کے نانا کا ایسا نانا اور ان کی نانی کی ایسی اپنی نانی اور ان کے چچا کا ایسا اپنا چچا اور ان کے ماموں کا ایسا اپنا ماموں اور ان کی خالہ کی ایسی اپنی خالہ پیش کرو، ورنہ اب کبھی ان کی برابری[1] نہ کرنا۔ سنو، ان کے والد علی مرتضیٰ ہیں، اور ان کی ماں فاطمۃ الزہراء ہیں۔ اور ان کے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ اور ان کے چچا جعفر ابن ابی طالب ہیں اور ان کی خالہ رقیہ اور ام کلثوم ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں ایک مرتبہ کسی نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے اپنے کسی حق کا تقاضا کیا اور کوئی گستاخی کی تحریر بھیجی اس کی خبر حضرت عمرؓ کو ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو تیس دُرے مارے جائیں۔

عدل و انصاف آپ کا ضرب المثل ہے خود اپنے فرزند ابو شحمہ پر حد جاری کی، انہوں نے مصر میں شراب پی تھی حضرت عمرو بن عاص نے ان کو اپنے گھر کے اندر بُلا کے پوشیدہ طور پر آہستہ آہستہ دُرّے لگائے یہ خبر حضرت عمرؓ کو ملی تو آپ نے ان کو لکھا کہ اے عمرو بن عاص تمہاری

---

[1] حضرت فاروق اعظمؓ نے حسنین رضی اللہ عنہما کے والد علی مرتضیٰ سے اپنے کو کمتر بتایا یہ ان کی تواضع تھی ورنہ بعد صدیق کے ان کا افضل امت ہونا قطعی ہے۔ سچ ہے ؎

راہ این است سعدی کہ مردان راہ ٭ بہ عزت نکردند بہ خود نگاہ

جرأت پر مجھے تعجب ہے تم نے میرے حکم کیخلاف کیا۔ اب میں تم کو معزول کرنے کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتا۔ تم نے ابو شحمہ کو یہ خیال کر کے کہ امیرالمومنین کا لڑکا ہے گھر کے اندر ہلکی سزا دی، حالانکہ تم کو اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا چاہیئے تھا جو سب کے ساتھ کرتے ہو، اچھا اب اس کو فوراً میرے پاس بھیجو تاکہ اس کو اپنی بداعمالی کا مزہ ملے، چنانچہ جب وہ آئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سفارش کہ امیرالمومنین ایک مرتبہ سزا مل چکی ہے، مگر آپ نے کچھ نہ سنا ابو شحمہ رونے لگے کہ اے باپ میں بیمار ہوں دوبارہ مجھے سزا دیجئے گا تو مر جاؤنگا مگر آپ نے کچھ توجہ نہ کی اور قاعدے کے مطابق سزا دی، اس سے ان کی بیماری بڑھ گئی اور ایک مہینہ کے بعد انتقال ہو گیا ــــــــ اپنے سالے قدامہ بن مظعون پر بھی شراب خوری کی حد جاری کی اور قرابت وغیرہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ قدامہ نے اس پر ان سے ترک کلام کر دیا، پھر خود آپ نے بڑی مشکل سے ان کو راضی کیا۔

ایک روز راستہ سے گذر رہے تھے، ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے اس کو آپ نے ایک درّہ مار دیا۔ اس نے کہا، امیرالمومنین یہ تو میری زوجہ ہے، فرمایا پھر تم راستے میں کھڑے ہو کر کیوں بات کرتے ہو مسلمانوں کو اپنی غیبت میں مبتلا کرتے ہو اس نے کہا امیرالمومنین ابھی ہم مدینہ میں آئے ہیں۔ مشورہ کر رہے تھے کہ کہاں قیام کریں۔ یہ سُن کر آپ نے درّہ اس کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اے اللہ کے بندے مجھ سے قصاص لے لے اس نے کہا، امیرالمومنین میں نے معاف کیا، فرمایا نہیں قصاص لے لے تیسری مرتبہ اس نے کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا آپ نے فرمایا اچھا اللہ تجھ کو اس کا بدلہ دے۔

۱۲۔ مردم شناسی آپ کی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جس کو جس کام کے لئے تجویز کر دیا، معلوم ہوا کہ وہ اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے جس میں کوئی کمال یا نقص آپ نے بتا دیا وہ گویا اس کی نوشتۂ تقدیر تھا جن چھ حضرات کو اپنے بعد خلافت کے لئے تجویز فرمایا۔ فرمایا ان میں سے ہر ایک میں ایک ایک بات بتلائی آخر وہی بات اپنا رنگ لائی۔ حضرت عثمانؓ کی نسبت فرمایا کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کی بڑی پرورش کریں گے، حضرت علیؓ کی نسبت فرمایا کہ وہ اپنی رائے کے سامنے کسی کا مشورہ نہ سنیں گے، یا یہ کہ اپنے خاندان والوں کو دوسروں پر ترجیح دیں گے۔

آپ کی مردم شناسی کے عجیب و غریب واقعات جس کا جی چاہے ازالۃ الخفا میں دیکھے۔

ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر عمر بن خطابؓ ترازو ہوتے اس میں بال برابر بھی پاسنگ نہ ہوتا۔ (طبقات جلد ۳)

۱۳۔ آپ کے ملکی انتظامات اور سیاست و صولت کے واقعات بھی بے شمار ہیں لیکن اس موضوع پر بعض کتابیں اردو زبان میں شائع ہو چکی ہیں لہٰذا چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔

کئی شہروں کی بنیاد ڈالی۔ اور ان کو آباد کیا۔ چنانچہ شہر بصرہ اور کوفہ دونوں آپ ہی کے آباد کئے ہوئے ہیں۔ اسلامی تاریخ کی بنیاد ڈالی، پہلے دستاویزات میں مہینہ لکھا جاتا تھا سنہ نہ ہوتا تھا۔ اس سے بہت اشتباہ پڑتے تھے آپ نے ہجرت سے سنہ کا آغاز قائم کیا۔ تمام ممالک مفتوحہ میں ہر شہر کے لئے حاکم علیحدہ مقرر کیا اور قاضی علیحدہ اور بیت المال کا تحویلدار علیحدہ چنانچہ کوفہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ کو حاکم اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کا وزیر اور معلم دین مقرر کیا۔ ممالک مفتوحہ کی زمین کی پیمائش کرائی اور اسی حساب سے خراج مقرر کیا، چنانچہ

عراق کی پیمائش پر عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یمان کو معین فرمایا جس قدر خراج وغیرہ کی آمدنی آپ کے زمانہ میں باوجود اس عدل و انصاف اور رعیت پروری کے تھی، آپ کے بعد ظلم و جور سے لوگ اسقدر وصول نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز نے ایک روز حجاج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو نہ دین کی لیاقت نہ دنیا کی۔ حضرت فاروق رضؓ نے دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم سالانہ وصول کئے اور زیاد نے دس کروڑ پندرہ لاکھ اور حجاج نے اس قدر ظلم کرنے پر دو کروڑ آٹھ لاکھ۔ زمانہ مابعد میں مامون رشید کا زمانہ زیادتی محاصل کے لحاظ سے ممتاز مانا جاتا ہے، مگر اس کے زمانہ میں بھی پانچ کروڑ اڑتالیس لاکھ سے زیادہ تحصیل نہ ہوئی۔ شاہان جاہلیت کی جس قدر ذاتی املاک تھیں مثلاً شاہ ایران کی املاک ان سب کو آپ نے بیت المال میں داخل کر لیا۔ اور اس کا مصرف یہ تھا کہ جس کسی کو جاگیر دیتے یا شہیدوں کے بال بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے وہ اسی مد سے ہوتا تھا۔ دریا پر عمال کو مقرر کیا تاکہ تجارتی چیزوں کا خمس لیا جائے گزرگاہوں پر عشر لینے والوں کو معین کیا تاکہ مسلمانوں سے اموال تجارت کی زکوٰۃ اور حربی کافروں سے عشر لیا جائے۔ جہاں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا اس کی نگرانی فرماتے کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو۔ شاعروں کو سخت ممانعت کردی تھی کہ کسی کی ہجو نہ کہیں ایک شاعر نے زبرقان کی ہجو کی آپ نے اس شاعر کے لئے حکم دیا کہ تہ خانے میں ڈال دیا جائے۔ بالآخر حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیرؓ کی سفارش سے چھوڑا مگر اس سے عہد لے لیا کہ اب کبھی ایسا نہ کرنا بڑی سخت تاکید تھی کہ کسی غیر مسلم کو مسلمانوں پر کسی قسم کی حکومت نہ دی جائے۔ جب ابو موسیٰ (حاکم بصرہ) اپنے میرمنشی کے ساتھ

آئے اور اپنے دفتر کا معائنہ کرایا۔ تو آپ ان کے میر منشی کے کام سے خوش ہوئے اور ایک روز فرمایا کہ تمہارا منشی کہاں ہے۔ ذرا یہ تحریر مسجد میں پڑھ کر لوگوں کو سنا دے اسوقت حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ امیر المومنین وہ منشی تو نصرانی ہے مسجد میں نہیں جا سکتا یہ سن کر آپ نے حضرت موسیٰ کو بہت ڈانٹا۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ رشوت کو حلال سمجھتے ہیں۔ خدا نے ان کو خائن قرار دیا اور تم ان کو امین سمجھتے ہو، اب میں اگر ایسا سنوں گا تو سزا دوں گا۔ جب کسی کو کسی صوبہ کی حکومت (یعنی گورنری) پر مقرر کرتے اس کی عدالت اور امانت کو خوب جانچ لیتے اور پھر برابر اس کے کام کی نگرانی فرمایا کرتے اور رعایا کو حکم تھا کہ میرے حکام سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو بلا خوف وخطر مجھے اطلاع دو اپنے حکام کی ذرا ذرا سی بات پر سخت گرفت کرتے اور مقرر کرتے وقت ایک پروانہ لکھ کر دیتے جس میں حسب ذیل ہدایات ہوتیں۔

باریک کپڑے نہ پہننا، چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھانا، اپنے مکان کا دروازہ بند نہ کرنا کوئی دربان نہ رکھنا، تاکہ جس وقت جو حاجت مند تمہارے پاس آنا چاہے بے روک ٹوک آسکے، بیماروں کی عیادت کو جانا، جنازوں میں شرکت کرنا۔

ایک مرتبہ تمام صوبوں کے حکام کو فرمان بھیجا کہ موسم حج میں سب مکہ میں مجھ سے ملاقات کریں۔ چنانچہ سب وقت معین پر جمع ہو گئے اور آپ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر فرمایا، میں نے ان لوگوں کو جو تم پہ حاکم بنایا ہے تو اس لئے کہ تم کو آرام پہنچائیں نہ اس لئے کہ تم پر ظلم کریں۔ اگر کسی پر کسی حاکم نے ظلم کیا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے اس اعلان پر صرف ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے کہا کہ امیر المومنین میرے حاکم نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا تم بھی اس کے سو کوڑے

مار لو۔ اٹھو میرے سامنے قصاص لے لو۔ حضرت عمرو بن عاص رضؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا امیر المومنین! اگر ایسا ہو گا تو پھر آپ کے حکام کی کچھ وقعت نہ رہے گی تو فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ قصاص نہ لیا جائے۔ حالانکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ خود اپنی ذات سے قصاص دلواتے تھے۔ لے شخص اُٹھ اور قصاص لے۔ عمرو بن عاص نے کہا! امیر المومنین اچھا اس بات کی اجازت دیجئے کہ ہم اس شخص کو راضی کرلیں۔ چنانچہ وہ شخص اس طرح راضی ہوا کہ ہر کوڑے کے عوض میں اس کو دو اشرفیاں دی گئیں۔

ایک روز آپ کسی راستہ سے گذر رہے تھے کہ یکایک ایک شخص نے آواز دی کہ امیر المومنین اپنے حکام کے لئے جو شرطیں آپ لگا دیتے ہیں، ان سے آپ کو نجات نہیں مل سکتی عیاض بن غانم حاکم مصر باریک لباس بھی پہنتا ہے اور اس کے دروازے پر دربان بھی رہتا ہے یہ سن کر آپ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا (حکام کے پاس قاصد بنا کر وہی بھیجے جاتے تھے) اور ان سے فرمایا کہ مصر جاؤ اور عیاض بن غانم کو جس حالت میں پاؤ اسی حالت میں لیتے آؤ۔ محمد بن مسلمہ پہنچے تو دیکھا کہ دروازے پر دربان ہے اور اندر جا کر دیکھا تو عیاض بن غانم ایک باریک کپڑے کا کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔

محمد بن مسلمہ نے کہا چلو امیر المومنین نے تم کو بلایا ہے انہوں نے کہا اچھا اتنی اجازت دیجئے کہ کپڑے بدل لوں مگر محمد بن مسلمہ نے اجازت نہ دی اور اسی حال میں ان کو لے آئے۔ حضرت فاروق نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ باریک کپڑا اتار دو ایک موٹا کرتہ دیا کہ اسکو پہنو اور ایک گلہ بکریوں کا دیا کہ اسکو چرایا کرو اور انہی کے دودھ پر بسر اوقات کرو۔ اور جو مسافر ادھر سے گزریں ان کو بھی پلاؤ باقی جو بچے وہ ہمارے

لئے محفوظ رکھو۔ تم نے سنا عیاض بن غانم کہنے لگے جی ہاں سنا مگر اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ بار بار یہی فرماتے تھے کہ تم نے سنا، وہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کام سے نفرت کیوں کرتے ہو تمہارا باپ بھی تو بکریاں چرایا کرتا تھا، اسی وجہ سے اس کا نام غانم تھا، اچھا اب بتاؤ کچھ نیکی بھی تم سے ہوگی؟ عیاض کہنے لگے کہ ہاں یا امیر المومنین اب کبھی میری کوئی شکایت آپ نہ سنیں گے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اپنا کام کرو۔ چنانچہ پھر ان سے بہتر کوئی حاکم نہ تھا۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب سنتے تھے کہ کوئی حاکم بیمار کی عیادت کو نہیں جاتا یا غریب لوگ اس کے پاس نہیں جا سکتے تو فوراً اس کو معزول کر دیتے تھے۔

جب ملک شام تشریف لے گئے تو حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ عمدہ لباس پہنے ہوئے شان و شوکت کے ساتھ پیشوائی کو آئے ہیں، فرمایا یہ عرب کا کسریٰ ہے۔ اے معاویہ کیا بات ہے میں نے سنا کہ حاجت مند لوگ تمہارے دروازہ پر کھڑے رہتے ہیں، تمہارے پاس تک نہیں پہنچ سکتے، حضرت معاویہ کانپ گئے اور کہنے لگے امیر المومنین یہاں دشمن کے جاسوس بہت رہتے ہیں، لہٰذا ان کو ہیبت و شوکت دکھلانے کے لئے میں نے ایسا کیا ہے، لیکن آپ منع فرما دیں تو اب نہ کروں گا۔

حضرت عمرو بن عاص کی بابت (جو آخر میں حاکم مصر تھے) یہ خبر ملی کہ ان کے پاس بہت مال ہو گیا ہے اونٹ، بکریاں اور غلام وغیرہ بہت ہیں۔ تو آپ نے ان کو لکھا کہ یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں تم سے بہتر لوگ میرے پاس موجود ہیں محض تمہاری جفاکشی کی وجہ سے تم کو میں نے اس عہدہ پر مقرر کیا۔ لیکن ایسی باتیں کرو گے

تو کیا وجہ ہے کہ تم کو معزول نہ کیا جائے۔ جلد جواب دو، انہوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین میں نے خیانت نہیں کی۔ مال غنیمت سے جو حصہ مجھے ملتا ہے میں نے اس سے یہ چیزیں خریدی تھیں یہ چیزیں یہاں ارزاں ہیں۔ اس کے جواب میں پھر آپ نے ان کو لکھا کہ میں اس قسم کی باتوں کو نہیں سنتا۔ اچھا محمد بن مسلمہ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اپنا نصف مال ان کے حوالے کر دو۔

ایک مرتبہ ایک نصرانی تاجر آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ عراق میں ایک گھوڑا لے کر گیا جس کی قیمت بیس ہزار تھی آپ کے عاشر زیاد بن حدیر نے ایک ہزار روپیہ مجھ سے لیا پھر درمیان سال اسی گھوڑے کو لے کر میں لوٹا تو وہ ایک ہزار اور مانگتا ہے آپ نے یہ سب سن کر فرمایا (کفیت) یعنی بس اسی قدر کہہ دینا کافی ہے، وہ نصرانی یہ سمجھا کہ میری فریاد نہیں سنی گئی اور دل میں یہ ارادہ کر کے چلا کہ ایک ہزار اور دوں گا جب وہ اس مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا فرمان اس سے پہلے پہنچ چکا تھا کہ سال میں ایک مرتبہ جس مال پر عشر لے لیا جائے پھر سال کے اندر دوبارہ اس مال پر عشر نہ لیا جائے۔ زیاد بن حدیر نے اس نصرانی کو یہ فرمان سنا دیا اور کہا کہ اب میں تجھ سے کچھ نہیں لے سکتا وہ نصرانی یہ سن کر کہنے لگا میں عیسائیت سے توبہ کرتا ہوں اور میں اس شخص کے دین پر ہوں جس نے یہ فرمان تم کو بھیجا۔ غرض کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران کو صرف اس شکایت پر کہ وہ اپنے مکان کا دروازہ بند رکھتے تھے معزول کر دیا مگر آخر عمر میں فرماتے تھے کہ سعد کو میں نے کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔

حضرت خالد اور حضرت مثنیٰ کو فوج کی سپہ سالاری سے اسلئے معزول کر دیا

کہ لوگوں کو یہ خیال ہو چلا تھا کہ یہ فتوحات ان دونوں کی وجہ سے ہیں پھر دیکھو کہ ان دونوں کی معزولی سے فتوحات کی رفتار میں ذرا فرق نہ پیدا ہوا یہ انہی کی صولت و سیاست تھی کہ اتنی بڑی مشین کو خود ہی چلا رہے تھے اور جس پرزہ کو جہاں سے چاہا نکال لیا اور جہاں چاہا لگا دیا اور ذرا بھی خلل رونما نہ ہوا۔

حضرت خالدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کرنے کے بعد قنسرین کی حکومت پر مامور کیا وہاں انہوں نے کسی شاعر کو جس نے ان کی مدح لکھی تھی ایک ہزار روپیہ انعام دیا یہ خبر حضرت فاروق اعظم کو ملی تو آپ نے حضرت ابو عبیدہ کو لکھا کہ خالد کو میں نے قنسرین کی حکومت سے معزول کیا ان کو اپنے پاس بلا کر مجمع عام میں ان کا عمامہ ان کے سر سے اتروا کر اسی عمامہ سے ان کے ہاتھ بندھواؤ اور ان سے پوچھو کہ اس شاعر کو اتنی رقم کہاں سے دی۔ اگر بیت المال سے دی تو خیانت کی اور اگر اپنے پاس سے دی تو اسراف کیا۔ چنانچہ حضرت خالد کے ساتھ یہی برتاؤ کیا گیا اور حضرت خالدؓ باوجود اس جلالت و شجاعت کے دم نہ مار سکے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ کو آپ نے کسی عہدہ پر مقرر نہیں کیا۔ لیکن ایک گشتی فرمان میں تمام حکام کو اطلاع دی کہ خالد کو کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم کی اس سیاست کا نتیجہ یہ تھا کہ جیسا کہ عدل و انصاف ان کے زمانہ میں رہا اس کی نظیر نہ اس سے پہلے کبھی پائی گئی نہ اس کے بعد

فاروق اعظمؓ کے گشت کے چند واقعات

دنیا میں کون بادشاہ ایسا ہوا جو خود چوکیداری کا کام بھی انجام دے

حضرت فاروق اعظم رضؓ دن میں تنہا مدینہ کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے اور صرف ایک درہ ہاتھ میں ہوتا تھا اور راستہ چلتے چلتے کوئی مجرم قابل سزا مل جاتا تو وہیں اس کو اس درے سے سزا دیتے اور راتوں کو تنہا گشت کرتے تھے نہ صرف مدینہ میں بلکہ باہر سفر میں جاتے تھے وہاں بھی لوگ کہا کرتے تھے کہ ان کا درہ دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک تھا۔ ان کے گشت کے واقعات تو بہت ہیں مگر جسطرح اور حالات تھوڑے لکھے گئے ہیں اسی طرح ان واقعات میں سے چند لکھے جاتے ہیں۔

● ایک روز تاجروں کا ایک قافلہ مدینہ میں آگیا اور شہر کے باہر فروکش ہوا حضرت فاروق اعظم رضؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے فرمایا کہ آؤ آج رات کہ ہم تم اس قافلہ کی حفاظت کریں چنانچہ شب کو دونوں اس قافلہ کی حفاظت میں مشغول رہے۔ تہجد کی نماز بھی دونوں نے وہیں پڑھی۔ رات میں بار بار ایک بچہ کے رونے کی آواز آتی تھی۔ اور حضرت فاروق اعظم رضؓ اس کی ماں سے جاکر فرماتے تھے کہ اپنے بچہ کو کیوں رلاتی ہے۔ اخیر رات میں اس کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے جاکر فرمایا کہ تو بری ماں ہے تیرے لڑکے کو رات بھر قرار نہیں آیا وہ عورت بولی کہ اے خدا کے بندے تو نے مجھے پریشان کر دیا۔ بات یہ ہے کہ میں اس کا دودھ چھوڑانا چاہتی ہوں مگر وہ ابھی چھوڑتا نہیں اس لئے بے قرار رہتا ہے آپ نے پوچھا کہ کتنے مہینے کا ہے۔ اس نے کہا ابھی چند مہینے کا ہے آپ نے کہا تو پھر اتنی جلدی دودھ کیوں چھڑاتی ہو۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ عمر بن خطاب وظیفہ اسی بچہ کا مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکتا ہے آپ نے فرمایا تم ابھی جلدی نہ کرو

پھر آپ فجر کی نماز پڑھنے کیلئے تشریف لائے اور بعد نماز کے آپ بہت روئے اور فرمایا کہ کیسی خرابی عمر کی ہوگی معلوم نہیں کتنے مسلمان بچوں کی اس نے جان لے لی۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے کہ لوگ اپنے بچوں کا دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کریں۔ مسلمان بچے کا وظیفہ پیدا ہوتے ہی مقرر ہو جایا کرے گا۔ پھر یہی حکم آپ نے تمام صوبوں کے حکام کو لکھ بھیجا۔

● حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں حضرت فاروق اعظم رضؓ گشت کر رہے تھے ایک اعرابی کی طرف سے آپ کا گزر ہوا جو اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور اس سے پوچھنے لگے کہ تم اس طرف کیوں آئے ہو، یہی باتیں آپ اس سے کر رہے تھے کہ یکایک خیمہ سے رونے کی آواز آئی آپ نے دریافت کیا کہ یہ رونے کی آواز کیسی، اس اعرابی نے کہا کہ یہ بات تم سے تعلق نہیں رکھتی۔ ایک عورت ہے اس کے درد زہ ہو رہا ہے یہ سن کر آپ اپنے مکان میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ام کلثوم ذرا کپڑے تو پہنو اور میرے ہمراہ چلو چنانچہ آپ ان کو لے کر اس اعرابی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ کیا اس عورت کو اندر جانے کی اجازت دیتے ہو۔ اس کی وجہ سے تنہائی کی تکلیف رفع ہو گی۔ اس اعرابی نے اجازت دی اور وہ اندر تشریف لے گئیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت ام کلثوم رضؓ نے پکار کر کہا کہ امیر المؤمنین اپنے دوست کو خوشخبری دیجئے کہ لڑکا پیدا ہوا اس اعرابی نے جو امیر المؤمنین کہتے سنا تو کانپ گیا اور جلدی سے مؤدب ہو کر بیٹھا اور معذرت کرنے لگا آپ نے فرمایا کوئی حرج کی بات نہیں، صبح کو ہمارے پاس آنا اور آپ نے اس کے بچہ کا وظیفہ مقرر کر کے اس کو کچھ دیا۔

• جب ملک شام سے واپس ہوئے تو ایک روز تنہا گشت کے لئے نکلے ایک بڑھیا ملی، اس سے آپ نے حالات پوچھنے شروع کئے کہ عمر تو تمہارا امیر المومنین ہے کیسا آدمی ہے اس بڑھیا نے برائی بیان کی اور کہا جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے مجھے ایک پلیہ بھی نہ ملا۔ آپ نے فرمایا عمر کو تمہارا حال کیا معلوم تم نے اس کو اطلاع کیوں نہ دی۔ بڑھیا نے کہا وہ امیر المؤمنین ہے اس کو خود مشرق سے مغرب تک ہر مقام کا حال معلوم کرنا چاہیئے یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا مجھے عمر پر رحم آتا ہے اچھا تمہارے اوپر جو اس نے ظلم کیا ہے اس کا کیا معاوضہ لوگی۔ بڑھیا نے کہا میرے ساتھ تمسخر نہ کرو۔ آپ نے فرمایا میں تمسخر نہیں کرتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے سے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ آ گئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا امیر المومنین اب بڑھیا کے حواس گم ہو گئے کہ میں نے امیر المومنین کو ان کے منہ پر برا کہا آپ نے فرمایا کچھ ہرج نہیں پھر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر ا[illegible] ئی کہ عمر نے اپنا ظلم اس بڑھیا سے پچیس اشرفی کے عوض میں معاف کرایا ہے اب یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس پر حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کی گواہی کرائی۔

• ایک شب کو گشت کر رہے تھے ایک گھر سے گانے کی آواز آئی پشت کی دیوار سے چڑھ کر آپ گھر کے اندر گئے تو دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے اور شراب بھی رکھی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا اے دشمن دین کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ باوجود ان معاصی کے اللہ تیری ستر پوشی کریگا۔ اس نے کہا کہ امیر المومنین سزا دینے میں جلدی نہ کیجئے، میں نے تو صرف ایک گناہ کیا آپ نے تین گناہ کئے اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کسی کے عیب کا تجسس نہ کرو، اور آپ نے کیا۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھروں میں دروازوں کی طرف سے جاؤ اور آپ میرے مکان میں پشت کی طرف سے آئے، سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی کے گھر میں اسکی اجازت کے بغیر نہ جاؤ، اور آپ میرے گھر میں بغیر میری اجازت کے آئے یہ سُن کر آپ نے فرمایا اچھا اگر میں معاف کر دوں تو پھر تجھ سے کچھ نیکی ظاہر ہو گی اس نے کہا ہاں یا امیر المومنین پھر کبھی ایسا نہ کروں گا [1]

• ایک شب کو گشت کرتے ہوئے ایک گھر کے قریب پہنچے تو سنا کہ ایک ضعیفہ اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ دودھ میں پانی ملا دے لڑکی نے جواب دیا کہ امیر المومنین کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر نہ بیچا جائے بڑھیا نے کہا اسوقت امیر المومنین یہاں ہیں نہ منادی، لڑکی نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ بات ہمارے لیے مناسب نہیں ہے ظاہر میں تو اطاعت کریں اور باطن میں مخالفت یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور اپنے غلام اسلم سے جو اسوقت ہمراہ تھے فرمایا کہ اس مکان کی کوئی نشانی بنا دو۔ دوسرے دن وہاں آپ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس کو اپنے صاحبزادے حضرت عاصم کے لئے پیغام دیا اور فرمایا اس میں برکت ہو گی۔

عمر بن عبدالعزیز اسی لڑکی کی نسل سے ہیں۔

• ایک شب یوں گشت کر رہے تھے، ایک گھر کی طرف سے گزر ہوا جہاں ایک عورت تھی اور اس کے گرد کچھ بچے بیٹھے ہوئے تھے جو رو رہے تھے اور چولہے پر دیگچی چڑھی ہوئی تھی۔ آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ بچے کیوں رو

---

[1] اس شخص کی تینوں باتوں کا جواب آسان تھا مگر آپ کی عادت تھی کہ آپ کی ذات پر کوئی شخص اعتراض کرتا تو آپ اس کو رد نہ فرماتے یہ تینوں حکم حاکم وقت کے لئے نہیں ہیں وہ انتظامی معاملات میں تجسس بھی کر سکتا ہے۔ گھر کے اندر پشت کی جانب سے بھی اور بغیر اجازت کے بھی جا سکتا ہے۔

رہے ہیں اس عورت نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے۔ آپ نے پوچھا کہ دیگچی میں کیا چیز پک رہی ہے اس نے کہا اس میں تو میں نے پانی بھر دیا ہے ان لڑکوں کو بہلا رہی ہوں کہ کسی طرح سو جائیں یہ سن کر آپ کے آنسو نکل آئے اور فوراً صدقہ کے بیت المال میں تشریف لے گئے اور وہاں سے آپ نے کچھ آٹا، کچھ گھی، کچھ چربی، کچھ چھوہارے کچھ کپڑے اور کچھ روپے لئے اور فرمایا کہ لے اسلم ان سب چیزوں کو میری پیٹھ پہ لاد دے اسلم نے کہا کہ امیر المومنین میں لے چلوں گا فرمایا نہیں، بلکہ یہ تو مجھ ہی سے ہوگی، غرض کہ اپنی پیٹھ پر لاد کر اس عورت کے مکان تک لے گئے اور دیگچی لے کر خود ہی کچھ آٹا، کچھ چربی، کچھ چھوہارے ڈال کر اپنے ہاتھ سے مخلوط کیا اور خود ہی چولھے پر آنچ کی۔ ریش مبارک آپ کی بڑی تھی، اس کے بالوں میں دھواں بھر گیا تھا جب وہ پک کر تیار ہوا تو اپنے ہاتھ سے نکال کر بچوں کے سامنے رکھا، جب وہ کھا کر سیر ہو گئے اس وقت وہاں سے ہٹے۔

• جب اپنے آخری حج سے لوٹنے لگے تو اثنائے راہ میں ایک مقام پر پہنچ کر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جس کو جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے یہ وادی ضجنان وہی مقام ہے جہاں میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرانے آتا تھا ان کا مزاج بہت سخت تھا، مجھ سے کچھ قصور ہو جاتا تو مجھے وہ مارتے تھے اور اب خدا نے اس مرتبہ پر پہنچایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کا خوف مجھے ہو سکے۔

• ایک مرتبہ مسجد سے نکلے جارود بھی آپ کے ساتھ تھے، کہ ایک عورت ملی۔ آپ نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا کہ لے عمر! مجھے تمہارا وہ وقت یاد ہے جب بازار عکاظ میں لوگ تم کو عمیر کہتے تھے پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد

لوگ تم کو عمر کہنے لگے اور اب تو تم امیر المومنین ہو خدا سے ڈر کے کام کرنا۔ جارود کہتے ہیں میں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے امیر المومنین سے بہت گستاخی کی باتیں کیں تو آپ نے مجھے منع فرمایا کہ تم ان کو نہیں پہچانتے یہ خولہ بنت حکیم ہیں جن کی بات خدا نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سنی ہے لہٰذا عمر تو زیادہ مستحق اس بات کا ہے کہ ان کی بات مانے۔ل

• جب اپنی خلافت کے زمانہ میں ملک شام تشریف لے گئے تو ایک عیسائی راہب جو دیر قدس کا متولی تھا۔ آپ کے پاس آیا اور اس نے ایک تحریر کو دیکھ کر بہت تعجب کیا اور فرمایا کہ لیس لعمر ولا لابنہ یعنی یہ مال نہ عمر کا ہے نہ عمر کے بیٹے کا پھر آپ نے اس کا قصہ بیان فرمایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام میں آیا تھا لوٹتے وقت مجھے اپنی ضرورت یاد آئی لہٰذا میں راستہ سے لوٹ آیا اور دل میں خیال کیا کہ قافلہ سست رفتار سے چلتا ہے میں تیزی سے چل کر اپنے قافلہ سے مل جاؤنگا۔ میں ایک بازار میں چلا جارہا تھا کہ ایک عیسائی پادری ملا اور اس نے میری گردن پکڑ لی میں اس سے چھڑانے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھ کو ایک گرجا کے اندر لے گیا کچھ مٹی وہاں ڈھیر تھی اس نے مجھے ایک پھاوڑا دیا کہ یہ مٹی یہاں سے اٹھا کر وہاں ڈالو اور باہر سے دروازہ بند کر کے چلا گیا، جب دوپہر کو وہ آیا اور اس نے دیکھا کہ میں نے کچھ کام نہیں کیا تو اس نے ایک گھونسہ میرے سر پر مارا میں نے وہی پھاوڑا اٹھا کر اس کے سر پہ مار دیا، اس کا بھیجا بہہ گیا پھر میں وہاں سے نکل کر چل دیا۔ بقیہ دن اور پوری رات چلتا رہا۔ قضائے الٰہی صبح جو ہوئی تو ایک گرجا کے دروازہ

لہ یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا ترجمہ! اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اے نبی تجھ سے اپنے شوہر کی بابت جھگڑا کر رہی تھی۔

پر پہنچا۔ میں اس کے سایہ میں کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ اس گرجا سے یہی شخص نکلا جس نے تحریر مجھے اس وقت دی ہے میرے لئے کھانا پانی لایا اور باصرار مجھے کھلایا پلایا اور ایک مرتبہ نیچے سے اوپر تک مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ سب اہل کتاب جانتے ہیں کہ اب روئے زمین پر مجھ سے زیادہ کوئی عالم کتب سماویہ کا نہیں ہے میں تم میں اس شخص کی تمام علامات پاتا ہوں جو ہم کو اس دیر سے نکالے گا اور اس شہر پر قابض ہوگا میں نے اس سے کہا کہ یہ کیسی بے تکی باتیں کر رہے ہو اس نے کہا اچھا اپنا نام بتاؤ۔ میں نے کہا عمر بن خطاب اس نے کہا، خدا کی قسم تم ہی ہو۔ اس میں کچھ شک نہیں، پھر مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے ایک تحریر لکھ دو کہ اس گرجا کے متعلق جس قدر معافی ہے وہ میں نے برقرار رکھی۔ میں نے کہا کہ تم نے میرے ساتھ احسان کیا ہے اب مسخراپن کر کے اس کو مکدر نہ کرو۔ اس نے کہا اچھا لکھ دیجئے اگر میرا یہ خیال غلط ہے تو لکھ دینے میں آپ کا کچھ نقصان نہیں، چنانچہ میں نے ایک تحریر لکھ کر اس کو دیدی وہی تحریر آج اس نے میرے سامنے پیش کی ہے اور کہتا ہے کہ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ یہ مال نہ میرا ہے نہ میرے بیٹے کا میں کیسے دے سکتا ہوں۔

● یمن کے لوگ جب آتے تو آپ ایک ایک سے جاکر پوچھتے کہ تم میں اویس قرنی کوئی شخص ہے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ اویس قرنی خود آئے ہوئے تھے ان سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم قبیلہ مراد کی شاخ قرن سے ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا تمہارے سفید داغ تھا، وہ اچھا ہوگیا ہے، اب صرف ایک درہم کے برابر باقی رہ گیا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا، تمہاری والدہ بھی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں، تو پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے

متعلق یہ سب باتیں بیان فرمائی تھیں اور فرمایا تھا کہ اللہ کے یہاں اس کی یہ عزت ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر کسی بات کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پورا کرے گا اے عمرؓ اگر ہو سکے تو تم اس سے اپنے لئے استغفار کرانا چنانچہ اویس قرنی نے آپ کے لئے استغفار کیا۔ پھر آپ نے ان سے دریافت کیا کہ اب تم کہاں جانا چاہتے ہو انہوں نے کہا کوفہ میں آپ نے فرمایا کہو تو میں حاکم کوفہ کو تمہارے لئے کوئی فرمان لکھ دوں انہوں نے کہا جی نہیں میں تو گمنام لوگوں میں رہنا چاہتا ہوں۔ سال آئندہ میں ان کے قبیلہ کے کچھ اشراف لوگ حج کرنے کو آئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان سے پھر دریافت کیا کہ اویس قرنی کو تم نے کس حال میں چھوڑا۔ لوگوں نے کہا ہم نے ان کو نہایت شکستہ حالت میں اور بہت مفلسی کی حالت میں چھوڑا۔ پھر آپ نے ان کے متعلق حدیث بیان کی اور فرمایا کہ اب ان کے پاس جانا تو اپنے لئے ان سے استغفار کرانا چنانچہ وہ لوگ جب لوٹ کر گئے تو اویس قرنی سے ملے اور اپنے لئے استغفار کی درخواست کی اویس قرنی نے کہا کہ تم ابھی حج کر کے آرہے ہو تم میرے لئے استغفار کرو جب ان لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے تم حضرت عمرؓ سے مل کر آئے ہو اور ان لوگوں کے لئے استغفار کیا مگر یہ خیال ان کو ہوا کہ اب میری شہرت ہو گئی ہے اور کہیں چل دیئے پھر پتہ نہ ملا۔

فاروق اعظمؓ کی دینی خدمات

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنی دس سالہ مدت خلافت میں جس قدر تبلیغ اور تعلیم دین کی فرمائی۔ اگر کوئی چشم بصیرت سے دیکھنے والا ہو تو وہ کہہ سکتا ہے کوئی

دوسرا شخص بیس سال میں بھی اتنا کام نہ کرسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نبی اور امت کے درمیان میں تبلیغ دین کے واسطۂ کبریٰ تھے۔

دین میں سب سے بڑی چیز قرآن مجید ہے، اور اس کے بعد سنت ہے یعنی مسائل دینیہ کے متعلق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و احوال ان دونوں کے متعلق علیحدہ علیحدہ نہایت اختصار کیساتھ ان کے مساعی جمیلہ کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

قرآن مجید

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کے بڑے حریص تھے، لوگوں سے پڑھوا پڑھوا کر سنا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ ان کے ایسا کرنے سے کس قدر شوق تلاوت کا لوگوں میں پیدا ہوگیا ہوگا۔ ایک روز گشت کرتے کرتے مسجد کی طرف جو آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ عادت آپ کی یہ تھی کہ عشاء کے بعد لوگوں کو مسجد سے باہر کر دیتے تھے ہاں اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو چھوڑ دیتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں کیوں بیٹھے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ابی بن کعب ان کے ساتھ چند لوگ ہیں اور اللہ کا ذکر کر رہے ہیں یہ سن کر آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور باری باری ہر ایک سے قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا ابو سعید مولائی ابو سعد کہتے ہیں سب سے آخر میں میری باری آئی تو میرے اوپر ان کا رعب غالب آگیا اور زبان بند ہو گئی اس کو انہوں نے بھی محسوس کرلیا اور فرمایا اچھا تم دعا مانگ لو (طبقات جلد ۳)

(۲) خود نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے تاکہ لوگ آپ کی قرأت کو سن کر سیکھ لیں۔

(۳) رمضان ۱۴ھ میں نماز تراویح کو قائم کیا اور تمام صوبوں کے حکام کو اس کے متعلق فرمان بھیجے کہ اپنے اپنے مقامات پر نماز تراویح کو رواج دیں اور مدینہ منورہ میں نماز تراویح کے لئے دو امام مقرر کئے ایک مردوں کی جماعت کے لئے دوسرا عورتوں کی جماعت کے لئے (طبقات جلد ۳) یہ چیز حفظ قرآن کے رواج کا بہترین ذریعہ بنی۔

(۴) تمام ممالک مفتوحہ میں ہر جگہ قرآن مجید کا درس جاری کیا معلم مقرر کئے ان کے وظیفے معین فرمائے خاص مدینہ میں چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے جو مکتب تھے ان کے معلموں کا وظیفہ پندرہ درہم ماہوار تھا (سیرۃ العمرین ابن جوزی)

(۵) بدوؤں میں قرآن مجید کی جبری تعلیم رائج کی، ابوسفیان نامی ایک شخص کو چند آدمیوں کے ساتھ اس کام پر مقرر کیا کہ قبائل اعراب میں دورہ کریں۔ اور ہر شخص کا امتحان لیں جس کو قرآن مجید بالکل یاد نہ ہو اس کو سزا دیں (اصابہ)

(۶) حضرت معاذ بن جبل رضؓ اور عبادہ بن صامت اور ابی بن کعب کو ملک شام کی طرف بھیجا فرمایا پہلے حمص جاؤ وہاں کچھ دنوں قیام کر کے تعلیم قرآن کا نظام درست کرنے کے بعد تین میں سے ایک حمص میں رہ جاؤ ایک دمشق جاؤ ایک فلسطین ایسا ہی ہوا۔ حضرت عبادہؓ حمص میں اور حضرت ابوالدرداؓ دمشق میں اور حضرت معاذ فلسطین میں۔

(۷) حضرت ابوالدرداءؓ روزانہ فجر کی نماز کے بعد جامع مسجد دمشق میں بیٹھ جاتے اور درس قرآن دیتے تھے دس دس آدمیوں کی جماعت کر دی تھی اور مخصوص طلباء کو خود ہی پڑھاتے بھی تھے۔ ایک روز شمار کیا تو معلوم ہوا کہ سولہ ہزار آدمی روزانہ درس قرآن میں ہوتے ہیں۔ (الملل والنحل ابن حزم)

(۸) فوجی لوگوں کے فرائض میں قرآن مجید کی تعلیم بھی تھی صوبوں کے حکام سے اور فوجی افسروں سے ہر سال فارغ التحصیل حفاظ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے چنانچہ حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کے تین سو آدمیوں کے نام بھیجے۔ اور حضرت ابوموسیٰ رضؓ نے صوبہ بصرہ سے ایک سال میں دس ہزار حفاظ کی فہرست بھیجی آپ ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کا وظیفہ بڑھا دیا۔ (الملل والنحل ابن حزم)

ظاہر ہے کہ اس سے دوسرے حکام صوبہ کو کس قدر ترغیب ہوئی ہو گی اور آئندہ سالوں میں کتنی لمبی لمبی فہرستیں ہر صوبہ سے آئی ہوں گی، اور حفاظ قرآن کی مجموعی تعداد حضرت فاروق کے زمانہ میں کہاں تک پہنچی ہو گی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تعلیم صرف الفاظ قرآن کی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ آج کل حافظ قرآن اس کو کہتے ہیں جو صرف الفاظ قرآنی کو یاد کرلے۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام کسی کو قرآن مجید پڑھا دیں اور صرف الفاظ کے یاد کرانے پر قناعت کریں۔

(۹) بڑی تاکید اس بات کی فرماتے تھے کہ قرآن مجید انہی لوگوں سے پڑھا جائے جن کی سند کا سلسلہ صحیح طور پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔

(۱۰) ایک مرتبہ ایک اعرابی کو قرآن مجید کی ایک آیت میں غلط اعراب پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے حکم جاری کیا کہ زبان عرب کے قواعد کی تعلیم دی جائے علم نحو کے ایجاد کا یہ پہلا سنگ بنیاد ہے۔

(۱۱) قرآن مجید کی خدمت میں تو آپ کو اس قدر شغف تھا کہ اس کی کتابت کا خاص اہتمام فرماتے تھے خفی قلم سے لکھنے کو منع کرتے تھے (اتقان)

(۱۲) تفسیر قرآن مجید کی تعلیم میں بھی جو اصلی چیز تھی، یعنی آیات احکام کی

توضیح اور ان کے مطالب کی تفہیم اس کی طرف تو آپ نے پوری توجہ فرمائی البتہ غیر ضروری اشیاء مثلاً بیان قصص یا شان نزول اس طرف آپ کی توجہ کم رہی۔ اسی لئے صاحب ازالۃ الخفاء فرماتے ہیں۔ "اما تفسیر قرآن عظیم پس ذروۂ سنام آں بدست حضرت فاروق اعظم بظہور آمد۔"

حضرت فاروق اعظمؓ سے جو تفسیریں آیات قرآنیہ کی مروی ہیں جس کا دل چاہے ازالۃ الخفاء میں دیکھے ایک بڑا ذخیرہ ہے جو خود اس بات کی کافی شہادت ہے کہ قرآن مجید پر کتنی توجہ آپ کی تھی۔

سنت نبویہ یا مسائل دینیہ

صحابہ کرام کے زمانہ میں علم فقہ کوئی جداگانہ علم نہ تھا انہی مسائل دینیہ کے بیان کو چاہے فقہ کہا اور چاہے حدیث سے تعبیر کیا جائے، حضرت فاروق اعظمؓ نے اس علم کی اشاعت بھی کی اور اشاعت کے ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایسے انتظامات فرمائے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر کسی چیز کی نسبت نہ ہو سکے، اور دین میں افترا پردازی کو دخل نہ ہونے پائے۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں ایک فرمان جاری کیا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو حدیثیں رائج ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی نئی روایت کوئی شخص بیان کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی۔ اب فاروق اعظمؓ کی مساعی جمیلہ دیکھو۔

- صوبوں کے حکام کو مقرر فرماتے فرمایا کرتے تھے، دیکھو! میں تم کو مسلمانوں کا رہنما اور تربیت کرنے والا بنا کر بھیجتا ہوں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کی طرف سے غفلت نہ کرنا۔
- ممالک مفتوحہ میں معلم اور قاضی مقرر کرنے میں تاخیر نہ فرماتے تھے اور بڑے

بڑے اکابر صحابہ کو تعلیم دین کے لئے اطراف و جوانب میں بھیجتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا، حضرت عبادہ بن صامت کو فلسطین کا قاضی مقرر کیا حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفل بھی ان دس صحابہ میں سے تھے جن کو حضرت عمرؓ نے ہمارے وطن بصرہ میں علم دین سکھانے کے لئے بھیجا تھا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جب (صوبہ بصرہ کی حکومت پر مقرر ہو کر) بصرہ پہنچے تو فرمایا کہ ۔ اے لوگو! مجھے عمر بن خطاب نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تم کو تمہارے رب کی کتاب پڑھاؤں اور سنت کی تعلیم دوں۔

- اپنے فرمانوں میں جو حکام صوبہ کو بھیجے ضروری مسائل دینیہ لکھا کرتے تھے اور یہ حکم ہوتا تھا کہ اس فرمان کی مسلمانوں میں خوب اشاعت کی جائے۔ امام مالکؒ نے موطا میں ایک گشتی فرمان آپ کی نماز کی تاکید اور اوقات نماز کے بیان میں روایت فرمایا ہے جو عجیب چیز ہے۔
- اپنے خطبوں اور ملاقاتوں میں مسائل دینیہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔
- مختلف فیہ مسائل میں علمائے صحابہ سے گفتگو کرتے اور بحث و تحقیق کے بعد اجماعی اور اتفاقی مسائل کی اشاعت فرماتے تھے جن مسائل کو ائمہ مجتہدین اجماعی فرماتے ہیں یہ وہی مسائل ہیں جو حضرت فاروق اعظم کے عہد مبارک میں شائع ہوئے

بلاشبہ جس قدر علم دین اطراف عالم میں پھیلا اور دور دراز مقامات کے مسلمانوں کو مذہبی مسائل سے واقفیت ہوئی یہ سب حضرت فاروق اعظمؓ کی سعی مشکور کا نتیجہ ہے۔ دینی مسائل جس کثرت کے ساتھ آپ سے منقول ہیں کسی اور سے منقول نہیں چنانچہ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی ایک مستقل اور منفرد تصنیف

ہیں ان تمام روایات کو جمع کیا ہے جو مسائل دینیہ میں حضرت فاروق اعظم سے منقول ہیں۔ پوری ایک کتاب بہ ترتیب ابواب فقہیہ کتاب الطہارت سے لیکر کتاب المواریث تک مرتب ہو گئی جس کا نام حضرت شیخ نے مذہب فاروق اعظم رکھا ہے اور ازالۃ الخفاء کا جزء بنایا ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ہماری اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ مذہب اربعہ اسی متن کی شرح ہیں۔

● بڑی سخت تاکید اس بات کی فرماتے تھے کہ احادیث کی روایت کم کی جائے چنانچہ جب انصار کی ایک جماعت کو کوفہ بھیجا ہے تو فرمایا کہ تم لوگ جب کوفہ پہنچو گے تو کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آئے ہیں وہ تم سے حدیثیں پوچھیں گے مگر تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کم بیان کرنا۔ اس بارہ میں تمہارا شریک ہوں۔

ف: صاحب ازالۃ الخفاء فرماتے ہیں کہ امام دارمی نے اس کا مطلب یہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے تاریخی واقعات کم بیان کرنا سنن اور فرائض کی روایات کو منع نہیں فرمایا۔ فرماتے ہیں مگر میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ شمائل و عادات کے متعلق روایات کم بیان کرنا جن سے کوئی حکم شرعی متعلق نہیں یا یہ مطلب ہے کہ بغیر تحقیق کے روایات کم بیان کرنا۔

حقیر راقم السطور کہتا ہے کہ مطلب بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں جبکہ خود حضرت فاروق اعظم رضؓ نے اپنا مقصود ظاہر فرما دیا اور مصنف عبدالرزاق

ل ازالۃ الخفاء میں ہے اجماع کثیر الوقوع اتفاق اہل حل و عقد ست از مفتیان امصار ابن حنی در مسائل مصرحہ فاروق اعظم یافتہ می شود کہ اہل حل و عقد بران اتفاق کردہ اند۔ پھر فرماتے ہیں۔ ایں اجماعات کہ واقع شدہ اند بہ دان اہتمام حضرت فاروق اعظم و نص فتویٰ وی صورت نہ بستہ چنانچہ در مسائل غسل بالکمال و چہار تکبیر در جنازہ نقل کردہ اند۔

یمں ان سے یہ مضمون بایں الفاظ منقول ہے:

قال ابو هريرة لما ولی عمر قال اقلوا الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الا فيما يعمل به

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حکم دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوا اعمال کے اور روائتیں کم نقل کرو۔

معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا مقصود یہ تھا کہ احادیث اعمال کے متعلق بیان کی جائیں، غیر اعمال کی روایات بیان میں نہ آئیں، کسی قدر دور اندیشی کی بات تھی اول تو روایات صرف اعمال ہی کے کام کی ہوتی ہیں، عقائد کی بنیاد ان پہ ہو نہیں سکتی، پھر اعمال کی روایات کی جانچ پڑتال تعامل صحابہ کرام سے بھی ہو جاتی ہے اور غیر اعمال کے روایات کی تنقید اس طریقہ سے نہیں ہو سکتی آج اہل بدعت کے تمسکات انہیں روایات غیر اعمال سے ہیں اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو اہل بدعت کو دین الٰہی میں ٹنکے کا سہارا بھی نہ ملتا۔

متفرقات

① ایک ہزار چھتیس شہر مع ان کے مضافات کے فتح کئے اور جو مقام قبضہ میں آتا فوراً حکم دیتے کہ وہاں مسجد بنائی جائے اور مساجد میں ائمہ اور مؤذنین کا تقرر فرماتے حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار مسجدیں پنج وقتی نماز کے لئے اور نو سو جامع مسجدیں آپ کے زمانہ میں بنیں۔

② ایک سال جب عمرہ کرنے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو مسجد حرم میں توسیع فرمائی اور لوٹتے وقت حکم دیا کہ مکہ معظمہ کے درمیان ہر ہر منزل پر سایہ کا انتظام کیا جائے اور کنوئیں بنائے جائیں اور جو کنوئیں بند ہو گئے وہ از سر نو

صاف کئے جائیں اور یہ حکم دیا کہ حرم کے حدود پر نشانات قائم کئے جائیں اس کام کے لئے آپ نے چار آدمیوں کو مقرر کیا، مخزمہ بن نوفل، ازہر بن عوف، سعید بن یربوع حویطب بن عبد العزیٰ۔

(۳) مسجد نبوی کی توسیع کی، مگر عمارت میں چھوارے کی لکڑی اور کچی اینٹیں رکھیں جیسے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھا اور حکم دیا کہ مسجد نبوی میں چٹائی کا فرش بچھایا جائے چنانچہ چٹائیاں مقام عقیق سے لائی اور بچھائی گئیں۔

(۴) اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت کے فرمان جاری کئے اور یہ بھی ان کے ساتھ تصریح کر دی کہ خدا نے ان کو حلال کیا ہے میں حلال کو حرام نہیں کہتا بلکہ یہ ممانعت از راہ مصلحت ہے' واقعی کس قدر انجام بینی اس حکم میں تھی آج مسلمانوں کی ان نسلوں کو کوئی دیکھے، جن کی مائیں یورپ کی عیسائی یا یہودی ہیں۔ تو اس کو اس حکم کی قدر معلوم ہو۔

(۵) اپنے زمانۂ خلافت میں حکم دیا کہ ممالک اسلامیہ کے بازاروں میں کوئی شخص دوکان نہیں رکھ سکتا۔ جب تک کہ مسائل دینیہ کا علم نہ رکھتا ہو۔ کتنی زبردست تدبیر علمِ دین کی ترویج کی تھی۔

۶ اپنے دربار میں زیادہ عزت ان لوگوں کی کرتے جو علم قرآن میں فوقیت رکھتے ہوں اور اکثر علم قرآن میں لوگوں کا امتحان بھی لیتے اور جو کامیاب ہوتا اس کی بڑی توقیر فرماتے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس قدر عزت و توقیر فرماتے کہ اکابر مہاجرین وانصار نے ایک مرتبہ اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ علم قرآن میں فوقیت رکھتے ہیں اور کئی مرتبہ سر دربار ان کا امتحان لیکر ان کی فوقیت کو سب پر ظاہر فرمایا۔

یہ اور اس کے مثل نہ معلوم کتنی تدبیریں انہوں نے اختیار فرمائی تھیں کہ دس سال میں ساری دنیا کو علم اور دین سے لبریز کر دیا۔ کتنے کافر ان کے عہد خلافت میں مسلمان ہوئے اس کا تخمینہ کسی نے نہیں بیان کیا اور غالباً نہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اندازہ بجز سوا خداوند علیم و خبیر کے کوئی نہیں کر سکتا۔

عیسائیوں اور مجوسیوں میں جس قدر اسلام پھیلا یہ سب انہی کے عہد مبارک کے برکات تھے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام واھلہ جزاء اوفیاً

حضرت فاروق اعظمؓ کے علمی اور دینی کارناموں کو دیکھ کر ایک منصف شخص بے چون و چرا اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے کہ بلاشک وہ اپنے وقت میں جس طرح دین داری میں سب پر فوقیت رکھتے تھے اسی طرح علم میں سب سے سبقت لے گئے تھے ان دونوں چیزوں میں ان کی فوقیت کا انکار کرنا دن کو رات کہنے سے بدتر ہے احادیث نبویہ میں بھی علم اور دین کے متعلق شہادت موجود ہے اور صحابہ کرام سے تو ایک دفتر اس کے متعلق مروی ہے حضرت ابن مسعودؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے حضرت عمرؓ کے ساتھ گئے ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں حالانکہ ابھی اکابر صحابہ موجود ہیں تو فرمایا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے۔

عہدِ فاروقی کی فتوحات

اور سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف فتوحات آپ کے زمانہ کے دیکھے جائیں تو قدرت خدا نظر آتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تائید غیبی آپ کے ساتھ تھی اور خدا کا سچا وعدہ لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ آپ کے ہاتھ سے پورا ہو رہا تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں جو فتح ایران و روم کے متعلق تھیں اپنا کرشمہ دکھا رہی تھیں

دنیا کی یہ دونوں زبردست سلطنتیں ایران و روم کی جو ہر قسم کی دولت سے آراستہ اور شائستہ فوجوں اور ہر طرح کے سازوسامان سے درست تھیں۔ روم کی سلطنت تقریباً چار سو برس سے قائم تھی اور ایران کی سلطنت کیومرث کے وقت سے تھی کیومرث کے متعلق تاریخ طبری میں ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا دوسرا نام کیومرث تھا، بھلا کسی وہم وگمان میں یہ بات آسکتی تھی کہ چند بے سروسامان عربوں کے ہاتھ سے اتنی قلیل مدت میں یہ دونوں سلطنتیں اس طرح زیرو زبر ہو جائیں گی شاہان ایران تو خصوصیت کے ساتھ عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔ جب سرور انبیأ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی خسرو پرویز شاہ ایران کے نام گیا تو اس نے اپنے چھوٹے منہ سے یہی بات کہی کہ میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح لکھتا ہے" نعوذ باللہ من ذلک۔

حضرت شیخ ازالۃ الخفاء میں بالکل سچ فرماتے ہیں کہ :

کسر ایں دو دولت مستقرہ ممدہ از مدت چہار صد سال باں ہمہ
عدد عدد و دلاوری سپہ سالاری دریں مدت قلیل از دست عرب
بایں سامانے کہ داشتند ہر گز مثل آں ہیچگاہ متحقق نشد نخواہد شد
نہ در زمان اسکندر ذوالقرنین نہ در وقت ترکان چنگیزیہ و نہ در ایام
تیموریہ متتبعان فن تاریخ پوشیدہ نیست کہ فتح بلاد ہر چند مساعدات
بخت غالب باشد و اسباب ہمہ مہیا حدے دارد و غایتے و آنچہ
در خلافت حضرت فاروق از مفتوح واقع شدہ غایت از حد غایت است

بہر کیف اس جگہ کچھ مختصر حال ان فتوحات کا لکھا جاتا ہے مفصل حالات تو تاریخ کی ضخیم جلدوں میں بھی نہیں آسکتے۔

فتح ایران

سنہ ۱۳ھ میں حضرت فاروق اعظم نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ملک ایران کو زیر وزبر کرنے کی تدبیریں شروع کیں وہ کون مسلمان تھا جس کے دل میں ایرانیوں سے انتقام لینے کا جذبہ نہ تھا[1] پہلے تو حضرت فاروق اعظم نے چند روز تک مسلسل خطبے پڑھے جن میں مسلمانوں کو ایرانیوں سے جہاد کرنے کی ترغیب دی قرآن مجید کی آیتیں پڑھ پڑھ کر احادیث نبویہ سنا سنا کے فتح ایران کے وعدے[2] خدا اور اس کے رسول کے مسلمانوں کو یاد دلائے اور ایک آگ سب کے دلوں میں لگادی۔

سب سے پہلے ابوعبیدہؓ ثقفی نے جو اکابر تابعین میں سے ہیں آپ کی آواز پر لبیک کہی آپ نے ان کی اس سبقت کی بڑی قدر کی اور فوراً ایک فوج مرتب کرکے روانہ کی جس میں بعض صحابہ کرام بھی تھے حتیٰ کہ ایک بدری صحابی یعنی حضرت سلیط بن قیس بھی اس میں تھے، اس فوج کا افسر ابوعبیدہؓ ثقفی کو مقرر کیا اور فرمایا کہ دیکھو کوئی کام بغیر صحابہ کرام کے مشورہ کے نہ کرنا

مثنیٰ ابن حارث کو جو پہلے ہی بحکم حضرت صدیق عراق کی مہم پر مامور تھے حکم دیا کہ وہ بھی اپنی فوج لے کر روانہ ہوں، یہ دونوں سپہ سالار اپنی اپنی فوج لیکر بجانب ایران روانہ ہو گئے۔

ایرانی تو بہت پہلے سے تیاریاں کر رہے تھے رستم بن فرخ زاد نے جو افواج ایران کا سپہ سالار اعظم تھا فوراً جابان کو حکم دیا کہ ایک لشکر جرار لے کر عربوں کے مقابلے کے لئے جائے۔ چنانچہ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور جنگ عظیم کے

---

[1] خسرو پرویز شاہ ایران نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا خط جو آپ نے اس کے نام بغرض دعوت اسلام بھیجا تھا چاک کر دیا تھا۔ [2] قرآن مجید میں متعدد آیتیں جن میں ایران و روم کی فتح کی خوشخبریاں ہیں اور احادیث میں تو صاف تصریح کے ساتھ یہ مضمون ہے۔

بعد مسلمانوں کو فتح ملی اور مال غنیمت بہت ہاتھ آیا، ہنوز غنیمت تقسیم نہ ہونے پائی تھی، نرسی شاہ ایران کا خالہ زاد بھائی ایک بڑی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کو پہنچ گیا۔ ادھر رستم نے بھی ایک دوسرے سردار جالینوس کو ایک بڑے لشکر کیساتھ بھیج دیا مگر ابو عبیدہ ثقفیؓ نے قبل اس کے نرسی اور جالینوس دونوں جمع ہوں تیزی کیساتھ نرسی پر حملہ کر کے اس کو بھگا دیا بہت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس کے بعد بلا توقف جالینوس پر حملہ کر دیا اس کو بھی شکست دی اس سے بھی بہت مال غنیمت ہاتھ لگا ان تینوں لڑائیوں کے ختم ہونے کے بعد مال غنیمت کا خمس اور قیدیوں کو دارالخلافت بھیجدیا باقی مال غازیوں پر تقسیم کر دیا۔

جب اس شکست کی خبر ملکہ فارس پوران صروحت کو ملی تو اس نے بہمن جادو کو تیس ہزار فوج اور تیس ہاتھیوں کے ساتھ بھیجا ان میں جو سفید ہاتھی تھا وہ خسرو پرویز کے وقت سے بہت مبارک سمجھا جاتا تھا جس معرکے میں جاتا تھا فتح ملتی تھی اور درفش کادیانی بھی تھا جو فریدوں کے وقت سے خزانہ شاہی میں رکھا گیا تھا اور فتح و کامیابی کے لئے بڑی چیز خیال کیا جاتا تھا۔ پھر رستم نے کچھ اور مزید فوج بہمن جادو کے ہمراہ کی۔

حضرت ابو عبیدہ اس مرتبہ شجاعت سے گزر کر تہور کی حد تک پہنچ گئے اور فرات کے پل کو عبور کر کے دشمن سے مصروف کارزار ہوئے۔ ابتداءً مسلمانوں میں کچھ تزلزل پیدا ہوا۔ اور اسی حالت میں ایک مسلمان نے پل کو توڑ دیا، تاکہ جو خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو تو پیچھے نہ بھاگ سکیں۔ ایران کے فوجی ہاتھیوں کیوجہ سے مسلمان بہت پریشان تھے عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا، لہذا گھوڑے اور

اونٹ بھی ان کو دیکھ کر بھڑکتے تھے، بالآخر حضرت ابو عبیدہؓ اور ان کے ساتھ اور چند لوگ گھوڑوں سے اتر آئے اور تلواروں سے ہاتھیوں کے سونڈ کاٹنا شروع کر دیئے۔ خود حضرت ابو عبیدہؓ نے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹی مگر پیچھے لوٹنے میں ان کا پیر پھسل گیا گر پڑے سفید ہاتھی نے فوراً لپک کر اپنے پیر سے ان کو کچل دیا ان کی شہادت کے بعد یکے بعد دیگرے سات آدمیوں نے جھنڈا لیا اور سب شہید ہو گئے آخر حضرت مثنیٰ رضؓ نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی اور مسلمان اس ٹوٹے ہوئے پل کو درست کر کے پھر فرات کے اس پار آ گئے اس لڑائی میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے، قریب تھا کہ فوج میں بد دلی پیدا ہو جائے مگر خدا نے دل قوی کر دیئے اور چند روز کے لئے لڑائی بھی بند رہی۔

اسی اثناء میں ۱۴ھ شروع ہو گیا اور رومیوں نے اس موقع کو دیکھ کر کہ مسلمانوں کی پوری طاقت اس وقت ایران میں صرف ہو رہی ہے، جنگ شروع کر دی جس کو بعد میں بیان کیا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے بے تردد ادھر کا بھی انتظام کر دیا۔ اسی درمیان میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی چار ہزار فوج کیساتھ یمن سے آ گئے حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کو فوراً حکم دیا کہ بجانب ایران روانہ ہو جائیں اور مثنیٰ کی ماتحتی میں کام کریں۔ اور مثنیٰ کو فرمان بھیجا کہ جریر بن عبداللہ صحابی ہیں ان کے اکرام و احترام کا پورا لحاظ رکھنا، ایرانیوں نے اب کی مرتبہ مہران ہمدانی کو سردار فوج بنا کر مقابلہ کے لئے بھیجا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی جس کا نام تاریخ اسلام میں یوم الاعشار ہے اس لئے کہ اس لڑائی میں سو مسلمان ایسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک نے دس دس کافروں کو مارا تھا۔ مہران بھی ایک غلام کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اس لڑائی میں اس قدر مال غنیمت ملا کہ پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت مثنیٰ ؓ نے ایران کے دو بازاروں پر حملہ کیا سونا، چاندی و قیمتی جواہرات بکثرت ہاتھ آئے۔

اب سنہ ۱۵ھ شروع ہوگیا اور اس قیامت خیز لڑائی کی تیاری ہونے لگی جس کا نام جنگ قادسیہ ہے، حضرت شیخ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضؓ کی کوشش سے اس لڑائی میں کفر و ایمان کے درمیان میں فرقان اکبر کا ظہور ہوا۔

جب یہ لڑائی شروع ہونے کو تھی تو حضرت فاروق اعظم رضؓ کے اضطراب و بے چینی کا بالکل یہی حال تھا جو سرورِ انبیا صلے اللہ علیہ وسلم کا غزوہ بدر میں تھا آپ نے کفار کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کے لئے نماز فجر میں دعائے قنوت شروع کردی اور تمام اطراف و جوانب میں احکام بھیجے کہ فوج کی بھرتی کر کر کے مدینہ منورہ بھیجو اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) تمام افواج عراق کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا، اور ان کو تقویٰ اور صبر اور اثبات قدم کے متعلق بہت موثر نصیحتیں فرمائیں۔ تیئس ہزار فوج لیکر حضرت سعد روانہ ہوئے جس میں ایک ہزار صحابی اور ان میں ننانوے بدری تھے اور کچھ فوج پہلے سے عراق میں تھی، مجموعی تعداد ساٹھ ہزار بیان کی گئی ہے۔

ادھر ایرانیوں نے یہ کیا کہ اپنی ملکہ کو معزول کر کے یزدگرد کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا، کیونکہ لڑائی کی مہمات کو مرد ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اور پرانے بادشاہوں کے وقت کے دفینے اور خزانے نکالے گئے اور آلات حرب کی درستی اور فوج کی بھرتی میں بے اندازہ دولت صرف کی گئی اور خود رستم لڑنے کے لئے میدان میں فوج لیکر آیا اور دریا پر پل باندھ کر دریا کے اس پار اس نے اپنی چھاؤنی قائم کی۔

حضرت سعدؓ نے رستم کے سازوسامان اور فوج کی کثرت کا حال حضرت فاروق اعظمؓ کو لکھ بھیجا آپ نے جواب میں لکھا کہ ذرا تردد نہ کرو اور دشمن کے سازوسامان سے کچھ خوف نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر نظر رکھو۔

خدا کی قدرت کہ حضرت سعدؓ کے تمام جسم میں دنبل اس کثرت سے نکل آئے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکتے تھے۔ ادھر یزدگرد مدائن میں بیٹھ کر دم بدم تازہ فوجیں میدان جنگ میں بھیجتا چلا جاتا تھا، اور آدمیوں کی ڈاک اس قاعدے سے لگائی تھی کہ ہر ہر لمحہ کی خبر میدانِ جنگ کی اس کو پہنچتی رہے۔

حضرت سعدؓ ایک قصر شاہی میں جو وسط لشکر میں تھا مقیم ہوئے اور تمام فوج کو جمع کر کے آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں فتح ایران کی پیشین گوئیاں احادیث نبویہ سے سنائیں اور فرمایا کہ میں چار مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند کروں گا، پہلی مرتبہ تم سب بھی نعرۂ تکبیر بلند کرنا اور ہتھیار وغیرہ درست کر لینا اور دوسری مرتبہ میں لڑائی کا لباس پہن لینا اور تیسری مرتبہ میں صفیں درست کر لینا اور چوتھی مرتبہ میں تم سب لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا نعرہ بلند کر کے ایک دم دشمن پر حملہ کر دینا۔

ایسا ہی ہوا اور مسلسل تین دن اور ایک رات برابر لڑائی جاری رہی۔ شاید دنیا نے خواب میں بھی کبھی ایسا معرکۂ قتال نہ دیکھا ہو، تاریخ اسلامی میں لڑائی کے پہلے دن کا نام یوم الارماث اور دوسرے دن کا نام الاغواث اور تیسرے دن کا نام یوم العماث اور رات کا نام لیلۃ الہریر ہے۔

لیلۃ الہریر میں حضرت سعد اپنے قصر میں دعا میں مشغول تھے اور فریقین کی فوجیں مشعل روشن کر کے مصروف کارزار تھیں، دوزخ اور بہشت دونوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے، وسط شب میں حضرت سعدؓ کے دل میں خدا کی طرف سے تسکین

نازل ہوئی اور الہام ربانی ہوا آپ نے اسی وقت مسلمانوں کو خوشخبری سنائی کہ بس خدا کی مدد قریب ہے فتح ونصرت کی ہوائیں چل رہی ہیں ان کے اس فرمانے سے مسلمانوں کے دل اور بڑھ گئے اور اس بے جگری سے قتل و غارت میں مصروف ہوئے کہ ایرانیوں کی بہادری کے افسانے سب خاک میں مل گئے اتنے میں جبح ہو گئی اور کچھ دن چڑھے بلال بن علقمہ ایرانیوں کے قلب لشکر میں رستم کے پاس پہنچ گئے اور ایک ہی وار میں اس مغرور کا سر جسم سے جدا کر کے نیزے پر چڑھایا اور بڑی بلند آواز سے ایک نعرہ لگایا الا انی قتلت رستما اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ ایرانیوں میں ہلچل پڑ گئی۔ اور رستم کا جسم بے جان حضرت سعدؓ کے سامنے لا کر ڈال دیا گیا۔ ایرانی بھاگے اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور اسقدر ایرانیوں کو مارا کہ اسکا شمار نہ ہو سکا۔

مورخین نے اندازہ کیا ہے کہ اس لڑائی میں ایک لاکھ ایرانی مارے گئے اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، مال غنیمت میں وہ قیمتی اور عجیب اشیاء مسلمانوں کو ملیں کہ عربوں نے تو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں قرآن مجید کی آیت واخریٰ لم تقدروا علیہا کا ظہور اس دن عیاناً ہوا۔ حضرت سعدؓ نے خمس جدا کر کے مال غنیمت دارالخلافہ روانہ کیا اور اس فتح عظیم کی خوشخبری حضرت فاروق اعظمؓ کو بھیجی۔ حضرت ممدوحؓ نے جن جن کلمات میں اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔

مسلمانوں کی اسی لڑائیاں ایرانیوں سے ہوئیں، مگر سب سے بڑی لڑائی یہی تھی اسکے بعد دو چار لڑائیاں اور ہوئیں اور سارا ملک ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ غرض آتش پرستی کی بجائے خدا پرستی کا چرچا ہوا، آتش خانے گل ہو گئے اور خدا کی مسجدیں بنیں۔ جس سرزمین پر رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان

کیساتھ گستاخی کی گئی تھی وہ سرزمین اب آپ کے فرمانبرداروں کا مسکن بن گیا۔

.. یزدگرد کی یہ حالت ہوئی کہ قادسیہ کی شکست کے بعد حلوان بھاگ گیا پھر حلوان سے رَے گیا پھر وہاں سے نہ معلوم کہاں کہاں بھاگا پھر آخر اس نے عاجز ہو کر خاقان تک اور فغفور چین سے مدد مانگنے کی رائے کی اور اس ارادہ سے طوس گیا اور حاکم طوس ماہوی سوری کا مہمان بنا اور وہاں سے بھی بدبختی نے نہ چھوڑا بیزن سے جنگ ہوئی اور اس جنگ میں شکست پا کر یزدگرد تنہا بھاگا اور ایک چکی پیسنے والے کے یہاں پناہ لی۔ اس نے اس کو قتل کر دیا اور تاج شاہی اور زریں لباس اتار کر اس کے برہنہ جسم کو دریا میں ڈال دیا۔ آخر وقت میں حسرت کیساتھ کہتا تھا کہ کاش! میں نے اپنے کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا ہوتا۔ یہ تھی سزا اس گستاخی کی جو سیدالانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ساتھ کی گئی تھی، فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین۔

اس لڑائی میں تائید غیبی کے واقعات اور عبرت آموز حالات بکثرت پیش آئے جن میں سے چند اس جگہ لکھے جاتے ہیں۔

ا:۔ ارماث والے دن میں مہران جو آذربائیجان کا حاکم تھا، ایک عجیب شان سے ایک باوقار گھوڑے پر سوار میدان جنگ میں آیا اور کہنے لگا کہ آج ہم عربوں کو کچل ڈالیں گے اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ اگر خدا چاہے، یہ مغرور کہنے لگا کہ خدا چاہے یا نہ چاہے یہ لفظ اس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ حضرت منذر بن حسان جبنی نے ایک نیزہ اس کے پہلو میں مارا اور زمین پر اس کو گرا دیا۔

۲:۔ عماس والے دن ایک سوار ایرانی فوج کا میدان جنگ میں بہت لاف

وگزاف بکتا ہوا آیا۔ ایک مسلمان دبلے پتلے پستہ قد اس کے مقابلے میں گئے، ایرانی نے ایک ضرب میں ان کو گھوڑے سے گرا دیا اور خود گھوڑے سے اتر کر ان کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ قریب تھا کہ ان کا سر کاٹے کہ گھوڑا اس کا بھاگا اور اس نے گھوڑا کی رسی اپنی کمر میں باندھ لی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ گھوڑے کیساتھ خود بھی گھسٹتا ہوا چلا پھر گیا تھا، اس مسلمان نے اٹھ کر ایک ہی وار میں اس کو جہنم پہنچا دیا۔

۳:۔ اسی عماث والے دن ہی جب حضرت عمرو بن معدیکرب نے تنہا ایرانی لشکر پر حملہ کیا اور نامعلوم کتنے نامور پہلوانوں کو واصل جہنم کیا تو یکدم پوری فوج ان پر ٹوٹ پڑی ان کا گھوڑا مارا گیا تو انہوں نے ایک ایرانی سوار کے دوڑتے گھوڑے کا پاؤں پکڑ لیا گھوڑا رک گیا، سوار نے اس قوت کو دیکھ کر اپنی جان بچانے کو غنیمت سمجھا اور فوراً اتر کر پیادہ بھاگ گیا۔ حضرت عمرو بن معدیکرب اسی گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

۴:۔ اغواث والے دن ابو محجن ثقفی نے جو شراب پینے کے جرم میں محبوس تھے، حضرت سعد کی بی بی سلمٰی سے کہا کہ مجھے قید سے رہا کر دو۔ اور سعد کا ابلق گھوڑا اور ہتھیار مجھے دیدو آج میرا دل بھی میدان جنگ میں جانے کیلئے بیقرار ہے اور اگر میں زندہ رہا تو پھر اسی طرح اپنے کو قید کرا دوں گا، سلمٰی نے منظور کر لیا۔ ابو محجن نے میدان جنگ میں وہ کام کیا کہ ساری فوج کی نظر انہی کی طرف ہو گئی سینکڑوں ایرانی بہادروں کو انہوں نے واصل جہنم کیا۔ اس وقت مسلمان یہ خیال کر رہے تھے کہ کوئی فرشتہ ہماری مدد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ دوسرے دن حضرت سعد نے جب یہ ماجرا سنا تو بہت خوش ہوئے اور ابو محجن کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو رہا کر دیا۔ اور اب کبھی تم کو شراب پینے پر سزا نہ دی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات ہے؟

تو میں کبھی اس خبیث کے قریب جاؤں گا، آج سے پہلے اگر میں شراب چھوڑتا تو یہ چھوڑنا سزا کے خوف سے مگر آج محض خدا کے خوف سے ہے۔

۵:۔ قادسیہ کی لڑائی ختم ہونے کے بعد ایرانیوں نے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا اور کشتیاں بھی ہٹالیں کہ اسلامی فوج مدائن میں نہ داخل ہوسکے حضرت سعدؓ نے فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔ اللہ کا نام لے کر اور حضرت فاروق اعظم کے عدل وانصاف کا واسطہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر کے اسی بحرِ ذخار میں انہوں نے اپنا گھوڑا ڈال دیا ان کے گھوڑے کا دریا میں پڑنا تھا کہ یکدم ساٹھ ہزار گھوڑے دریا میں تھے ترتیب یہ دی گئی کہ دو دو مسلمان باہم ملے جلے ہوئے چلیں۔ حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار اسلامی شاہسوار دریائے دجلہ میں متحرک پانی کی سطح پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے کہ گویا باغ کی روشوں پہ چہل قدمی کر رہے ہیں اور گھوڑے تھک جاتے تھے وہاں خشک ٹیلہ یا خشک زمین نمودار ہوجاتی تھی جس پر کھڑے ہو کر گھوڑے آرام کر لیتے نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی۔ سب چشم زدن میں دریا کے پار تھے!" ایک سوار کا پیالہ البتہ دریا میں بہہ گیا۔ رسی اس کی کمزور تھی دریا کی موجوں میں ٹوٹ گئی۔ پار اتر کر انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا کہ میرا پیالہ دریا میں رہ جائے یہ کہنا تھا کہ ایک موج آئی اور اس نے وہ پیالہ کنارہ پر پہنچا دیا۔

اس دن کا نام عرب کی تاریخ میں یوم الماء رکھا گیا اس بعید از قیاس تائید ربانی کو دیکھ کر ایرانیوں نے شہر مدائن کو خالی کر دیا اور بغیر جنگ کے مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہوگیا

تبصرہ | فردوسی کو بوجہ رفض کے مسلمانوں کی یہ عظیم الشان فتوحات اور سلطنت ایران کی بربادی، مجوسیوں کی شکست وہزیمت بہت شاق

گزری جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور شاہنامہ میں قادسیہ کی لڑائی کا حال لکھتے ہوئے اسلام کی عداوت اس کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوگئی پہلے تو اس نے خود اپنی طرف سے زوال سلطنت ایران کا مرثیہ[1] لکھا اور اس میں بہت توہین عربوں کی لکھی، پھر جابجا ایرانیوں کی زبان[2] سے ان کی توہین تصنیف کی۔ پھر فردوسی کو یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ رستم ایران کا سپہ سالار اعظم ایک معمولی سپاہی کے ہاتھ سے قتل ہو، بلکہ حضرت سعد رضؓ کو اس کا قاتل قرار دیا۔ حالانکہ حضرت سعدؓ قادسیہ کے میدانِ جنگ میں قدم بھی نہیں رکھ سکے پھر یزدگرد کے مارے جانے کا مرثیہ[3] تو اس نے دردناک لکھا کہ جس سے واقعی اس کے دلی صدمہ کا اظہار ہوتا ہے۔

---

[1] شاہنامہ کے اشعار اس موقع کے یہ ہیں :۔

برآمد ز شاہان جہاں را قفیر | نہاں شد زر دگشت پیدا بشیز
دگر گونہ شد چرخ گرداں بچہر | ز آزاد گاں پاک ببر مہر

[2] شاہنامہ کے اشعار یزدگرد کی زبان سے یہ ہیں :۔

ہما تا کہ آمد شمار اختر | کہ مارا چہ آمد ز اختر بسر
ازیں مار خوار اہرمن چہرگان | ز دانائی و شرم بے بہرگان
نہ گنج و نہ نام و نہ بخت و نژاد | ہمیدا د خواہند گیتی بباد
ازاں زاغ ساران بے آب و رنگ | نہ ہوش و دانش نہ دام و نہ ننگ

[3] اس موقع پر اشعار یہ ہیں :۔

ہے روزِ اندراں جایگہ بود جنگ | بلا برانیاں بر بہو آب تنگ

ایضاً صفحہ ۲۲

شد از تشنگی دست گرداں زکار — ہم اسپ گراں مایہ از کار زار
لب رستم از تشنگی شد چو خاک — زباں گشت اندر دہاں چاک چاک
خروشے برآمد بکردار رعد — ازیں روئے رستم وزاں روئے سعد
بپوشید دیدار رستم زگرد — بشد سعد پویاں زجائے نبرد
یکے تیغ زد بر سر ترگ دے — کہ خوں اندر آمد ز ترکش برے
چو دیدار رستم بخوں تیرہ گشت — جہانجوی تازی بر وچہرہ گشت

یہ بھی غلط ہے کہ ایرانیوں کا پانی بند کیا گیا تھا اور یہ بھی غلط ہے کہ گرد و غبار کی وجہ سے رستم حضرت سعدؓ کو نہ دیکھ سکا۔ حضرت سعد تو اس کے متقابل تھے ہی نہیں۔

۱؎ اس موقع کے اشعار یہ ہیں :۔

بدیں گونہ بر تا سدارے نمرد — ہم از لشکراد سوارے نمرد
دریغ آں سر و تاج و بالا و برد — دریغ آں برو شاخ و آں دست گرد
دریغ آں سر و تخمہ اردشیر — دریغ آں سوار جوان ہژبر
تو مند بودے خرد یار داں! — بیروئے خبر زیں بہ نوشیرواں
کرو را آسیا ما ہر روئے ترا — جہاندار دو یہیم جوئے ترا
بد شنہ جگر گاہ بشگافتند — برہنہ بآب اندر اند اختند

فتح روم وشام

فتوحات عراق کی طرح شام و روم کی فتوحات کا حال بھی ہے ۱۴؁ھ سے حضرت فاروق اعظمؓ نے روم و شام کی طرف توجہ فرمائی اور ۲۲؁ھ تک آپ نے اس کو مکمل کر دیا۔ تائید غیبی کے عجیب و غریب

واقعات روزمرہ ان فتوحات میں بھی رونما ہوتے رہے بعض مقامات میں لڑنا پڑا اور بعض مقامات بغیر لڑائی کے قبضہ میں آ گئے۔ بیت المقدس بغیر لڑائی کے اس طرح قبضہ میں آیا کہ وہاں عیسائیوں اور یہودیوں کے علماء نے کہا کہ عمرو بن عاص بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے کیونکہ فاتح بیت المقدس کا حلیہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے جو عمرو بن عاص پر منطبق نہیں ہوتا۔

حضرت عمرو بن عاص رضؓ نے اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظم رضؓ کو دی اور آپ تشریف لے گئے، جس وقت آپ بیت المقدس پہنچے اور آپ کو ان لوگوں نے دیکھا فوراً دروازہ کھول دیا اور کہا کہ یہ وہی ہیں۔

بیت المقدس میں بمقام جابیہ آپ نے ایک دربار کیا اور تمام سرداران افواج کو بھی اس میں شریک فرمایا اور شعار اسلام کا کماحقہ اعلان فرمایا۔ مصر اور اسکندریہ، حلب اور اہواز و آذربائیجان وغیرہ بھی بڑے معرکے کے ساتھ فتح ہوئے اور خراسان اور قسطنطنیہ کی فتوحات کا بھی آغاز ہوا جس کی تکمیل امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں ہوئی۔ المختصر حق تعالیٰ کا وعدہ حضرت فاروق اعظم رضؓ کے ہاتھ پہ پورا ہوا۔ اور دین حق تمام ادیان پر غالب آگیا۔ اور اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی کہ اب روئے زمین پر کوئی طاقت ایسی باقی نہ رہی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں سرسبز اور کامیاب ہو سکے

حضرت فاروق اعظم رضؓ کے مکاشفات و کرامات

احادیث نبویہ میں حضرت فاروق اعظم رضؓ کے لئے جس طرح اور کمالات بیان

فرمائے گئے ہیں اسی طرح آپ کا صاحب خوارق عادت ہونا بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ جس قدر خوارق عادات اور مکاشفات کا ظہور آپ سے ہوا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے۔

سب سے بڑی کرامات آپ کی وہ عظیم الشان فتوحات ہیں جو نہایت قلیل مدت میں نہایت بے سروسامانی کی حالت میں حاصل ہوئیں، جن کا مجمل تذکرہ اوپر ہوا۔ سب سے بڑی کرامت آپ کی وہ اسلامی خدمات ہیں جن کا ظہور آپ سے ہوا۔ آپ کی فوج کے لئے جو غیبی تائیدات کے واقعات پیش آئے وہ بھی آپ ہی کی کرامت میں شمار کئے جائیں گے مگر میں اس کام پر ان سب کے علاوہ چند امور مثال کے طور پر درج ذیل کرتا ہوں۔

۱۔ ایک روز آپ مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکایک بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ فرمایا یا ساریۃ الجبل اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع کر دیا، تمام حاضرین کو حیرت تھی کہ یہ بے ربط جملہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے بے تکلفی زیادہ تھی انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آج آپ نے خطبہ کے درمیان میں یا ساریۃ الجبل فرمایا تو آپ نے اپنے ایک لشکر کا ذکر کیا جو عراق میں بمقام نہاوند جہاد میں مشغول تھا، اس لشکر کے سردار ساریہ تھے، فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمن کی فوج سامنے سے بھی آ رہی ہے اور پیچھے سے بھی آ رہی ہے جس کی ان لوگوں کو خبر نہیں یہ دیکھ کر میرا دل قابو میں نہ رہا اور میں نے آواز دی کہ اے ساریہ پہاڑی سے مل جاؤ۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب ساریہ کا قاصد آیا

تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ ہم لوگ لڑائی میں مشغول تھے کہ یکایک یہ آواز آئی کہ یا ساریۃ الجبل اس آواز کو سن کر ہم لوگ پہاڑ سے مل گئے اور ہم کو فتح ملی۔

۲۔ جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر نے حضرت عمرو بن عاص رضؓ (فاتح مصر) سے کہا کہ ہمارے ملک میں کاشتکاری کا دار و مدار دریائے نیل پر ہے اور دریائے نیل کا یہ دستور ہے کہ ہر سال ایک کنواری جو حسن و جمال میں سب سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے ڈالی جاتی ہے اگر کسی سال ایسا نہ کیا جائے تو دریائے نیل نہیں بڑھتا اور قحط پڑ جاتا ہے، حضرت عمرو بن عاصؓ نے یہ واقعہ حضرت فاروق اعظم رضؓ کو لکھ بھیجا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسلام ایسی وحشیانہ رسموں کی اجازت نہیں دیتا اور آپ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے نیل مصر کے نام ہے، اگر تو اپنے اختیار سے جاری ہے تو ہم کو تجھ سے کوئی کام نہیں اور اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہے تو اب اللہ کے نام پر جاری رہنا اس خط کے ڈالتے ہی دریائے نیل بڑھنا شروع ہوا سالہائے ماسبق کی نسبت چھ گز زیادہ بڑھا اور اس دن سے یہ رسم بد موقوف ہو گئی۔

۳۔ زمانہ قحط میں جب حضرت فاروق اعظم رضؓ نے پانی برسنے کی دعا مانگی اور پانی برسا تو کچھ بدو لوگ باہر سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ امیر المومنین ہم لوگ فلاں دن فلاں وقت اپنے جنگلوں میں تھے کہ یکایک ایک ابر اٹھا اور اس سے یہ آواز آرہی تھی۔ یعنی " اے ابو حفص آپ کے لئے بارش آگئی "

۴۔ اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ایک شخص عبداللہ بن ثوب رضؓ تھے ان سے اس کذاب نے کہا کہ میری نبوت کا اقرار کرو۔ انہوں نے کہا میں ہرگز تجھ کو نبی نہیں مانتا۔ اسود نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو نبی مانتے ہو عبداللہ بن ثوب نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اسود ایسا برافروختہ ہوا کہ آگ روشن کرنے کا حکم دیا اور اس میں عبداللہ مذکور کو ڈلوا دیا مگر آگ نے ان پر کچھ اثر نہ کیا، آخر اسود نے ان کو شہر بدر کر دیا وہ مدینہ آئے، جیسے ہی مسجد کے دروازہ میں داخل ہوئے حضرت فاروق اعظم نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو اسود نے آگ میں جلانے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ نے بچالیا۔ اس قصہ کو نہ حضرت عمرؓ نے کسی سے سنا تھا نہ مدینہ میں کوئی اس حال سے واقف پھر آپ نے کھڑے ہو کر عبداللہ بن ثوب سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا شبیہ اس امت میں میں نے آنکھوں سے دیکھا۔

۵۔ مسلمانوں کا لشکر جب عراق میں کوہ حلوان کے دامن میں پہنچا اور نماز عصر کے لیئے اذان دی گئی تو پہاڑ سے اذان کا جواب آیا۔ جب مؤذن نے کہا اللہ اکبر تو پہاڑ سے آواز آئی کہ لقد کبرت کبیرا یعنی اے مؤذن تو نے بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور جب مؤذن نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو پہاڑ سے آواز آئی کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی، اس طرح ہر کلمہ کا جواب پہاڑ سے آیا۔ جب اذان سے فراغت ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ اے شخص اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے کہ تو فرشتہ ہے کہ جن ہے یا خدا کا کوئی بندہ ہے تو نے اپنی آواز تو ہم کو سنا دی اب اپنی شکل بھی ہم کو دکھا دے کیونکہ ہم لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور عمر بن خطابؓ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ کہنا تھا کہ

پتھر ایک جگہ سے شق ہوا اور ایک بوڑھے شخص نمودار ہوئے اور انہوں نے بعد سلام کہا کہ میرا نام زریت بن برشملا ہے میں حضرت عیسیٰؑ کا صحابی ہوں، انہوں نے ہی مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لئے اپنے نزول تک درازئ عمر کی دعا کی ہے اچھا عمر بن خطابؓ سے میرا سلام کہنا اور کہنا قیامت قریب آگئی ہے اور بھی اس قسم کی چند باتیں کرکے نظر سے غائب ہو گئے پھر ہر چند تلاش کیا گیا کچھ پتہ نہ چلا۔

۶۔ ایک روز خواب میں سے بیدار ہو کر آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو عمر بن خطاب کی نسل سے ہوگا اور عمر بن خطاب کی روش اختیار کریگا یہ اشارہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف تھا کہ وہ آپ کے صاحبزادے حضرت عاصمؓ کے نواسے ہیں۔

۷۔ ایک روز حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خواب میں دیکھا کہ فجر کی نماز میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، اور محراب سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے ایک لڑکی ایک طبق چھواروں کا لائی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا آپ نے ایک چھوارا اس میں سے لیکر میرے منہ میں رکھ دیا اور پھر دوسرا چھوارا اٹھا کر میرے منہ میں دیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق تھا اور زبان پر ان چھواروں کی حلاوت باقی تھی۔ اس کے بعد میں وضو کرکے مسجد گیا اور حضرت عمر کے پیچھے نماز فجر پڑھی اور وہ بالکل اسی طرح محراب سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خواب بیان کروں، لیکن قبل اس کے کہ میں کچھ بولوں، ایک عورت آئی اور اس کے ہاتھ میں ایک طبق چھواروں کا تھا، وہ مسجد کے دروازہ پر کھڑی ہوگئی اور وہ طبق

حضرت عمرؓ کے آگے لاکر رکھ دیا گیا۔ انہوں نے اسی طرح دو چھوارے یکے بعد دیگرے میرے منہ میں رکھے اور باقی دوسرے صحابہ کرام کو تقسیم کرا دیئے، میرا دل چاہتا تھا کہ مجھے اور دیں اور فرمایا کہ اے بھائی اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو تمہیں اس سے زیادہ دیئے ہوتے تو میں زیادہ دیتا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوا کہ جو خواب میں نے رات کو دیکھا تھا وہ سب ان کو معلوم تھا تو فرمایا کہ اے علی مومن نور ایمان سے دیکھ لیتا ہے میں نے کہا کہ امیر المومنین آپ سچ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی خواب دیکھا تھا اور آپ کے ہاتھ سے بھی چھواروں کی وہی لذت پائی جو رسول خدا کے دست مبارک سے ملی تھی۔

۸۔ ایک روز جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر کر کے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے میرے تین چونچیں ماریں اور اس کی تعبیر میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت اب قریب ہے۔

9۔ ایک مرتبہ آپ کے زمانہ میں زلزلہ آیا بار بار زمین ہلتی تھی تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، اور ایک درہ زمین پر مارا اور فرمایا کہ ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا۔ فوراً زلزلہ موقوف ہو گیا۔

۱۰۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حضرت زید بن خارجہ کی جب وفات ہوئی اور ان کو کفن پہنایا گیا تو ان کے سینہ سے گنگناہٹ محسوس ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے کلام کیا کہا کہ :-

احمد احمد فی الکتاب الاول صدق	احمد احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگلی کتاب میں سچے ہیں
صدق ابوبکر الصدیقؓ الضعیف فی	ابوبکر صدیق جو اپنے کاموں میں کمزور اور اللہ کے

لفسہ القوی فی امر اللہ فی الکتاب	کاموں میں طاقتور ہیں اگلی کتاب میں سچے ہیں عمر بن خطاب
الاول صدق صدیق عمر بن الخطاب	جو بڑے طاقتور اور امانتدار ہیں اگلی کتاب میں سچے ہیں
القوی الامین فی الکتاب الاوّل صدق	عثمان بن عفان انہی تینوں کی روش پہ چار سال گزار چکے
صدق عثمان بن عفانؓ علی منهاجهم	ہیں دو باقی ہیں فتنے قریب آگئے اور طاقتور نے کمزور
مضعف زلع ولقیت سنتان اتت	کو کھا لیا قیامت قائم ہوگئی اور عنقریب تمہارے
الفتنة واکل الشدید الضعیف	اریس نامی کنوئیں کی خبر آئیگی اور وہ بری چیز ہے
وقامت الساعة وسیاتیکم خبر	(اس کنوئیں میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے
بئراریس وما بیراریس۔	انگشتری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گر گئی تھی)

اس کے بعد قبیلہ بنی خطم کے ایک شخص کی وفات ہوئی انہوں نے بھی کفن پہنانے کے بعد کلام کیا انہوں نے کہا کہ ان اخا بنی الحارث بن الخزرج صدق بنی حارث بن خزرج کے آدمی یعنی زید بن خارجہ نے جو کچھ کہا سچ کہا۔

۱۱۔ جابس بن سعد طائی نے خواب دیکھا کہ آفتاب اور ماہتاب میں باہم جنگ ہوئی اور ہر ایک کیساتھ کچھ کچھ ستارے ہیں یہ خواب انہوں نے فاروق اعظمؓ سے بیان کیا، آپ نے پوچھا کہ تم کس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا میں چاند کے ساتھ تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا اب میں تم کو کسی کام پر مقرر نہ کروں گا تم تاریک نشانی کے ساتھ تھے چنانچہ یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

۱۲۔ ایک پہاڑ کی کھوہ سے آگ نکلا کرتی تھی اور جہاں تک پہنچتی تھی سب کو جلا کر خاکستر کر دیتی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں بھی وہ

آگ نمودار ہوئی تو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری یا حضرت تمیم داری کو حکم دیا
کہ جاؤ اس آگ کو اسی کھوہ کے اندر داخل کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے
اپنی چادر سے اس آگ کو ہنکانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ کھوہ میں چلی گئی۔
پھر کبھی وہ آگ نمودار نہیں ہوئی۔

۱۳۔ ایک مرتبہ ایک عجمی شخص مدینہ منورہ میں آیا، حضرت فاروق اعظمؓ کو
وہ تلاش کر رہا تھا کسی نے بتایا کہ وہ کہیں جنگل میں سو رہے ہوں گے چنانچہ وہ جنگل
کی طرف گیا۔ دیکھا تو آپ زمین پر لیٹے ہوئے دِرّہ سر کے نیچے رکھے ہوئے سو رہے
ہیں۔ اس عجمی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ سارے جہان میں اس شخص کی وجہ سے
فتنہ برپا ہے اس کا قتل کر دینا تو بہت آسان ہے یہ خیال کر کے اس نے تلوار نکالی
فوراً دو شیر نمودار ہوئے اور اس عجمی کی طرف لپکے عجمی فریاد کرنے لگا۔ حضرت فاروق
اعظمؓ بیدار ہو گئے اس عجمی نے سارا قصہ آپ سے بیان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

۱۴۔ ایک مرتبہ ایک لشکر آپ کا کسی دور دراز مقام میں مشغول جہاد تھا۔ ایک
دن مدینہ منورہ میں بیٹھے بیٹھے آپ نے بلند آواز سے فرمایا لبیکاہ کسی کی سمجھ میں
نہ آیا کیا بات ہے، یہاں تک کہ وہ لشکر واپس آیا اور سردار لشکر نے فتوحات کا
بیان شروع کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ان باتوں کو رہنے دو اس شخص کا
حال بیان کرو جس کو تم نے جبراً پانی میں بھیجا تھا، اس پر کیا گزری اس پر سردار لشکر
نے کہا کہ امیر المومنین! اللہ کی قسم میں نے اس کے ساتھ بدی کا ارادہ نہیں کیا تھا۔
بات یہ ہوئی کہ ہم لوگ ایک پانی پر پہنچے جس کی گہرائی کی حد معلوم نہ تھی کہ اس سے
عبور کیا جا سکے، لہٰذا میں نے اس شخص کو برہنہ کیا اور پانی میں بھیجا، ہوا بہت ٹھنڈی

تھی اس شخص کو ہوا کا اثر ہو گیا اور اس نے فریاد کی وا عمراہ واعمراہ اس کے بعد وہ سردی کی شدت سے ہلاک ہو گیا۔ جب لوگوں نے اس قصہ کو سنا تو سمجھا کہ وہ اس دن لبیک ان کی اسی مظلوم کے جواب میں تھی۔

حضرت فاروق اعظم نے سردار لشکر سے فرمایا کہ یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد ایک دستور قائم ہو جائے گا تو یقیناً میں تیری گردن مار دیتا، اچھا جا، اس مقتول کے اہل و عیال کو خون بہا ادا کر اور کبھی اپنی صورت مجھے نہ دکھانا۔ ایک مسلمان کا قتل ہو جانا میرے نزدیک بہت کافروں کے قتل سے زیادہ ہے۔

۱۵۔ جس روز آپ کی وفات ہوئی اس دن یہ اشعار ہاتف غیبی کے سنے گئے مگر کہنے والا نظر نہ آیا ؎

لیبک[1] علی الاسلام من کان باکیا	لقد اوشکوا ھلکی وما قدم العھد
وادبرت الدنیا وادبر خیرھا	وقد ملّھا من کان یومن بالوعد

حضرت فاروق اعظمؓ کے کلمات طیبات

حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کا کلام جمع کیا جائے تو ایک ضخیم مجلد تیار ہو جائے ازالۃ الخفاء میں جس قدر ذخیرہ آپ کے کلام کا ہے اگر اسی کو علیحدہ کر کے یکجا کر لیا جائے تو نہج البلاغہ[2] سے دس گنی حجم کی کتاب بن جائے اور پھر یہ بھی فرق ہو گا کہ نہج البلاغہ کا اکثر حصہ افترائیہ ہے اور اس میں دینی و مذہبی تعلیمات

---

[1] خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اسلام پر جس کو رونا ہو وہ روئے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا لوگ ہلاکت کو پہنچ گئے دنیا سے خیر و برکت جاتی رہی اور اچھے لوگ دنیا میں پریشان ہو گئے۔

[2] نہج البلاغہ شیعوں کی وہ کتاب ہے جس میں حضرت علیؓ کا کلام انہوں نے جمع کیا ہے۔

بہت کم ہیں۔ اِدہر اُدہر کے قصّے اور لوگوں کی شکایت زیادہ ہے اور اسکی عبارت مشکل اور غریب الاستعمال لغات کیوجہ سے مشکل در مشکل ہیں جو ایک ناصح و معلم کی شان کے بالکل منافی ہے، بخلاف اس کے یہاں کوئی بات نہیں ہے کوئی قصہ ہے نہ کسی کی شکایت ہے خالص مذہبی تعلیم ہے اور عبارت اس قدر سہل وسادہ ہے کہ ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے بالکل احادیث نبویہ کا رنگ ہے

ازالۃ الخفاء میں دو مستقل رسالے آپ کے اقوال و آثار کے ہیں ایک وہ جس میں مسائل فقہیہ کا بیان ہے، کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب المیراث تک تمام ابواب فقہیہ میں آپ کی تعلیمات کو درج کر دیا ہے دوسرا رسالہ تصوف کے متعلق ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے مہمات تصوف اور معارف و سلوک کے متعلق جو تعلیم دی ہے وہ سب اس رسالہ میں دی ہے آیات قرآنیہ کی تفسیر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ علیحدہ ہے اور متفرق کلام علیحدہ ہے اس مقام پر انہی متفرق کلمات میں سے چند بطور نمونے کے نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ اپنے تمام حکام کو یہ گشتی فرمان بھیجا:

"تمہارے کاموں میں یہ سب سے زیادہ اہتمام کے قابل میرے نزدیک نماز ہے، جس نے نماز کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا وہ دوسری چیزوں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کر دے گا ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سایہ ایک ہاتھ ہو جائے ایک مثل تک، عصر کی نماز لیسے وقت پڑھو کہ آفتاب اونچا ہو زرد نہ ہو اور سوار دو فرسخ یا تین فرسخ قبل غروب کے چل سکے اور مغرب کی نماز آفتاب غروب ہوتے ہی پڑھو اور

عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد سے ایک تہائی رات تک پڑھو جو شخص عشاء پڑھنے سے پہلے سو جائے خدا کرے اس کی آنکھوں کو آرام نہ ملے اور صبح کی نماز ایسے وقت پڑھو کہ تارے نکلے ہوں"۔

۲۔ فرمایا کہ دعاء آسمان و زمین کے درمیان میں رہتی ہے یہاں تک کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے"۔

۳۔ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ فرائض کو ادا کرے اور منہیات سے بچے اور نیت اپنی خدا کے ساتھ درست رکھے۔

۴۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو آپ نے لکھا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک صبر مصیبت پر اور دوسرا صبر معصیت کے ترک پر دوسری قسم صبر کی پہلی قسم سے افضل ہے اور مدار ایمان ہے

۵۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعلےٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہ کرے اور اس شخص کی خطائیں نہیں بخشتا جو دوسروں کی خطائیں نہ بخشے۔

۶۔ اپنی آخری وصیت میں فرمایا کہ دیکھو کتاب اللہ سے غفلت نہ کرنا جب تک تم اس کی پیروی کرتے رہو گے گمراہ نہ ہو گے، دیکھو مہاجرین کے اعزاز و اکرام میں کوتاہی نہ کرنا، مسلمان تو بہت ہوں گے مگر مہاجرین اب کہاں اور انصار کا بھی لحاظ رکھنا وہ اسلام کے ملجا و ماویٰ ہیں اور بدوؤں کا خیال رکھنا وہ تمہاری اصل ہیں اور ذمی کافروں سے جو معاہدہ ہو جائے اس پر قائم رہنا۔

۷۔ فرماتے تھے کہ میں تم میں ۲ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک دونوں چیزیں تم میں رہیں گی اس وقت تک بھلائی رہے گی ایک فیصلہ میں انصاف کرنا دوسرے تقسیم میں انصاف کرنا میں تم کو ایک راستے پر چھوڑے جاتا ہوں جس پر نشان قدم نیچے

ہوتے ہیں، اب اگر کوئی قوم از خود کجی اختیار کرے تو وہ راستہ سے ہٹ جائیگی۔

۸۔ اہل شام کو فرمان بھیجا کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری سکھاؤ اور ان کو حکم دو کہ لوگوں کی بے آبروئی نہ کریں۔

۹۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے کو مقام تہمت سے علیحدہ نہ رکھے وہ اپنے بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھے گا اس کا کام اس کے اختیار میں رہے گا۔

۱۰۔ فرماتے تھے کہ تین چیزیں تیرے بھائی کے دل میں تیری محبت قائم کر دیں گی، جب ملاقات ہو تو سلام کرنے میں ابتدا کر اس کے ناموں میں جو اس کو زیادہ پسند ہو اسی نام سے اس کو پکار محفل میں اس کے لئے جگہ کشادہ کر دے۔

۱۱۔ فرماتے تھے سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو ایسے شخص کو دے جس نے اسے نہیں دیا اور سب سے زیادہ حلیم وہ ہے جو اپنے ظالم کا ظلم معاف کر دے۔

۱۲۔ فرماتے تھے کہ طمع فقیری پیدا کرتی ہے اور مایوسی غنی کر دیتی ہے اور ہر معاملہ میں سوا آخرت کے معاملات کے دیر کرنا بہتر ہے۔

۱۳۔ فرماتے تھے جب کوئی بندہ اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے تو اللہ اس کی حکمت کو بلند کر دیتا ہے وہ اپنی نظر میں حقیر ہوتا ہے لیکن لوگوں میں اسکی عزت ہوتی ہے۔

۱۴۔ فرماتے تھے کہ زنا کی کثرت سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے اور حکام کے ظلم سے قحط پڑ جاتا ہے۔

۱۵۔ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہتا ہو کہ میری زندگی کامیابی سے گزرے اس کو چاہیئے کہ اپنے باپ کے بعد اس کے دوستوں سے نیک سلوک کرے۔

۱۶۔ ایک شخص کو آپ نے نصیحت کی اور فرمایا کہ وہ کام کیا کرو اگر تم کو اس کام میں کوئی دیکھ لے تو تم کو ناگوار نہ ہو۔
۱۷۔ فرماتے تھے کہ علماء کی مجلسوں سے علیحدہ نہ رہا کرو خدا نے روئے زمین پر علماء کی مجلس سے زیادہ بزرگ کوئی مقام پیدا نہیں کیا۔
۱۸۔ فرماتے تھے کہ علم حاصل کرو اور علم کے لئے سکینہ اور وقار اور حلم سیکھو۔
۱۹۔ فرمایا جب کسی عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو دین کی بات میں اس کا اعتبار نہ کرو۔
۲۰۔ فرماتے تھے کہ ایک عالم کا مر جانا ہزار عابد قائم اللیل صائم النہار کے مر جانے سے بڑھ کر ہے۔
۲۱۔ فرماتے تھے توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو ان کے دل بہت نرم ہوتے ہیں۔
۲۲۔ ایک روز احنف بن قیس سے آپ نے پوچھا کہ سب سے زیادہ جاہل کون ہے انہوں نے کہا کہ جو آخرت کو دنیا کے عوض میں بیچ ڈالے آپ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ جاہل تم کو بتاؤں جو دوسرے کی دنیا کیلئے اپنی آخرت کو بیچ ڈالے۔
۲۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے نام ایک فرمان بھیجا، اس میں لکھا کہ قوت کی بات یہ ہے کہ آج کا کام کل کے لئے نہ اٹھا رکھو اور جب دنیا و آخرت میں مقابلہ ہو تو آخرت اختیار کرو، کیونکہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور کتاب اللہ کا علم حاصل کرو کیونکہ اس میں علم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے۔
۲۴۔ ایک روز فرمایا کہ ہم لوگ قرض دینے کو بخیلی کی علامت قرار دیتے ہم لوگ ضرورت والے کو یوں ہی دے دیا کرتے تھے۔

۲۵۔ فرماتے تھے کہ دنیا کو کم حاصل کرو تو آزادانہ زندگی ہو گی اور گناہ کم کرو تو موت آسان ہو جائے گی۔

۲۶۔ اکثر چھوٹے بچے کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے کہ میرے لئے دعا کر کیونکہ تو نے ابھی گناہ نہیں کیا۔

۲۷۔ اخیر عمر میں بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما، اور اپنے رسول کے شہر میں موت دے۔

۲۸۔ اخیر وقت میں شعر پڑھا:

ظلومٌ لنفسی غیر انی مسلم — اصلی الصلوٰۃ کلھا واصوم

یعنی میں اپنی جان پہ ظلم کرنے والا ہوں سوا اس کے کہ میں مسلمان ہوں سب نمازیں پڑھ لیتا ہوں اور روزے رکھ لیتا ہوں!

۲۹۔ زخمی ہونے کے بعد نماز پڑھی، اور زخم سے خون جاری تھا اور فرمایا کہ جس کی نماز جاتی رہی اس کا دین میں کچھ حصہ نہیں۔

۳۰۔ بالکل آخری وقت میں زمین پہ اپنا منہ رکھ دیا اور فرمایا کہ عمر کی خرابی ہے اگر پروردگار نے اس کی خطاؤں کو نہ بخش دیا۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کی شہادت

حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں ہے جن کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے جس دن وہ مسلمان ہوئے دین الٰہی کی شوکت و عزت بڑھ گئی اور اپنے عہد خلافت میں تو وہ کام کئے جن کی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی اور جس

دن دنیا سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہوگیا۔

مختصر حال آپ کی شہادت کا یہ ہے کہ جب آپ اپنے آخری حج سے واپس ہوئے تو وادیٔ محصب میں اپنی چادر سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے چاند کی طرف جو نظر کی تو اس کی روشنی اور اس کی تنویر آپ کو اچھی معلوم ہوئی۔ فرمایا کہ دیکھو ابتدا میں یہ کمزور تھا، پھر بڑھتے بڑھتے یہ پورا ہوا، اور اب پھر گھٹنا شروع ہوگا یہی حال دنیا میں تمام چیزوں کا ہے، پھر دعا مانگی کہ اے اللہ! میری رعیت بہت بڑھ گئی ہے اور میں اب کمزور ہوگیا۔ خداوندا قبل اس کے کہ مجھ سے فرائض خلافت میں کچھ قصور ہو مجھے دنیا سے اٹھالے۔

اس کے بعد مدینہ میں پہنچکر آپ نے خواب دیکھا کہ ایک سرخ مرغ نے آپ کے شکم مبارک میں تین ٹھونگیں ماریں آپ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ اب میری موت قریب ہے اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک روز اپنے معمول کیمطابق بہت سویرے نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے اس وقت ایک دُرّہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور سونے والوں کو اپنے درہ سے جگاتے تھے، مسجد پہنچکر نمازیوں کی صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تھے اس کے بعد نماز شروع فرماتے تھے اور نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے اس روز بھی آپ نے ایسا ہی کیا، نماز ویسے ہی آپ نے شروع کی تھی صرف تکبیر تحریمہ کہنے پائے تھے کہ ایک مجوسی کافر ابولولو جو حضرت مغیرہ کا غلام تھا، ایک زہر آلود خنجر لئے ہوئے مسجد کی محراب میں چھپا ہوا بیٹھا تھا اس نے آپ کے شکم مبارک میں تین زخم کاری اس خنجر کے لگائے آپ بے ہوش ہوکر گر گئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آگے بڑھ کر بجائے آپ کے امامت کی اور مختصر نماز پڑھ کر سلام پھیرا۔

ابو لؤلؤ نے چاہا کہ کسی طرح مسجد سے باہر نکل کر بھاگ جائے مگر نمازیوں کی صفیں مثل دیوار کے حائل تھیں ان سے نکل جانا آسان نہ تھا۔ لہٰذا اس نے اور صحابیوں کو بھی زخمی کرنا شروع کر دیا تیرہ صحابی زخمی۔ جن میں سات جاں بر نہ ہو سکے اتنے میں نماز ختم ہوگئی اور ابو لؤلؤ کو پکڑ لیا گیا جب اس نے دیکھا کہ میں گرفتار ہو گیا تو اسی خنجر سے اس نے اپنے کو ہلاک کر لیا۔

اتنا بڑا عظیم واقعہ ہوا مگر کسی مسلمان نے نماز نہیں توڑی، نماز پورے اطمینان کیساتھ ختم کی گئی نماز کے بعد حضرت فاروق اعظم رضؓ کو اٹھا کر لوگ ان کے مکان پر لے گئے تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا اور آپ نے فجر کی نماز اسی حالت میں ادا کی۔

سب سے پہلے آپ نے سوال کیا کہ میرا قاتل کون ہے، حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا، ابو لؤلؤ مجوسی کافر، یہ سن کر آپ نے تکبیر ایسی بلند آواز سے کہی کہ باہر تک آواز آگئی، اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ایک کافر کے ہاتھ سے مجھے شہادت ہوئی۔

یہ ابو لؤلؤ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں یہ شکایت لے کر گیا تھا کہ میرے مالک نے مجھ پر محصول زیادہ باندھا ہے آپ اس میں کمی کرا دیجئے آپ نے محصول کی تعداد دریافت کی اور پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اس نے کہا میں چکی بناتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اس کام کا کرنے والا عرب میں تیرے سوا کوئی نہیں ہے لہٰذا یہ محصول کام کے لحاظ سے زائد نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک چکی ہمارے لئے بھی بنا دے، اس نے کہا بہت اچھا۔ آپ کے لئے ایسی عمدہ چکی بنا دونگا کہ تمام دنیا میں اس کی شہرت ہو گی۔ آپ نے فرمایا دیکھو یہ غلام مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے کسی نے کہا امیر المومنین آپ حکم دیں تو ابھی اس کو گرفتار کر لیا

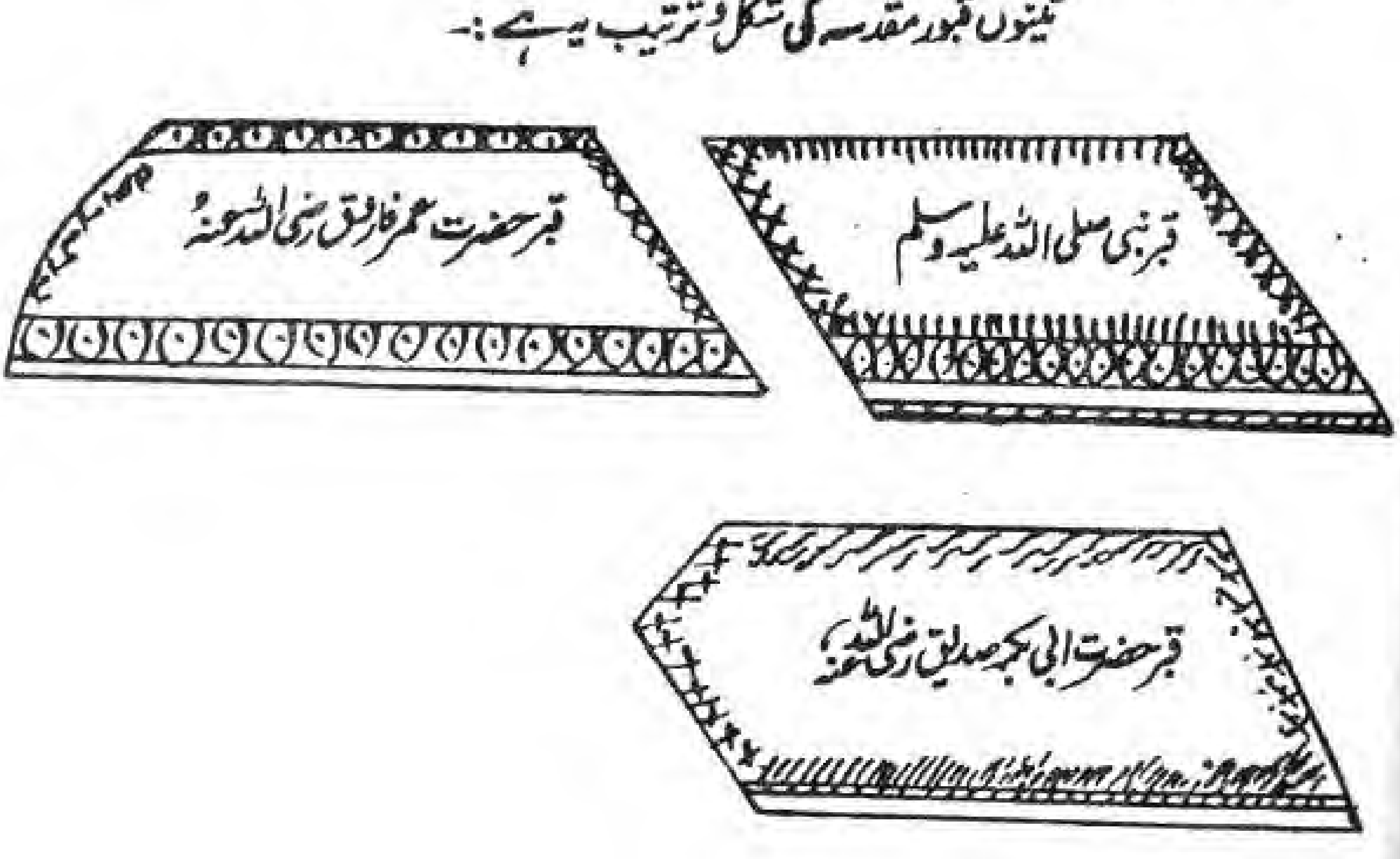
جائے آپ نے فرمایا کیا جرم سے پہلے سزا دی جائے اسی وقت سے ابولؤلؤ نے ایک خنجر بنایا اور اس کو زہر میں بجھانا شروع کیا اور اسی فکر میں رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے اس حادثہ کی خبر نے تمام مدینہ میں کہرام برپا کر دیا تمام مہاجرین و انصار آپ کو گھیرے ہوئے بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کاش ہماری عمریں آپ کو دیدی جائیں اور آپ ابھی اسلام کی خدمت کے لئے قائم رہیں۔ دوا اور علاج کی بھی کوشش کی، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جب صحابہ کرام کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کی توقع نہیں ہے اس وقت عجیب حالت سب کی تھی سب نے جاکر آپ سے کہا کہ امیر المومنین اللہ تعالے آپ کو جزائے خیر دے آپ نے کتاب اللہ کی پیروی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت صہیبؓ کو اپنی جگہ پر امام نماز بنادیا اور فرمایا میرے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفہ کا انتخاب کر لینا۔ پھر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام کے عرض کرو کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اپنے صاحبین کیساتھ دفن کیا جاؤں۔ اگر آپ کو اس میں کچھ تکلیف یا نقصان ہو تو پھر جنت البقیع میرے لئے بہتر ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر گئے اور ام المومنین کو پیغام پہنچایا انہوں نے فرمایا وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، مگر میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں جس وقت یہ خوشخبری حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کو پہنچائی تو آپ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری سب سے بڑی خواہش یہی تھی وہ بھی اس نے پوری کردی۔ اس کے بعد پھر نزع کی حالت شروع ہوگئی اسی حالت میں ایک جوان آپ کے پاس آیا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچے تھی آپ نے فرمایا کہ اے بھتیجے ازار ٹخنوں سے اونچی رکھا کرو اس میں کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

جب آپ کا جنازہ نماز کے لئے لایا گیا تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ مجھے پہلے
سے یہی خیال تھا کہ آپ کا مدفن بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔
کیونکہ میں سنا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں اپنے ذکر کے ساتھ آپ
دونوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا مانگا کرتا
تھا کہ یا اللہ جیسا نامۂ اعمال حضرت عمر بن خطاب کا ہے میرا نامۂ اعمال بھی ایسا ہو۔

۲۷ ذی الحجہ کو بروز چہار شنبہ کو زخمی ہوئے تھے اور پانچویں دن یکم محرم
کو بروز یک شنبہ بعمر تریسٹھ سال رحلت فرمائی۔

حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خاص روضۂ نبوی میں حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ اس روضۂ مقدسہ کے
اندر صرف تین قبریں ہیں۔ ایک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری ابوبکر صدیقؓ
کی تیسری حضرت عمر فاروقؓ کی۔ حضرت صدیقؓ کا سر مبارک اپنے آقائے نامدار
صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ اقدس کے برابر ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ کی قبر
مبارک پائنتی کی جانب ہے تینوں قبور مقدسہ کی شکل و ترتیب اس طرح ہے۔

تینوں قبور مقدسہ کی شکل و ترتیب یہ ہے:-



حضرت فاروق اعظمؓ کے فضائل میں چند آیات و احادیث

علاوہ ان آیات کے جن میں عموماً صحابہ کرامؓ کی یا مہاجرین کی مدح و ثنا ارشاد فرمائی گئی ہے خصوصیت کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ کے فضائل میں متعدد آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں! اور یہ چیز تو ان کی روشن خصوصیات ہیں کہ ان کی خواہش اور ان کی رائے کی تائید و موافقت میں اکثر آیات قرآنیہ کا نزول ہوا جس سے حق تعالیٰ نے یہ بات ظاہر فرما دی کہ ان کی فطرت و طبیعت ملاء اعلیٰ کے رنگ میں پورے طور پر رنگین ہو چکی ہے اس مقام پر انہی آخری دو قسموں کی چند آیات کا حوالہ بطور مثال کے دیا جاتا ہے۔

۱۔ آیت اظہار دین جو قرآن مجید میں تین جگہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ دین برحق کو دنیا کے تمام مذاہب پر غلبہ حاصل ہو جائے لیظھرہ علی الدین کلّہٖ اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ ایران و روم کی دو زبردست سلطنتیں جن سے کفر اور اہل کفر کو ہر قسم کی قوت و شوکت حاصل تھی۔ زیر و زبر نہ ہو جائیں پس گویا آیت میں فتح ایران و روم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا اور یہ مقصود آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوا بلکہ حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاتھوں سے پورا ہوا انہی کے زمانہ خلافت میں یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور دین برحق کی قوت تمام مذاہب سے زیادہ ہو گئی۔

اب خیال کرو کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی کیسی عظیم الشان فضیلت اس آیت

سے ظاہر ہوئی کہ ان کے ہاتھ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد پورا ہوا۔
میں اس آیت اظہار دین کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ تالیف کر چکا ہوں اگر کسی کو اس آیت کا مفصل استدلال دیکھنا ہو تو اس رسالہ کو دیکھے۔

۲- آیت دعوت اعراب جو سورہ انا فتحنا میں ہے جس میں حق تعالیٰ نے بطور پیشین گوئی کے ارشاد فرمایا ہے کہ "اے نبی جو بدو لوگ حدیبیہ میں آپ کے ہمراہ نہ گئے تھے ان سے فرما دیجئے کہ عنقریب ایک بلانے والا تم کو ایک سخت جنگ آور قوم سے لڑنے کے لئے بلائے گا اگر تم اس بلانے والے کی اطاعت کروگے تو بڑا ثواب پاؤگے ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا"

یہ پیشین گوئی حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ کہ انہوں نے ان بدوؤں کو لڑنے کے لئے انہیں بلایا لہذا معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم کا بارگاہ خداوندی میں وہ مرتبہ ہے کہ آپ کی اطاعت پر قرآن مجید میں وعدہ ثواب ارشاد ہوا اور آپ کے باغی کو خدا نے عذاب الیم کی تہدید فرمائی۔ اس آیت دعوت اعراب کی تفسیر میں بھی ایک مستقل رسالہ ہو چکا ہے اس کو دیکھ کر نہایت مفصل استدلال کا علم ہو سکتا ہے۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ اور آیتیں بھی ہیں مگر نمونہ کے لئے سردست اسی قدر کافی ہیں اب ان آیات واحکام خداوندی کو دیکھو جو ان کی رائے اور خواہش کی تائید میں نازل ہوئے۔

۳- حضرت فاروق اعظمؓ کو بڑی خواہش اس بات کی تھی کہ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دیا جائے، چنانچہ قرآن مجید میں ان کے لئے پردہ کا حکم آگیا۔ آپ بار بار یہ آرزو ظاہر کرتے تھے کہ مقام ابراہیمؑ کو مصلے بنایا جائے آخر قرآن مجید میں حکم

آگیا کہ مقام ابراہیم کو مصلّے بناؤ۔ قیدیانِ بدر کے متعلق آپ کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے بلکہ سب کو قتل کر دیا جائے اس کی تائید قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی۔ شراب کے حرام کئے جانے کی بڑی تمنا آپ کو تھی آخر قرآن میں شراب کی حرمت کا حکم آگیا، منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا کرتے تھے۔ آخر قرآن مجید میں حکم آگیا کہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ اذان کی مشروعیت سے پہلے آپ نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ نماز کی اطلاع کا کوئی مطابق نازل ہو۔ بعض علماء نے مستقل کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور اس قسم کے تمام احکام شرعیہ کو ایک جگہ جمع کیا ہے۔

احادیث

(۱) عن سعد بن ابی وقاصؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہٖ مالقیک الشیطان سالکًا فجًّا الا سلک فجًّا غیر فجک۔ متفق علیہ وفی الترمذی ان الشیطان لیخاف منک یا عمر

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان جب تم کو راستہ میں چلتا ہوا دیکھتا ہے تو اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ میں چلنے لگتا ہے (بخاری و مسلم) اور ترمذی میں ہے کہ تحقیق شیطان تم سے اے عمر ڈرتا ہے۔

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسی بات میں شیطان کا دخل نہیں ہوسکتا یہ صفت اگر عصمت نہیں تو ظل عصمت ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

(۲) عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فاذا انا بالرمیصاءِ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا

امراة ابي طلحة وسمعت خشفة
فقلت من هذا فقال هذا بلال
ورأيت قصرا بفنائه فقلت لمن
هذا فقالوا لعمر بن الخطاب فاردت
ان ادخله وانظر عليه فذكرت
غيرتك فقال عمر بابي انت و
امي يا رسول الله أعليك أغار
(متفق عليه)

تو میں نے ابوطلحہ کی بی بی رمیصا کو دیکھا اور میں
نے کسی کے چلنے کی آواز سنی تو پوچھا کہ یہ کون ہے
فرشتوں نے کہا یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل
وہاں دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا ہے لوگوں نے کہا
عمر بن خطاب کا ہے میرا ارادہ ہوا کہ اس محل کے
اندر جا کر اس کو دیکھوں مگر مجھ کو (اے عمر) تمہاری
غیرت کا خیال آگیا یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ
میرے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں کیا میں آپ کے
اوپر غیرت کرتا۔ (بخاری و مسلم)

(۲) عن ابي سعيدؓ قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم بينا انا نائم رأيت
الناس يعرضون علي وعليهم قمص
منها ما يبلغ الثدي ومنها ما دون
ذالك وعرض علي عمر بن الخطاب
وعليه قميص يجره قالوا فما اولت
ذالك يا رسول الله قال الدين (متفق عليه)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ میں نے خواب
میں دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے ہیں کسی کا قمیص
پستان تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا اور عمر بن خطاب
جو میرے سامنے لائے گئے تو ان کا قمیص اتنا نیچا تھا کہ
چلنے میں زمین پر گھسٹتا چلتا تھا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ
اس کی تعبیر آپ نے کیا دی فرمایا دین (بخاری و مسلم)

ف معلوم ہوا کہ حضرت عمر سراپا دین تھے ان کا دین ہستی سے بھی زائد تھا۔

(۳) عن ابي هريرةؓ قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لقد كان فيما قبلكم
من الامم محدثون فان يك في امتي
احد فانه عمر (متفق عليه)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تم سے پہلے کی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے
تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی انکو حاصل ہوتی تھی
میری امت میں اگر کوئی ایسا ہے تو یقیناً وہ عمر ہی ہیں۔
(بخاری و مسلم)

(۵) عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بینا نائم اوتیت بقدح لبن فشربت حتّی انّی لاری الرّی یخرج من اظفاری ثمّ اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اوّلتہ یا رسول اللہ قال العلم
(متفق علیہ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس حال میں کہ میں سو رہا تھا مجھے ایک جام دودھ کا دیا گیا میں نے پیا یہاں تک کہ سیرابی کو میں نے دیکھا کہ میرے ناخونوں سے نکلنے لگی پھر اپنا بچا ابن الخطاب کو دیدیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر لی آپ نے فرمایا کہ علم
(بخاری و مسلم)

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم دین میں بڑی فوقیت رکھتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا سب ان کے پاس تھا یہی وجہ تھی کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضرت عمر علم کے دس حصوں میں نو حصے لے گئے کسی نے کہا ابھی اجلۂ صحابہ موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے آپ ایسا کہتے ہیں تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں وہ علم مراد نہیں لیتا جو تم سمجھتے ہو بلکہ علم باللہ مراد لیتا ہوں۔

(۶) عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول بینما انا نائم رأیتنی علی قلیب علیہا دلو فنزعت منہا ما شاء اللہ ثمّ اخذھا ابن ابی قحافۃ فنزع منہا ذنوبا او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہٗ ضعفہ ثمّ استحالت غربا فاخذھا ابن الخطاب فلم ار عبقریا من الناس ینزع نزع عمر حتّی ضرب الناس بعطن وفی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پہ کھڑا ہوں اور اس پر ڈول رکھا ہے میں نے اس کنوئیں سے جتنے ڈول خدا کو منظور تھے نکالے پھر ابوبکرؓ نے اس ڈول کو لے لیا اور انہوں نے ایک ڈول بلکہ دو ڈول اس کنوئیں سے نکالے اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ ان کی کمزوری کو معاف کرے پھر وہ ڈول چرس بن گیا اور اس کو عمر نے لے لیا میں نے کسی طاقتور انسان کو نہیں دیکھا کہ

روایۃ ابن عمر قال ثم اخذھا ابن الخطاب من ید ابی بکر فاستحالت فی یدہ غربا فلم ار عبقریا یفری فریہ حتی روی الناس وضربوا بعطن (متفق علیہ)

عمر کی طرح پانی بھر سکتا ہو یہاں تک کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے۔ اور ابن عمر کی روایت میں اس طرح ہے کہ ابو بکر کے ہاتھ سے وہ ڈول عمر نے لے لیا اور ان کے ہاتھ جاکر وہ ڈول چرسہ بن گیا۔ میں نے کسی طاقتور کو نہیں دیکھا کہ عمر کی طرح پانی بھرتا ہو یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو کر جھک گئے (مسلم و بخاری)

ف۔ اس حدیث میں بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حضرت فاروق کے خلیفہ ہونے کا امر کا اشارہ ہے اور ان کی کثرت و عظمت فتوحات کا بھی بیان ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس زور و قوت کا کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔

حضرت صدیق کی نسبت جو کمزوری بیان کی گئی یہ ان کی نرمی اور قلت فتوحات کی طرف اشارہ ہے لیکن ان کے زمانے کے پر آشوب ہونے اور مدت خلافت کے قلیل پر قلت فتوحات موجب شکایت نہیں۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ رواہ الترمذی وفی روایۃ ابی داؤد عن ابی ذرؓ قال ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ وعن علیؓ قال ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ نے عمر کی زبان اور ان کے دل پر حق کو قائم کر دیا ہے۔ اور ابو داؤد میں حضرت ابو ذر غفاریؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ جو کہتے ہیں حق ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ ہم لوگ اس بات کو بعید نہ سمجھتے تھے کہ سکینہ حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے (دلائل نبوت)

(۸) عن عقبة بن عامرؓ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبیّا لکان عمر بن الخطاب

(رواہ الترمذی)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

(۹) عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم ودخل المسجد وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والآخر من شمالہ وھو آخذ بایدیھما فقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ

(رواہ الترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز گھر سے باہر نکل کر مسجد تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر و عمر بھی تھے ایک آپ کی داہنی جانب دوسرا بائیں جانب اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے اسی حالت میں آپ نے فرمایا کہ ہم تینوں قیامت کے دن اسی طرح اٹھیں گے (ترمذی)

(۱۰) عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما من نبی الّا ولہ وزیران من اھل السّماء ووزیران من اھل الارض فامّا وزیرای من اھل السماء فجبریل ومیکائل واما وزیرای من اھل الارض فابوبکر و عمر

(رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں سے، میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل و میکائیل ہیں اور دو وزیر میرے زمین والوں میں ابوبکر عمر ہیں۔

(رواہ الترمذی)

امیرالمومنین ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

نام مبارک آپکا عثمان اور لقب[1] ذوالنورین نسب آپ کا پانچویں پشت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے یعنی عبد مناف کے دو فرزندوں میں سے ایک کی اولاد میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک کی اولاد میں حضرت عثمانؓ اور آپ کی والدہ اروٰی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی .... ام حکیم بنت عبد المطلب کی صاحبزادی تھیں۔ یہ ام حکیم وہی ہیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ غرض کہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے بہت قریب کی قرابت رسول اللہؐ کے ساتھ رکھتے تھے۔

ولادت آپ کی واقعہ فیل کے چھ برس بعد ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی رہنمائی سے مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ سے بہت پہلے اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے ایک دن پہلے دولت ایمان حاصل فرمائی

قد آپ کا متوسط اور رنگ سفید مائل زردی تھا۔ چہرہ مبارک پر چیچک کے چند نشانات تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ داڑھی گھنی سر میں بال رکھتے تھے۔ اخیر عمر میں زرد خضاب بالوں میں لگاتے تھے اور دانتوں کو سونے کے تار سے بندھوایا تھا۔

قبل از اسلام بھی قریش میں بڑی عزت ان کی تھی اور بڑے صاحب حیا اور

---

[1] یہ لقب اس سبب سے تھا کہ رسول خدا صلعم کی دو نور نظر یعنی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ آپ کے نکاح میں آئیں حضرت عثمانؓ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

بڑے سخی تھے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے دو صاحبزادیاں آپ کی یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں پہلے حضرت رقیہؓ سے آپ کا نکاح ہوا۔ ۔۔۔۔ میں ان کی وفات ہوگئی تو پھر حضرت ام کلثومؓ آپ کی زوجیت میں آئیں جنہوں نے ۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت فاروق کے بعد خلافت کے لئے منتخب کئے گئے اور بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت کو رونق دینے کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو بڑی مظلومیت کیساتھ باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور مقام حش کوکب میں دفن کئے گئے۔

یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمان کی تلوار مسلمان پر اور یہ پہلا فتنہ تھا جو اس امت میں برپا ہوا جس نے برکات نبوت کا سلسلہ کاٹ دیا اور اسلامی فتوحات کا دروازہ بند کر دیا مسلمانوں کی تلوار جو کافروں پر چلتی تھی اب آپس میں چلنے لگی۔

حالات قبل اسلام

خاندان قریش کے باعزت لوگوں میں تھے۔ اپنی ثروت اور سخاوت کیوجہ سے کافی شہرت حاصل کی تھی۔ حیا کی صفت میں آپ بے مثال تھے گھر کے اندر دروازہ بند کر کے نہانے کے لئے کپڑے اتارتے تھے تو بھی کھڑے نہ ہوتے تھے قبل اسلام کبھی بت پرستی نہیں کی اور شراب نہیں پی اس صفت میں یہ اور حضرت صدیق دونوں ممتاز تھے۔

حالات بعد از اسلام

۱۔ جب حضرت صدیق کی رہنمائی سے یہ مشرف باسلام ہوئے اور ان کے مسلمان ہو جانے کا علم کفار قریش کو ہوا تو بڑی ایذائیں ان کو دی گئیں ایک روز ان کے چچا حکم بن عاص نے ان کو پکڑ کر رسی سے مضبوط باندھا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ دادا کا دین

ترک کرکے نیا دین اختیار کیا ہے، اللہ کی قسم میں تم کو نہ کھولوں گا، یہاں تک کہ تم اس نئے دین کو ترک کر دو۔ حضرت عثمان رضؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں دین اسلام کو کبھی ترک نہ کروں گا آخر ظالم اپنے ظلم سے عاجز آ گئے اور ان کو رہائی ملی (تاریخ الخلفا)

۲۔ مسلمان ہوتے ہی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور جب کفار مکہ نے مسلمانوں کی ایذا رسانی پر کمر باندھی تو مع حضرت رقیہ کے ہجرت کرکے ملک حبش چلے گئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضؓ سے فرمایا کہ عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے بعد حضرت ابراہیم و لوط علیہما السلام کے مع اپنے اہل بیت کے ہجرت کی۔

جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عثمان فی الفور حبش سے واپس ہو کر مدینہ پہنچے۔ غزوہ بدر ان کی موجودگی میں پیش آیا۔ ہاں حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کی واپسی حبش سے دیر میں ہوئی۔ یہ لوگ غزوہ خیبر کے بعد مدینہ پہنچے۔

۳۔ جب حضرت رقیہ کی وفات ہو گئی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں اس کی بہن ام کلثوم کا نکاح کر دوں، پھر جب حضرت ام کلثوم رضؓ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میری اور کوئی بیٹی باقی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی آپ کے ساتھ کر دیتا۔

۴۔ مالی خدمتیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت کیں اور بڑی اچھی اچھی دعائیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حاصل کیں۔ ازاں جملہ غزوہ تبوک میں علاوہ اس کے جو سامان جہاد کے لئے دیا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ

کے اصحاب کے لئے کھانے کا سامان حاضر کیا جو کئی اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔
اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا کہ یا اللہ! عثمان سے میں راضی ہوں۔ تو بھی ان سے راضی رہ۔ اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم بھی عثمان کے لئے دعا کرو۔ چنانچہ رسول خدا کے ساتھ سب نے دعا مانگی۔

ازاں جملہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں چار دن کے پے در پے فاقے پیش آ گئے اور آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی بوجہ ضعف کے عجیب حالت ہو گئی حضرت عثمان رضؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کئی بورے آٹے اور کئی بورے گیہوں اور کئی بورے چھواروں کے اور ایک بکری کا گوشت اور تین سو روپے بھیجے اور ان کے ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ اس کے پکانے میں دیر ہوگی میں پکا ہوا کھانا بھی بھیجتا ہوں چنانچہ بہت سی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تیار کرا کر بھیجا۔ اس وقت بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسی ہی دعائیں دیں۔ اس قسم کی خدمات وقتاً فوقتاً ان سے ظہور میں آتی رہیں۔

۵۔ ایک مدت تک کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد رہی اور یہ وہ تھی جس کے انجام دینے والوں کی تعریف قرآن میں آئی ہے۔ کتابت وحی کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نجی خطوط لکھنا بھی ان سے متعلق تھا۔

۶۔ تمام اعمال صالحہ میں آپ کو منجانب اللہ توفیق عطا ہوئی تھی۔ نماز تہجد کی یہ حالت تھی کہ رات کو بہت تھوڑی دیر سوتے تھے اور قریب قریب پوری رات نماز میں صرف ہوتی تھی اور نماز تہجد میں روزانہ ایک ختم قرآن کا معمول تھا۔ صائم الدہر تھے سوا ایام ممنوعہ کے کسی دن روزہ ناغہ نہ ہوتا تھا۔ جس دن شہید ہوئے اس دن بھی روزہ

سے تھے۔ صدقہ دینے خیرات کرنے میں تو گویا تیز آندھی تھی ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنے کا معمول تھا اور اگر کسی جمعہ کو غلام نہ ملتا تو دوسرے جمعہ کو دو آزاد کر دیتے تھے آپ کی سخاوت وخیرات کے عجیب عجیب واقعات منقول ہیں۔

ازاں جملہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق رضؓ کے زمانہ میں سخت قحط پڑا لوگ بہت پریشان تھے ایک روز حضرت صدیق نے فرمایا کہ آج شام تک اللہ تمہاری پریشانی دور کر دے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضؓ کے ایک ہزار اونٹ غلہ کے آئے اور مدینہ کے تاجر حضرت عثمان رضؓ کے پاس خریداری کے لئے پہنچے حضرت عثمان رضؓ نے پوچھا کہ اچھا ملک شام کی خریداری پر تم لوگ کس قدر نفع دو گے؟ تاجروں نے کہا دس روپے پر بارہ روپے۔ حضرت عثمان نے کہا مجھے اس سے زیادہ ملتا ہے۔ آخر کار ہوتے ہوتے ان تاجروں نے کہا جو مال آپ نے دس روپے میں خریدا ہے اس کی قیمت ہم پندرہ روپے دیں گے۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے تاجروں نے کہا وہ زیادہ دینے والا کون ہے؟ مدینہ کے تاجر تو ہمیں لوگ ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا مجھے ایک روپے کے مال کی دس روپے قیمت مل رہی ہے کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ تاجروں نے انکار کر دیا تو حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب غلہ اللہ کی راہ میں فقرائے مدینہ کو دیدیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ اس روز میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک سفید رنگ کے ترکی گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک نور کا لباس زیب بدن ہے اور جانے کی عجلت فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ

آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی زیارت کا بڑا اشتیاق مجھے تھا تو آپ نے فرمایا اس وقت مجھے جانے کی جلدی ہے اس لئے کہ عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ غلہ کے خیرات کئے ہیں اور خدا نے قبول فرما لیا ہے لہٰذا جنت میں ایک حورت ان کا نکاح ہو گا اور ان کی محفل عروسی میں مجھے شریک ہونا ہے۔

حج و عمرے بھی بکثرت ادا فرماتے اور صلہ رحمی کی صفت یہ تھی تو شاید ہی کوئی ان کا مثل ہو!

۷۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو میٹھے پانی کی آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بڑی تکلیف تھی۔ صرف ایک میٹھا کنواں تھا جس کا نام بیر رومہ تھا اور وہ ایک یہودی کے قبضہ میں تھا وہ اس کا پانی بھر کر قیمتاً بیچا کرتا تھا بیچتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس کنویں کو خرید کر اللہ کی راہ میں وقف کر دے اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمانؓ نے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دیا۔

۸۔ مسجد نبوی پہلے بہت چھوٹی تھی۔ ایک زمین اس کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس زمین کو خرید کر کے مسجد میں شامل کر دے گا اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمانؓ نے پچیس ہزار یا بیس ہزار روپے میں یہ زمین خرید کر کے مسجد اقدس میں شامل کر دی۔

۹۔ جب ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو بجز ایک کے تبوک تک تمام غزوات میں شریک رہے۔

غزوہ بدر جب پیش آیا تو حضرت رقیہؓ بہت بیمار تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمانؓ تم رقیہ کی تیمارداری کرو

تم کو شرکت بدر کا ثواب ملے گا چنانچہ یہ نہ گئے اور تیمارداری میں مشغول رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدریوں میں شمار فرمایا اور بدر کے مال غنیمت میں سے ان کو حصہ دیا۔

اُحد کی لڑائی میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی اور صحابہ کرام میں ایک نہایت بے چینی اور سراسیمگی پھیل گئی اور اس پریشانی و بدحواسی میں بعض لوگ میدان جنگ سے ہٹ گئے بعض روایات میں حضرت عثمانؓ کا نام بھی ان ہٹ جانے والوں میں لیا گیا ہے اگرچہ ان ہٹ جانے پر کوئی ملامت نہیں ہو سکتی۔

اوّل: اس وجہ سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سے سراسیمہ ہو کر ہٹے تھے۔ **دوم**: اس وجہ سے کہ ان ہٹ جانے والوں کے حق میں صاف طور پر قرآن شریف میں وارد ہو گیا ہے ولقد عفا اللہ عنھم (ترجمہ) تحقیق اللہ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمان جیسے جلیل الشان و عظیم المناقب صحابی کے متعلق کسی قابل اعتراض بات کا ثبوت کسی معمولی روایت سے جو اخبار احاد کی حیثیت رکھتی ہو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ کا احد میں میدان جنگ سے ہٹ جانا قابل تسلیم نہیں ہے۔

حدیبیہ: میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف سے منصب سفارت پر مقرر کر کے مکہ بھیجا۔ کفار مکہ نے ان کو قید کر لیا۔ مگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور انتقام کے لئے آپ نے صحابہ کرام سے موت کی بیعت لی۔

اثنائے بیعت میں خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں مگر قید ہیں یہ خبر سن کر آپ نے ایک ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت حضرت عثمانؓ کی طرف سے ہے۔ اسی بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بیعت کے کرنے والوں کے حق میں فرمایا کہ ہم ان سے راضی ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کا حصہ اس بیعت میں سب سے زیادہ رہا۔ کیونکہ انہوں نے رسول کے ہاتھ سے رسول کے ہاتھ پر بیعت کی۔

غزوہ تبوک میں سب سے بڑا کام حضرت عثمان نے کیا اس غزوہ کے زمانے میں مسلمانوں پر افلاس طاری تھا اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام جیش العسرۃ رکھا گیا تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس لشکر کا سامان درست کر دے اس کو جنت ملے گی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! میں ۱۰۰ سو اونٹ دوں گا۔ دوسری مرتبہ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی تو حضرت عثمان پھر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں دو سو اونٹ دوں گا۔ تیسری مرتبہ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اپنے گھر گئے اور ایک ہزار اشرفیاں لا کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈال دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے بیٹھ گئے اور ان اشرفیوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر ڈالتے تھے اور فرماتے تھے ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم یعنی آج کے بعد عثمان جو چاہیں کریں کوئی کام ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

عدل وانصاف اور خوفِ خدا کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ تنبیہاً آپ نے

اپنے ایک غلام کا کان مروڑ دیا تھا۔ اس سے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو تم بھی میرا کان مروڑ دو۔ اس نے حکم کی تعمیل کے لئے آپ کا کان اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ آپ نے فرمایا زور سے مروڑو۔ میں نے زور سے مروڑا تھا۔ دُنیا میں قصاص کا ہو جانا آخرت کے قصاص سے بہتر ہے۔

حضرت ذوالنورینؓ کی خلافت

حضرت فاروق اعظمؓ جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ کسی کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ چھ شخص ہیں عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن، سعد بن ابی وقاص۔ ان سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں۔ ان میں سے کسی کو منتخب کر لینا مگر تین دن سے زیادہ انتخاب میں دیر نہ کرنا چنانچہ حضرت فاروق اعظم کے دفن کرنے کے بعد یہ چھ حضرات جمع ہوئے حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ چھ میں سے تین کو سب اختیارات دے دیئے جائیں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ اپنا اختیار علی کو دیا حضرت طلحہؓ نے کہا میں نے عثمان کو دیا۔ حضرت سعد نے کہا میں نے اپنا اختیار عبدالرحمٰن کو دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ اچھا اب عثمان اور علی میں سے جو اپنی خلافت نہ چاہتا ہو انتخاب کا اختیار اسی کو دیا جائے۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور علیؓ دونوں خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا اچھا میں اپنے لئے خلافت نہیں چاہتا لہٰذا میرے سپرد کر دیجئے میں آپ دونوں سے جو افضل ہو گا اس کو انتخاب کر لوں گا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن کو یہ اختیار دیا گیا اور ان کو تین دن کی مہلت دی گئی۔ حج کا موسم تھا لوگ حج

سے فارغ ہو ہو کر مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے لہذا علاوہ مدینہ کے دوسرے مقامات کے مسلمانوں کا اجتماع بھی اس وقت بہت زیادہ تھا حضرت عبدالرحمٰن نے خفیہ طور پر ہر مسلمان کی رائے لی وہ فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخص بھی ایسے نہ ملے جو حضرت علی رضہ کو حضرت عثمان رضہ پر ترجیح دیتے ہوں لہذا بغیر کسی نزاع و اختلاف کے حضرت عثمان کا انتخاب ہو گیا اور سب نے ان کے دست مبارک پہ بیعت کر لی۔ بارہ دن بارہ سال آپ نے خلافت کے فرائض انجام دیئے۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ بھی آپ کے عہد مبارک میں قائم رہا۔ اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقیاں یوماً فیوماً بڑھتی رہیں۔

اس بارہ سال میں چھ سال تو نظام حکومت ایسا درست رہا کہ کسی کو شکایت نہ تھی۔ سب لوگ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے مگر آخری چھ سال میں آپ نے اپنے اعزہ و اقارب کو عہدوں پر مقرر کیا اور انھوں نے کام کو خراب کر دیا صلہ رحم کی صفت کا آپ پر غلبہ تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ صفت بڑی عمدہ صفت ہے مگر کوئی چیز کیسی ہی عمدہ سے عمدہ ہو جب وہ اعتدال سے تجاوز کر جائے تو خرابی پیدا ہوتی ہے تاہم یہ خرابیاں بالکل دریاں بمقابلہ ان خوبیوں کے جو آپ ذات والا صفات میں تھیں اور بمقابلہ عظیم الشان خدمات اسلامیہ کے جو آپ نے انجام دیں ہرگز قابل اعتراض نہیں ہو سکتیں۔

آپ کے عہد خلافت کی فتوحات

آپ کے عہد خلافت میں دو قسم کی فتوحات حاصل ہوئیں۔

اوّلؔ یہ کہ بعض وہ ممالک جو حضرت فاروق رضؓ کے زمانے میں مفتوح ہو چکے تھے اور ان کے بعد باغی ہو گئے حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں دوبارہ وہ ممالک پھر فتح کئے گئے۔

دوؔم وہ کہ جدید ممالک میں جہاد ہوئے اور وہ مقامات اسلام کے قبضہ میں آئے یہاں ان دونوں قسموں کی فتوحات کا مختصر تذکرہ بطور نمونہ کیا جاتا ہے

قسم اول

ہمدان کے لوگ باغی ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ پر دوبارہ یہ ملک فتح ہوا۔ رے کے لوگوں نے بھی علم بغاوت بلند کیا۔ حضرت ابو موسٰی اشعری رضؓ اور حضرت براء بن عازب رضؓ کے ذریعہ سے از سر نو اس پر اسلام کا قبضہ ہوا **اسکندریہ** میں بغاوت کی آگ بھڑکی۔ حضرت عمرو بن عاص کی کوشش سے پھر یہ مقام فتح ہوا۔ **آذربائیجان** کے لوگوں نے بھی غدر کیا۔ حضرت ولید بن عقبہ کی کوششوں سے پھر مسلمانوں کا تسلط ہوا۔ اسی سلسلے میں آذربائیجان کے قرب و جوار کے مقامات بھی مفتوح ہوئے۔

آرمینیہ بھی مفتوح ہوا۔ یہ فتوحات حضرت عثمان کے حضرت صدیق رضؓ کی خدمت قتال مرتدین کے مثل تھیں۔ اگر ان کی کوشش نہ ہوتی اور یہ بغاوتیں فرو نہ ہوتیں تو نتیجہ خدا جانے کیا ہوتا اور کفر کی طاقتیں جو ٹوٹ چکی تھیں پھر کس شان سے عود کرتیں

قسم دوم

افریقہ کی وہ جنگ عظیم جو اسلامی تاریخ میں حرب العبادلہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمان رضؓ نے افریقہ کو فتح کرنے

کے لئے عبداللہ بن سعد کو مصر کی حکومت عطا فرمائی۔ اور ان سے فرمایا کہ افریقہ میں جسقدر مال غنیمت ہوگا اس کا پچیسواں حصہ تم کو دیا جائے گا۔ اس زمانہ میں افریقہ کا حاکم قیصر روم کی طرف سے جرجیر نامی ایک شخص تھا۔ طرابلس سے لیکر طنجہ تک اس کی حکومت تھی۔ اور بڑا متکبر اور مغرور تھا اس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار سوار فراہم کئے۔ ادھر حضرت عثمانؓ نے بھی ایک بڑی فوج مرتب کر کے روانہ فرمائی جس میں اکابر صحابہ مثل عمرو بن عبداللہ بن عاص اور عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ عبداللہ بن سعد نے مصر سے ایک بڑی فوج فراہم کی یہ سب اسلامی فوجیں بہ ہیئت اجتماعیہ افریقہ میں پہنچیں اور معرکہ کارزار گرم ہوا یرموک اور قادسیہ کی لڑائی کے بعد اس لڑائی کا نمبر رکھا گیا۔ چالیس دن تک لڑائی جاری رہی روزانہ صبح سے دوپہر تک لڑائی رہتی تھی اس کے بعد دونوں فوجیں ختم ہو کر اپنے خیموں میں آرام کرتی تھیں۔ چند روز بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ایک تازہ دم فوج دے کر کمک کے لئے روانہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ جلد افریقہ پہنچکر اپنے بھائیوں کی مدد کرو۔ جس وقت یہ تازہ دم فوج افریقہ پہنچی، مسلمانوں کی خوشی کا کیا پوچھنا۔ سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا کہ عبداللہ بن سعد جو اس فوج کے سردار تھے کچھ خائف ہیں اور وجہ یہ معلوم ہوئی کہ جرجیر نے اپنی فوج میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر لائے گا اس کو ایک لاکھ اشرفیاں دی جائیں گی اور جرجیر کی لڑکی اس کے حوالے کی جائے گی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس حصہ فوج کو جواب تک آرام

کر رہا تھا میدانِ جنگ میں آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس فوج نے میدان میں پہنچ کر ان ملعونوں کو آرام بھی نہ کرنے دیا وہ لڑائی ہوئی کہ کافروں کے حوصلے پست ہوگئے اور جرجیر خود حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں سے قتل ہوا اور اس کی فوج میں ہزیمت شروع ہوئی، بے شمار کافر تہِ تیغ ہوئے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ خمس جدا کرنے کے بعد فی سوار تین ہزار اشرفیاں اور فی پیادہ ایک ہزار اشرفیاں تقسیم ہوئیں اور حسبِ اعلان ایک لاکھ اشرفیاں اور جرجیر کی لڑکی حضرت عبداللہ کو ملی

اس لڑائی کو حرب العبادلہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سردار فوج حضرت عبداللہ بن سعدؓ اور میمنہ لشکر پر عبداللہ ابن عمر اور میسرہ پر عبداللہؓ بن زبیر اور مقدمہ لشکر پر عبداللہ بن عباس مامور تھے۔ فتح افریقہ کے بعد اسلامی فوجیں بجانب مغرب بڑھیں وہاں بھی جنگ عظیم پیش آئی۔ بالآخر طرابلس اور اندلس اور مغرب کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور دین پاک کا جاہ و جلال مغرب میں چمکنے لگا۔

۲۔ بحری لڑائیاں جن سے اب تک مسلمان ناواقف تھے اور دونوں خلفاء کے وقت میں کوئی بحری جنگ نہ ہوئی تھی بالکل نیا کام تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے قیصر روم کی شوکت کو پامال کر دیا مگر پھر بھی کچھ وجود قیصر روم کا باقی تھا اور ساحلی مقامات پر اس کی حکومت قائم تھی سب سے پہلے بحری لڑائی کا خیال حضرت معاویہؓ کے دل میں پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے عرض کیا، آپ نے ان کو اجازت دی اور ایک بڑی فوج ان کی ماتحتی میں دے کر جزیرہ قبرص کی طرف روانہ کیا۔

اسلامی فوجیں جہازوں پر سوار ہو کر سمندر میں روانہ ہوئیں اور رومیوں

سے پچاس لڑائیاں ہوئیں۔ اور تمام وہ جزائر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور قیصر روم کا نام و نشان مٹ گیا۔ عیسائیت کا جسم بے جان خاک ہو گیا اور اسلام کی روح نے ان مردہ زمینوں میں جان ڈالی۔

یہ بحری لڑائیاں وہ تھیں جن کی پیشین گوئیاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی فرما چکے تھے اور ان لڑائیوں سے اپنی رضامندی کا اظہار بھی فرما چکے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز دوپہر کے وقت ام حرامؓ کے گھر میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ یکایک آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے ام حرام نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ سمندر میں جہازوں پر بڑی شان و شوکت کیساتھ چلے جا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اس جماعت کے لئے جنت واجب ہے۔ ام حرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ میں بھی اس جماعت میں ہو جاؤں آپ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ تم اس جماعت میں ہو گی چنانچہ ام حرام اپنے شوہر کے ساتھ اس فوج میں گئیں اور واپسی کے وقت گھوڑے سے گر گئیں۔ جزیرہ قبرص میں دفن ہوئیں۔ یہ بحری لڑائیاں ان پیشین گوئیوں اور بشارتوں کی وجہ سے حضرت معاویہ کے عمدہ فضائل میں شمار کی گئیں۔

۴۔ ملک ایران کے بھی بعض حصے فتح ہونے سے رہ گئے تھے۔ مثل خراسان جوئیں، بیہق، فیروز آباد، شیرازہ، طوس، نیشاپور، ہرات اور بلخ وغیرہ کے یہ مقامات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے۔

۴۔ قیصر روم بھی آپ رضؓ کے عہد خلافت میں مارا گیا اور یزدگرد بھی آپ ہی کے عہد مبارک میں فی النار ہوا۔ اس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت عثمانؓ کی شہادت

آپ کی شہادت بلحاظ اپنی مظلومیت اور مصیبت کے بلحاظ ان نتائج و فتن کے جو اس شہادت سے پیش آئے اس امت میں سب سے پہلی اور بے نظیر شہادت ہے۔ مسلمان باہم متفق و متحد تھے اور سب کی متفقہ قوت کفر اور شعائر کفر کے فنا کرنے میں صرف ہو رہی تھی اور برکات نبوت ان میں موجود تھیں مگر حضرت عثمانؓ کا شہید ہونا تھا کہ وہ تمام برکات ان سے لے لی گئیں اور باہم اختلاف پیدا ہوا۔ اور وہی تلوار جو کافروں کے قتل کے لئے تھی آپس میں چلنے لگی۔ اس وقت سے آج تک پھر اگلا سا اتفاق و اتحاد مسلمانوں کو نصیب نہ ہوا بلکہ روز بروز اختلاف و افتراق کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے نتائج رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بیان فرما دیئے تھے۔ جن احادیث میں یہ پیشین گوئیاں ہیں وہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں۔ جن میں سے چند روایات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عشرہ بشرہ والی حدیث جو صحیح بخاری و مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مروی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کی باری آئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو خوشخبری جنت کی سنا دو۔ اس مصیبت پر جو ان کو پہنچے گی۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر

فرمایا اور حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں ظلماً قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی)

۳۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان، اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا اگر لوگ اس کو اتارنا چاہیں تو تم نہ اتارنا (ترمذی)

۴۔ حضرت کعبؓ بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کر کے ایک نقاب پوش آدمی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ اس دن ہدایت پر ہو گا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان تھے میں ان کو رسول خداؐ کے سامنے لے گیا کہ آپ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ (ابن ماجہ)

۵۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت نہ قائم ہو گی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے اور آپس میں خوں ریزی کرو گے اور دنیا کے وارث بدترین لوگ رہ جائیں گے۔ (ترمذی)

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس سال کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی (مستدرک حاکم) حضرت عثمانؓ کی شہادت ٹھیک ۳۵ھ میں ہوئی۔

۷۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی تلوار میان میں رہے گی جب تک کہ عثمان زندہ ہیں اور جس وقت عثمان شہید کر دیئے جائیں گے، وہ تلوار میان سے نکال لی جائے گی۔ اور پھر قیامت

تک میان میں نہ جائے گی (تاریخ الخلفاء) المختصر اس مضمون کی روایات بہت ہیں۔

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کا واقعہ تو بہت طول طویل بیان کو چاہتا ہے مگر خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خلافت کے آخری دنوں میں کچھ لوگوں کو آپ سے اختلاف پیدا ہوا اور وہ اختلاف بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچا کہ بغاوت رونما ہوئی اور باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا، آپ پر پانی بند کیا اور اس طرح مظلومیت کیساتھ شہید کر دیا۔

ابتدا یوں ہوئی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک جو آپ کے بعد حضرت صدیق رضؓ کے ہاتھ میں رہی اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ میں آئی۔ ایک روز حضرت عثمانؓ اریس نامی کنوئیں پر بیٹھے ہوئے اور وہ انگوٹھی ہاتھ میں تھی۔ ہاتھ سے اس کنوئیں میں گر پڑی۔ تین روز تک وہ انگوٹھی تلاش کی گئی۔ تمام پانی کنوئیں کا نکالا گیا، اس کی بالو دیکھی گئی۔ مگر کہیں انگوٹھی کا پتہ نہ ملا اس انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اور حضرت عثمانؓ پر نکتہ چینیاں شروع ہو گئیں۔

سب سے بڑا اعتراض آپ پر یہ تھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر رکھا تھا، یہ ضرور ہے کہ یہ فعل آپ کا سیرت شیخین کے خلاف تھا۔ اور نتیجہ بھی اس کا اچھا نہیں نکلا، لیکن شرعی طور پر اس فعل کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اسی قسم کے اور اعتراضات بھی آپ پر کئے گئے مگر کوئی اعتراض بھی ایسا نہ تھا جو شرعی طور پر قابل گرفت ہو سکے۔ تفصیلی جوابات ان اعتراضوں کے ازالۃ الخفاء میں مذکور ہیں اور سیدھی بات یہ ہے کہ ایک صحابی رسول

جو مہاجرین کی جماعت میں سے ہو جس کی تعریف قرآن مجید میں ہے جس کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار جنت کی بشارت دی ہو جس کے لئے فرمایا ہو کہ یہ ظلماً شہید ہوگا اور یہ اس دن حق پر ہوگا، اس کے لئے یہ ذرا ذراسی باتیں تو کسی طرح شرعاً عدم جواز کی حد میں نہیں آتیں، ہرگز قابل گرفت نہیں ہو سکتیں۔

بہرکیف حضرت عثمانؓ پر یہ اعتراضات شروع ہوئے اسی سلسلہ میں حاکم مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت آئی کہ وہ بہت ظلم کرتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو ایک فرمان تہدید آمیز بھیجا مگر اس نے بجائے اس کے کہ اس فرمان پر عمل کرتا ان شکایت کرنے والوں کو خوب پیٹا یہاں تک کہ ان کا ایک آدمی مر گیا پھر تو سات سو آدمی مصر سے آئے اور مسجد نبوی میں صحابہ کرامؓ سے انہوں نے اپنے مظالم کی داستان بیان کی۔ حضرت طلحہؓ، حضرت علیؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ سے اس کے متعلق بہت کچھ کہا۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر عبداللہ بن ابی سرح کو حکومت مصر سے معزول کر دیا۔ اور اہل مصر سے دریافت کیا کہ تم کس کو اپنا حاکم پسند کرتے ہو، سب نے محمد بن ابی بکر کو تجویز کیا چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ان کے لئے فرمان لکھ دیا اور مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کو ان کے ساتھ کیا کہ مصر پہنچ کر عبداللہ بن ابی سرح کے معاملہ کی تحقیقات کریں۔

یہ سب لوگ بجانب مصر روانہ ہو گئے۔ تین منزلیں طے کر چکے تھے، چوتھی منزل میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حبشی غلام ایک اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے اور اس کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی بھاگا ہوا شخص ہو یا کسی کی تلاش میں ہو۔ لوگوں نے اس غلام سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے، اس نے کہا امیر المومنین نے مجھے حاکم مصر کے پاس

بھیجا ہے یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے اس کو گرفتار کر لیا، اس سے پوچھا کہ تو کس کا غلام ہے تو کبھی وہ کہتا تھا کہ امیر المومنین کا غلام ہوں اور کبھی کہتا تھا کہ مروان کا غلام ہوں اس سے دریافت کیا گیا کہ تیرے پاس کوئی تحریر ہے تو اس نے انکار کیا، مگر تلاشی لی گئی تو ایک خط اس کے پاس سے برآمد ہوا وہ خط کھولا گیا تو حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے عبداللہ بن ابی سرح کے نام یہ مضمون تھا کہ:

"محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھ جو لوگ آرہے ہیں ان کو کسی حیلہ سے قتل کر دو، اور جو تحریر میری ان کے پاس ہے اس پر عمل نہ کرو بدستور تم حکومت مصر پر قائم رہو اور جو لوگ میرے پاس تمہاری شکایت لے کر آنا چاہیں ان کو میرے پاس مت آنے دو اور میرے حکم ثانی کا انتظار کرو۔

اس خط کو دیکھ کر محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھیوں کے غیض و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی، سب لوگ مدینہ واپس آگئے، حضرت طلحہ رضؓ حضرت زبیر رضؓ حضرت علی رضؓ حضرت سعد رضؓ اور تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے وہ خط سب کے سامنے پیش کیا۔ اس خط کو دیکھ کر سب کو نہایت رنج ہوا اور حضرت علی اور ان کے ساتھ صحابہ کرام اس خط کو مع اس غلام اور اونٹ کے لیکر حضرت عثمان رضؓ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ یہ غلام آپ کا ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا ہاں، پوچھا کہ یہ اونٹ آپ کا ہے حضرت عثمان نے فرمایا، ہاں، پوچھا کہ اس خط پر یہ مہر آپ کی ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا ہاں، پھر خط پڑھ کر سنایا کہ یہ مضمون آپ نے لکھوایا ہے، حضرت عثمان نے قسم کھا کر فرمایا کہ نہیں۔ تمام صحابہ نے ان کی قسم پر یقین کیا اور فرمایا کہ عثمان جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے۔ خط پہچانا گیا تو معلوم ہوا کہ

مروان کا لکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کیجئے تاکہ ہم اس معاملہ کی تحقیقات کریں صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ عثمان کی طرف سے ہمارا دل صاف نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ مروان کو ہمارے حوالہ نہ کریں۔ اگر فی الواقع یہ فعل حضرت عثمان کا ہے تو ہم ان کو معزول کر دیں گے اور اگر مروان کا ہے تو اس کے لئے جو فیصلہ مناسب ہو گا کیا جائے گا مگر حضرت عثمانؓ نے مروان کے دینے سے انکار کر دیا۔ مروان ان کا قریبی رشتہ دار تھا، ان کی مروّت، نے گوارا نہ کیا کہ مروان کو اپنے اختیار سے ایذا پہنچائیں، غالباً وہ اس کے بعد کسی مناسب تدبیر سے مروان کو علیحدہ کر دیتے مگر صحابہ کرام تو جاکر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور اہل مصر نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان پر پانی بند کر دیا گیا جب حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی تو ایک مرتبہ انہوں نے تھوڑا سا پانی بھیجا حضرت عثمان تک پہنچا اور کئی آدمی پہنچانے کی وجہ سے زخمی ہوئے حضرت علی نے یہ بھی فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ مروان صرف ہمارے حوالے کر دیا جائے لیکن حضرت عثمانؓ کا قتل کرنا اس کو ہم کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے اور حضرت حسنینؓ کو حکم دیا کہ تم دونوں تلوار لیکر عثمان کے دروازے پر کھڑے ہو کسی کو اندر نہ جانے دینا۔ حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ اور چند اور صحابہ کرام نے اپنے صاحبزادوں کو حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ بلوائیوں نے تیراندازی شروع کی ایک تیر تو مروان کے لگا باقی تیر حفاظت کرنے والوں کے لگے۔ حضرت امام حسنؓ خون میں نہا گئے محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے، حضرت علیؓ کے غلام قنبر کے زخم بھی لگے یہ حال دیکھ کر لوگوں سے محمد بن ابی بکر نے کہا کہ یہ بات اچھی نہ ہوئی۔ اندیشہ ہے کہ بنی ہاشم ہمارے مقابلہ

پر آجائیں۔ لہٰذا اب جلدی کرو میرے ساتھ چلے آؤ پشت کی دیوار سے پھاند کر چلیں اور عثمان کو قتل کر دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ دو شخص ان کے ہمراہ پشت کی دیوار سے مکان کے اندر پھاند سے سب سے پہلے محمد بن ابی بکر حضرت عثمان کے پاس گئے اور آپ کی ریش مبارک پکڑ لی۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ اے محمد بن بکر اگر تمہارے والد حضرت صدیق رضؓ تم کو میرے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہوئے دیکھتے تو خدا کی قسم ان کو بڑا رنج ہوتا یہ سن کر محمد بن ابی بکر کے ہاتھوں میں لرزہ پڑ گیا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ مگر وہ دونوں شخص جو ان کے ساتھ تھے انہوں نے امیر المومنین کو ذبح کر دیا۔ ان کی بی بی صاحبہ حضرت نائلہ نے بہت شور کیا مگر ان کی آواز باہر تک نہ سنی گئی آخر کوٹھے پر چڑھ کر انہوں نے آواز دی کہ اے لوگو! امیر المومنین شہید ہوگئے یہ آواز سن کر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ آپ شہید ہو گئے اور قاتل پشت کی دیوار سے کود کر بھاگ گئے حضرت علی مرتضیٰ آئے اور انہوں نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو مارا کہ تم دونوں دروازے پر کھڑے رہے اور امیر المومنین شہید کر دیئے گئے۔ حسینؓ نے کہا کہ ہم کیا کر سکتے تھے قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے گھر کے اندر داخل ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جس وقت حضرت عثمان شہید کئے گئے اس وقت تلاوت قرآن میں مشغول تھے ان کا خون جو بہا تو قرآن مجید کی اس آیت پر پڑا فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وہ قرآن مجید اب تک مدینہ منورہ میں محفوظ ہے سلاطین عثمانیہ پر جب کوئی ایسی ہی مصیبت آتی تھی تو وہ قرآن مجید نکال کر پڑھا جاتا تھا اور وہ مصیبت دفع ہو جاتی تھی۔

شہادت سے کچھ پہلے حضرت عثمانؓ بالاخانے پر تشریف لے گئے اور چند صحابہ کرام کو آپ نے پکارا وہ لوگ بلا دیئے گئے آپ نے بطور اتمام حجت کے چند احادیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جو آپ کے فضائل کے متعلق تھیں پڑھیں اور اور صحابہ کرام سے پوچھا کہ یہ حدیثیں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ لوگوں نے سنیں ہیں یا نہیں، سب سے تصدیق کی اس کے بعد انصار نے کہا کہ امیر المومنین آپ کی مظلومیت اب انتہا کو پہنچ گئی ہے ہم سے نہیں دیکھی جاتی اگر آپ حکم دیں تو ان باغیوں کو ہم ابھی تہہ تیغ کر دیں۔ آپ نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میرے حکم سے کسی لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں کا خون بہایا جائے، لوگوں نے کہا پھر آپ خلافت سے دستبردار ہو جایئے، آپ نے فرمایا میں یہ بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے عثمان اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا لوگ اس کو اتارنا چاہیں گے اگر تم نے لوگوں کے کہنے سے اتار دیا تو جنت کی خوشبو تم کو نصیب نہ ہوگی، لہذا میں اس پر قائم رہوں گا۔ لوگوں نے کہا پھر اس ظلم سے آپ کو کس طرح نجات ملے۔ آپ نے فرمایا اب نجات کا وقت قریب ہے آج میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے عثمان! آج افطار ہمارے ساتھ کرنا، چنانچہ آج میں نے روزہ رکھا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ افطار کے وقت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عثمان کو شہید کرنے کے بعد وہ لوگ دوڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس گئے کہ ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں۔ آپ ہم سے بیعت لیجئے، آپ نے فرمایا

یہ کام تمہارا نہیں ہے اہل بدر جس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے وہی خلیفہ ہوگا چنانچہ وہ لوگ اصحاب بدر کو بلا لائے۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ اب آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں آپ نے فرمایا مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ عثمان شہید کر دیئے گئے اور ان کو دفن بھی نہیں کر دیا جاتا اور میں بیعت لے لوں آپ کے اس فرمانے سے لوگوں نے دفن کی اجازت دی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے دست مبارک پر بیعت شروع ہوئی۔ اکثر صحابہ کرام نے برضا و رغبت بیعت کی مگر بعض صحابہ کرام پر ان بلوائیوں نے زور ڈالا کہ جلدی بیعت کرو ورنہ ہم تم کو بھی ختم کر دیں گے۔ حضرات طلحہ و زبیرؓ کے ساتھ یہی معاملہ کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے شہید ہوتے ہی فتنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور عجیب عجیب واقعات رونما ہوئے

اکابر صحابہ نے آپ کی مدح و ثنا میں بہت کچھ بیان فرمایا، یہاں ان میں سے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:

حضرت عثمانؓ کے متعلق صحابہ کرام کے بعض اقوال

حضرت علی مرتضےؓ: قیس بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ جمل میں حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے خون عثمانؓ سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں جس روز عثمان شہید ہوئے تھے مجھے اس قدر غم ہوا کہ میری عقل زائل ہوگئی اور مجھے اپنی زندگی بری معلوم ہوئی۔ لوگ مجھ سے بیعت کرنے آئے تو میں نے کہا کہ میں ان سے حیا کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی بیعت قبول کروں جنہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کی شان میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا تھا کہ اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور ان کو دفن سے بھی روکا جاتا ہے

محمد بن حاطبؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آنے لگا تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ امیر المومنین ہم سے حضرت عثمانؓ کی بابت پوچھیں تو ہم کیا کہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا تم یہ کہہ دینا کہ اللہ کی قسم عثمان اس آیت کے مصداق تھے :۔ الذین امنوا ثم اتقوا و احسنوا واللہ یحب المحسنین یعنی جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور نیک کام کئے اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

حضرت حسن بن علیؓ ایک روز امام حسنؓ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو آج شب کو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا میں نے حق تعالےٰ کو دیکھا کہ عرش کے اوپر جلوہ فرما ہے، پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عرش کے ایک پائے کے پاس کھڑے ہو گئے پھر ابوبکر صدیق آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عمرؓ آئے اور وہ حضرت ابوبکر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عثمانؓ آئے اور ان کے ہاتھ میں ان کا سر تھا اور انہوں نے آکر کہا کہ اے پروردگار اپنے بندوں سے پوچھ کہ مجھے کس جرم میں قتل کیا گیا ہے ان کے یہ کہتے ہی دو پرنالے خون کے بہا دیئے گئے کسی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ امام حسن ایسا بیان فرماتے ہیں، انہوں نے فرمایا جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں۔

حضرت سعید بن زیدؓ فرماتے تھے کہ اے لوگو تم نے جو ظلم عثمان پر کیا اگر اس کی وجہ سے احد پہاڑ ہٹ جاتا تو حق بجانب تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ لوگ اگر عثمان کو شہید کر دیں گے تو پھر ان کا بدل نہ پائیں گے۔

حضرت حذیفہؓ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ مصری لوگ حضرت عثمانؓ پر بغاوت کر کے آئے ہیں کیا کریں گے حضرت حذیفہ نے کہا کہ قتل کر دیں گے مگر وہ جنت میں جائیں گے اور ان کے قاتل دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو عثمان کو قتل نہ کرنا، ورنہ پھر تمہاری تلوار قیامت تک آپس میں چلتی رہے گی جب کوئی قوم نبی کو قتل کرتی ہے تو اس کے بدلے ستر ہزار آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور خلیفہ نبی کو قتل کرتی ہے تو پینتیس ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں۔ اور شہادت کے بعد فرمایا کہ لوگوں نے اپنے اوپر فتنہ کا دروازہ کھول لیا تو اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے تھے کہ اگر عثمان مجھے سر کے بل چلنے کا حکم دیتے تو میں سر کے بل چلتا۔

حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن بہت روئے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر بہت غمگین تھے فرماتے تھے کہ لوگوں کو تو صرف ایک غم حضرت عثمان کا ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک زنبیل چھواروں سے بھری ہوئی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دی تھی اور برکت کی دعا فرمائی تھی وہ زنبیل ہر وقت میری کمر میں رہتی تھی نہ معلوم کتنے چھوارے نکال نکال کر میں نے کھائے اور سیروں چھوارے اس میں سے نکال نکال کر میں نے اللہ کی راہ میں خیرات کئے۔ حضرت عثمانؓ کے شہید ہوتے ہی

وہ زنبیل میری کمر سے غائب ہوگئی (معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کی شہادت سے برکات نبوت اٹھالی گئیں) حضرت ابوہریرہ سے ایک شعر بھی اس کے متعلق منقول ہے ؎

للناس ہم ولی الیوم ہمان ہم الجواب ہم الشیخ عثمان

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر سب لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل پہ متفق ہوگئے ہوتے تو یقیناً آسمان سے پتھر برستے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی نے ان کی شہادت کا سن کر فرمایا لوگوں نے ان کو قتل کردیا حالانکہ وہ سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والے اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے حضرت ثمامہ بن عدی رضی جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے صنعاء کے حاکم تھے جب ان کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے خطبہ پڑھا اور بہت روئے پھر فرمایا کہ اب خلافت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جاتی رہی۔ البتہ اب سلطنت اور بادشاہت ہوگی۔

ف: بکثرت احادیث نبویہ میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ خلافت کا سب سے اعلیٰ درجہ حضرت عثمانؓ پر ختم ہو جائے گا۔ خلافت کے اس اعلیٰ مرتبہ کو حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے خلافت خاصہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے واقعی ایسا ہی ظہور میں آیا حضرت عثمان رضی کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے باوجودیکہ خلافت خاصہ کے تمام اوصاف و شرائط ان میں موجود تھے، مگر سب مسلمانوں کا اتفاق ان پر نہ ہوا، ایک بڑی جماعت مسلمانوں کی ان کی خلافت کی مخالف رہی اور حضرت معاویہ رضی کی خلافت پر گو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہوگیا مگر ان میں وہ اوصاف و

و شرائط نہ پائے جاتے تھے جو خلافت خاصہ کے لئے ضروری ہیں بہر حال خلافتِ خاصہ ختم ہوگئی۔

حضرت عثمانؓ کے بعض حالات و کرامات اور آپ کے چند کلمات

۱:۔ حضرت حماد بن زید کہتے ہیں کہ چالیس دن سے زائد حضرت عثمانؓ کا محاصرہ قائم رہا، مگر اتنی طویل مدت میں کوئی لفظ ان کی زبان سے ایسا نہ نکلا، جس میں کسی بدعتی کو کوئی سہارا ملتا۔

۲:۔ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو ان کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا اس وقت جو لباس وہ پہنے ہوئے تھے اس کی قیمت چار پانچ درہم سے زائد نہ ہوگی۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اور سنگریزوں کے نشانات ان کے پہلو میں بن گئے تھے، لوگ کہتے تھے کہ یہ امیر المومنین ہیں اور اس حالت میں رہتے ہیں۔

۳:۔ ایک روز ایک شخص حضرت عثمانؓ کے پاس گیا راستے میں کسی اجنبی عورت پر اس کی نظر پڑ گئی تھی، آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ میرے پاس اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے، ایک شخص نے کہا کہ بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وحی نازل ہوئی، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ فراستِ ایمانی سے یہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔

۴:۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمانؓ کو ایک لکڑی

مار دی تھی اس کے پاؤں میں گوشت خورا نکل آیا۔

۵ :۔ ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا، ایک شخص کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہائے آتش دوزخ سے میری خرابی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے منہ کے بل زمین پر گرا ہوا تھا میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت عثمان کے گھر کے اندر ان کے شہید کرنے کو گئے تھے۔ جب میں قریب ان کے گیا تو ان کی بی بی نے شور کیا، میں نے ایک طمانچہ ان کو مار دیا۔ حضرت عثمانؓ نے مجھ کو بددعاء دی کہ خدا تیرے ہاتھ کاٹ دے اور تیرے پاؤں کاٹ دے اور تجھے دوزخ میں داخل کرے یہ سن کر میرے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور میں بھاگا۔ اب میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو، ہاتھ پاؤں تو میرے کٹ چکے بس اب آتش دوزخ میں جانا باقی ہے، یہ سن کر میں نے کہا کہ جاؤ دور ہو۔

۶ :۔ یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ جس قدر لوگ مصر سے عثمانؓ پر بغاوت کر کے آئے تھے ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کو جنون نہ ہو گیا ہو۔

۷ :۔ امام مالکؒ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عثمانؓ کا گزر مقام حش کوکب میں ہوا تو آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ عنقریب کوئی نیک شخص یہاں دفن ہوگا چنانچہ سب سے پہلے اس مقام پر حضرت عثمانؓ دفن کئے گئے۔

آپ کے کلمات مختصر اور جامع ہوتے تھے اور اکثر نصیحت و حکمت کی باتیں ارشاد فرمایا کرتے تھے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۸ :۔ فرمایا کرتے تھے کہ " اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔

۹:۔ فرماتے تھے کہ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ احکام الٰہی کی حفاظت کرے اور جو عہد کسی سے کرے اس کو پورا کرے اور جو کچھ مل جائے اس پر راضی ہو جائے اور جو نہ ملے اس پر صبر کرے۔"

۱۰:۔ فرماتے تھے کہ دنیا کی فکر کرنے سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی فکر کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔"

۱۱:۔ فرماتے تھے متقی کی علامت یہ ہے کہ اور سب لوگوں کو تو سمجھے کہ وہ نجات پا جائیں گے اور اپنے آپ کو سمجھے کہ ہلاک ہو گیا۔"

۱۲:۔ فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ بربادی یہ کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفر آخرت کی تیاری نہ کرے۔"

۱۳:۔ فرماتے تھے کہ" دنیا جس کے لئے قید خانہ ہو قبر اس کیلئے باعث راحت ہو گی۔

۱۴:۔ فرماتے تھے کہ" اگر تمہارے دل پاک ہو جائیں تو کبھی قرآن شریف کی تلاوت یا سماعت سے سیری نہ ہو۔"

۱۵:۔ محاصرہ کے زمانہ میں جب اتمام حجت کے لئے آپ نے بالا خانہ سے سر باہر نکالا تو فرمایا، مجھے قتل نہ کرو بلکہ صلح کی کوشش کرو، خدا کی قسم میرے قتل کے بعد پھر تم لوگ متفقہ قوت کے ساتھ قتال نہ کر سکو گے اور کافروں سے جہاد موقوف ہو جائے گا۔ اور باہم مختلف ہو جاؤ گے۔"

۱۶:۔ محاصرہ کے زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! آپ تو مسجد نہیں جا سکتے انہی باغیوں میں سے کوئی شخص امام بنتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ نماز اچھا کام ہے، جب لوگوں کو اچھا کام کرتے دیکھو

دیکھو تو ان کیساتھ شریک ہو جایا کرو ہاں برے کاموں میں ان کیساتھ شرکت نہ کرو۔

حضرت عثمانؓ کے فضائل میں چند آیات احادیث

قرآن مجید میں جو آیتیں عموماً صحابہ کرام اور خصوصاً مہاجرین و انصار کی فضیلت میں ہیں ان سب میں حضرت عثمانؓ شامل ہیں۔ کیونکہ آپ مہاجرین میں ہیں اور آیۂ تمکین میں جو یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ مہاجرین میں سے جو شخص بھی خلیفہ ہوگا اس کی خلافت پسندیدہ ہوگی اور زمانہ خلافت میں وہ وہی کام کریگا جو مرضی الٰہی ہوگا۔ نیز آیت اظہار دین جس میں فتح فارس و روم کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا ہے۔ اور اس آیت سے حضرت فاروق اعظمؓ کی فضیلت ثابت ہوئی کہ ان کے ہاتھ پر مقصد بعثت پورا ہوا۔ حضرت عثمانؓ کا بھی حصہ اس فضیلت میں ہے کیونکہ فتح فارس و روم کا تکملہ انہی کے ہاتھ پر ہوا۔ آیات خلافت کی تفسیر میں جو رسالے اس حقیر نے لکھے ہیں ان کا مطالعہ اس باب میں کافی ہے۔

احادیث

(۱) عن عائشہ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثمان الا استحی من رجل یستحی منہ الملائکۃ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

(۲) عن طلحۃ بن عبید اللہؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیق و رفیقی فی الجنۃ عثمان

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہے (رواہ الترمذی)

(۳) عن عبدالرحمٰن بن سمرہ رضؓ قال جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالف دینار فی کمہ حین جہز جیش العسرۃ فنثرھا فی حجرہ فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقلبھا فی حجرہ ویقول ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین (رواہ احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہزار اشرفیاں اپنی آستین میں رکھ کر لائے جس وقت آپ غزوہ تبوک کا سامان کر رہے تھے اور آپ کی گود میں ڈال دیں پس میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان اشرفیوں کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے کہ عثمان کو اب کچھ نقصان نہیں ہو سکتا آج کے بعد جو چاہیں کریں دو مرتبہ یہی فرمایا۔

(۴) عن انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا وابوبکر و عمر و عثمان فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان

(رواہ البخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ تھے پہاڑ ہلنے لگا تو آپؐ نے اپنے پاؤں سے اس کو اشارہ کیا کہ اے احد ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری)

ف ۔ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے ، ایک مرتبہ کوہ ثبیرہ پر بھی ایسا ہی ہوا اور اسوقت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا۔

(۵) عن ابی موسیٰ الاشعری رضؓ قال کنت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی حائط من حیطان المدینۃ فجاء رجل فاستفتح فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتح لہٗ وبشرہٗ بالجنۃ ففتحت لہ فاذا ابوبکر فبشرتہ بما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ ثم جاء رجل فاستفتح فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتح لہٗ فاذا عمر فاخبرتہ بما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ ثم استفتح رجل فقال لی افتح لہٗ وبشرہ بالجنۃ علی بلوی تصیبہ فاذا عثمان فاخبرتہ بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ ثم قال اللھم صبرا واللہ المستعان

(متفق علیہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں آیا تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھولدو اور اسکو جنت کی خوشخبری سنادو چنانچہ میں نے دروازہ کھول دیا اور دیکھا تو وہ ابوبکر تھے۔ میں نے ان کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خوشخبری سنادی انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھولدو اور اس کو جنت کی خوشخبری سنادو چنانچہ میں نے کھولدیا اور دیکھا تو وہ عمر تھے میں نے ان کو بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خوشخبری سنادی۔ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر ایک اور شخص آیا اس نے دروازہ کھلوایا آپ نے فرمایا کہ کھولدو اور اس کو بھی جنت کی خوشخبری سنا دو مع ایک مصیبت کے جو ان کو پہنچے گی وہ عثمان تھے میں نے ان کو بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خوشخبری سنادی انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر کہا کہ اللہ میری مدد کرے۔ (بخاری ومسلم)

(۱۶) عن جابرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اری اللیلۃ رجل صالح کان ابوبکر نیط برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ونیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قلنا اما الرجل الصالح فرسول صلے اللہ علیہ وسلم واما نوط بعضہم ببعض فہم ولاۃ الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم (رواہ ابو داؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو ایک نیک شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ گویا ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لٹکائے گئے ہیں اور عمر ابوبکر کے دامن سے اور عثمان عمر کے دامن سے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے آپس میں کہا کہ وہ نیک شخص جس کو خواب میں دکھایا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ایک کا دوسرے سے لٹکنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس دین کے حاکم ہوں گے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ (ابو داؤد)

ف۔ یہ تعبیر خواب کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں صحابہ کرام کی زبانوں پر تھی لہٰذا اگر پسندیدۂ خدا نہ ہوتی تو ضرور وحی کے ذریعے سے اس کی اصلاح کی جاتی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان تینوں کی خلافت پہلے سے مقرر تھی اور معلوم تھی۔

(۱۷) عن انسؓ قال لما امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ببیعۃ الرضوان کان عثمانؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی مکۃ فبایع الناس فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمانؓ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر گئے ہوئے تھے لوگوں نے بیعت شروع کر دی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو بھی اس بیعت میں شریک کرنا

رسولہ تضرب باحدی یدیہ۔
علی الاخری فکانت ید رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرا من
ایدیھم لانفسھم (رواہ الترمذی)

ضروری ہے۔ پھر آپ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پہ مارا
اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی ہے پس رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کا ہاتھ جو عثمان کی طرف سے بیعت کے لئے تھا
وہ لوگوں کے ہاتھ سے جو اپنے لئے تھے بہتر تھا۔

(۸) عن ابی بکرۃ رض ان رجلا قال
لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
رأیت کان میزانًا نزل من السماءِ
فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت
ووزن ابوبکر و عمر فرجح ابوبکر
ووزن عمر وعثمان فرجح عمر
ثم رفع المیزان فاساء لھا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی
فساءہ ذالک فقال خلافۃ نبوۃ
ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء۔

حضرت ابوبکرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے خواب
میں دیکھا کہ گویا ترازو آسمان سے اتری اور آپ اور
ابوبکر تولے گئے تو آپ کا وزن زیادہ رہا اور ابوبکر عمر
تولے گئے تو ابوبکر کا وزن زیادہ رہا اور عمر و عثمان
تولے گئے تو عمر کا وزن زیادہ رہا۔ پھر وہ ترازو
اٹھالی گئی۔ اس خواب کو سن کر رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ یہ خلافت
نبوت ہے اور اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا
بادشاہت دے گا۔ (ابوداؤد)

ف۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت نبوت حضرت عثمان پر ختم ہوگئی اور آیات قرآنیہ خصوصاً آیۃ تمکین نیز اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاجرین میں سے جو بھی خلیفہ ہوگا اس کی خلافت خلافت راشدہ ہوگی، لہذا معلوم ہوا کہ خلافت نبوت حضرت عثمان پر ختم ہوگئی۔ اور یہ خلافت راشدہ کی آخری قسم ہے جس کو حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کی اصطلاح میں راشدہ خاصہ کہتے ہیں۔

(۹) عن ابی ذر رض قال کان النبی
صلے اللہ علیہ وسلم جالسًا،

حضرت ابوذر رض کہتے ہیں کہ ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم
تنہا بیٹھے ہوئے تھے کہ میں پہنچا اور آپ کے پاس

وحدهٗ فجئت حتیٰ جلست
الیه فجاء ابوبکر فسلم ثم جآ
عمر ثم جاء عثمان وبین یدی
رسول اللّٰه صلے اللّٰه علیه وسلم سبع
حصیات فوضعهن کفیه فسبّحن حتیٰ
سمعت لهن حنینا کحنین النحل ثم
وضعهن فی ید ابی بکر فسبحن حتیٰ
سمعت لهن حنینا کحنین النحل ثم
وضعهن فخرسن ثم تناولهن
فوضعن فی ید عمر فسبحن حتیٰ
سمعت لهن حنینا کحنین النحل ثم
ضعهن فخرسن ثم تناولهن
فوضعهن فی ید عثمان فسبحن حتیٰ
سمعت لهن حنینا کحنین النحل
ثم وضعهن فخرسن فقال رسول
اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم هذه
خلافة نبوة

(رواه البزار والطبرانی فی الاوسط
والبیهقی)

بیٹھ گیا۔ پھر ابوبکر آئے اور وہ سلام کر کے بیٹھ گئے
پھر عمر آئے پھر عثمان آئے اور رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔
آپ نے ان کو اپنی ہتھیلی پر رکھا تو وہ تسبیح کی گنگناہٹ
سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز، پھر آپ نے ان کو اٹھا
کر ابوبکر کے ہاتھ میں رکھا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں۔
یہاں تک کہ میں نے ان کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہد
کی مکھیوں کی آواز، پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا
تو پھر خاموش ہو گئیں پھر آپ نے ان کو لے کر عمر کے
ہاتھ میں رکھا پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں
نے ان کی تسبیح کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز
پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش
ہو گئیں۔ پھر آپ نے ان کو لے کر عثمان کے ہاتھ میں
رکھا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے
ان کی تسبیح کی آواز سنی پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا
تو وہ خاموش ہو گئیں پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یہ خلافت نبوت ہے بعد میں پھر جس قدر
صحابی بیٹھے ہوئے تھے سب کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے
وہ کنکریاں آپ نے رکھیں مگر کسی کے ہاتھ میں انہوں نے
تسبیح نہ پڑھی۔

(۱۰) عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ ان رجلا
قال یارسول اللہ انی رأیت کان
دلوا ادلی من السماء فجاء ابوبکر
فاخذ بعراقیہا فشرب شربا ضعیفا
ثم جاء عمر فاخذ بعراقیہا فشرب
حتی تضلع ثم جاء عثمان فاخذ
بعراقیہا فشرب حتی تضلع ثم
جاء علی فاخذ بعراقیہا فانتشطت
وانتضح علیہ منہا شیٔ

(ابوداؤد)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے
خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ڈول آسمان سے
لٹکایا گیا پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے اس
کا حلقہ پکڑ کر پانی پیا، مگر کمزور طریقہ سے
پھر عمر آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑ
کر پانی پیا۔ یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گئے۔
پھر عثمان آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑ
کر پانی پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے پھر
علی آئے اور انہوں نے اس کا حلقہ پکڑا
تو وہ ڈول پھٹ گیا اور اس کی چھینٹیں ان
پر پڑیں۔ (ابوداؤد)

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ

نام مبارک آپ کا علی ہے اور لقب اسد اللہ اور حیدر و مرتضیٰ۔ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، نسب آپ کا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے۔ آپ کے والد ابوطالب جن کا نام عبد مناف تھا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بھائی بھائی ہیں۔ والدہ آپ کی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں۔ آپ کے والد تو مشرف باسلام نہیں ہوئے مگر آپ کی والدہ مسلمان بھی ہوئیں اور انہوں نے ہجرت بھی کی۔

بچپن ہی سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بلکہ آپ ہی کی آغوش محبت میں پرورش پائی اور آپ نے ان کے ساتھ بالکل فرزند کی طرح معاملہ کیا اور اپنی دامادی کا شرف بھی ان کو عطا فرمایا۔ جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی بیٹی تھیں آپ کے نکاح میں آئیں۔ اور ان سے آپ کی اولاد ہوئی۔

صحابہ کرام میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ اور اعلیٰ درجہ کے خطیب سمجھے جاتے تھے اور شجاعت و بہادری میں سب سے فائق مانے جاتے ان میں آپ کا مرتبہ بہت نمایاں تھا۔

سنہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت،

کو آپ نے زینت دی اور تین دن کم پانچ سال تخت خلافت پر متمکن رہ کر تاریخ ۱۸ رمضان ۴۰ھ کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھ سے بمقام کوفہ شربت شہادت نوش کیا۔ اور خلافت راشدہ کو دنیا سے رخصت کر گئے۔ کوفہ کے قریب ایک مقام نجف ہے وہاں دفن کئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حالات اسلام و قبل اسلام

آپ قبل بلوغ بچپن میں اسلام لائے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی، بعض کہتے ہیں نو سال کی، بعض کہتے ہیں آٹھ سال کی، بعض اس سے بھی کم بیان کرتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضؓ کے پوتے حسن بن زید فرماتے ہیں کہ اسی کم عمری کے باعث آپ بت پرستی سے محفوظ رہے۔ (تاریخ الخلفاء)

بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خدیجہ رضؓ کے بعد سب سے پہلے آپ ہی اسلام لائے اس کی تحقیق حضرت صدیق رضؓ کے تذکرہ میں گزر چکی۔

ایک مرتبہ آپ کے والد ابوطالب نے آپ کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا اور ان کو دین اسلام کی طرف بلایا تو ابوطالب کہنے لگے کہ اس کام میں کوئی برائی تو نہیں ہے مگر اللہ کی قسم مجھ سے سرین اوپر نہ کئے جاسکیں گے حضرت علیؓ اپنے والد کے اس مقولہ کا ذکر کر کے اکثر ہنسا کرتے تھے۔

آپ کا قد مبارک پست تھا، جسم فربہ تھا، پیٹ بڑا تھا اور داڑھی بہت بڑی تھی کہ پورا سینہ اس کے نیچے بند تھا اور بالکل سفید، رنگ گندمی تھا۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ان کے بعد پھر اور نکاح کئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے اور صاحبزادیاں آپ کی تھیں۔ حسن، حسین، زینب کبریٰ، ام کلثوم کبریٰ اور دوسری ازواج سے حسب ذیل اولاد تھی —— حضرت عباس، جعفر، عبداللہ، عثمان، عبید اللہ، ابوبکر، محمد الاصغر، یحییٰ، عمر، رقیہ، محمد الاوسط، محمد الاکبر (یہی محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں)، ام الحسن، رملۃ الکبریٰ، ام کلثوم صغریٰ، ام ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملۃ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ ام الکرام، ام سلمہ ام جعفر، جمانہ، نقیسہ۔ ان تمام اولاد میں نسب صرف حضرات حسنین اور محمد الاکبر اور عباس اور عمر سے چلا اور کسی سے نہیں چلا۔ نہایت زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے ہر امر میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے حریص تھے۔ مزاج مبارک میں خوش طبعی بہت تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ آپ کے فضائل میں اس کثرت کے ساتھ روایات ہیں کہ کسی صحابی کے متعلق یہ کثرت نہیں ہے۔ (تاریخ الخلفاء) اس کثرت کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مخالفین بہت تھے۔ ان مخالفین میں بعض تو خاص امور میں آپ کو خطا پر سمجھتے تھے اور آپ کے فضائل و سوابق اسلامیہ کے منکر نہ تھے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ، اور بعض لوگ آپ کے فضائل کے کیا معنی آپ کے اسلام ہی کا انکار کرتے تھے۔ جیسے خوارج، ان مخالفین کی وجہ سے آپ کے فضائل کی روایات کا چرچا زیادہ ہوا اور بار بار بیان کرنے کی وجہ سے

روایات کی کثرت ہو گئی۔ مگر اس کثرت کے ساتھ ایک چیز قابل افسوس بھی ہے کہ روافض نے اکاذیب و خرافات بھی اس میں اس طرح شامل کر دیئے کہ بوقت تنقید، اس کثرت میں بہت ہی کم روایات پایۂ صحت کو پہنچتی ہیں۔

اب ہم چند فضائل آپ کے بیان کرتے ہیں:

۱۔ بوقت ہجرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر اوڑھا کر اپنے بستر پر لٹا دیا اور کچھ لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں، وہ ان کے حوالے کر دیں کہ واپس کر دینا چنانچہ ایسا ہی آپ نے کیا۔ اور پھر بہت جلد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

۲۔ غزوۂ بدر میں بہت کارہائے نمایاں کئے۔ اور بہت سے کافر آپ کی تلوار سے جہنم واصل ہوئے۔

۳۔ غزوہ احد میں بھی بڑی خدمات جلیلہ انجام دیں۔ اس غزوہ میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی شہرت ہوئی اور آپ کا پتہ میدان جنگ میں نہ ملا اور بعد میں معلوم ہوا کہ آپ فلاں مقام پر ہیں تو جو صحابہ کرام سبقت کر کے آپ کے پاس پہنچے ان میں حضرت علی مرتضےٰ رضؓ بھی تھے۔

۴۔ غزوہ خیبر میں بھی آپ سے بہت پسندیدہ خدمات ظہور میں آئیں اور اسی طرح تمام غزوات میں صرف غزوۂ تبوک میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان کو مدینہ چھوڑ گئے تھے باقی تمام غزوات میں آپ کے ہمراہ رہے۔

۵۔ ۹ھ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضؓ کو امیر حج بنا کر روانہ کیا۔ ان کی روانگی کے بعد سورۂ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ پر آپ نے حضرت علی رضؓ کو مامور کیا۔

۶۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کے غسل دینے کی خدمت آپ ہی کے سپرد ہوئی۔

۷۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر آپ نے عام مجمعوں میں اپنی دلی رضامندی کا اظہار فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ان کو امام نماز بنا گئے تھے تو جس کو آپ نے ہمارے دین کا امام بنا دیا تو ہم کون ہیں کہ دنیاوی معاملات میں اس کو امام نہ سمجھیں۔

۸۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کی وزارت آپ کے سپرد رہی اور آپ نے ان کے ساتھ اپنی حسن عقیدت اور دلی محبت کا اظہار اس اہتمام سے کیا کہ آج روافض ان کی باتوں کی کوئی تاویل نہیں کر سکتے۔

۹۔ اپنے زمانۂ خلافت میں آپ نے خدا جانے کس اہتمام سے اور کتنی بار اس کا اعلان دیا کہ آج اسی سندوں سے آپ کا یہ قول کتب حدیث میں موجود ہے۔
"خیرالامّة بعد نبیّھا ابوبکر ثم عمر" یعنی نبی کے بعد تمام اُمت سے بہتر ابوبکر ہیں پھر عمرؓ" نیز اپنی خلافت میں ایک گشتی فرمان لکھ کر شائع کرایا کہ جو شخص مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہے گا اس کو میں وہ سزا دوں گا جو مفتری کو دی جاتی ہے۔

غرض کہ آپ نے بڑی کوشش اس بات کی کی کہ بدعت رفض کا انتساب آپ کی طرف نہ ہو۔ یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آئندہ چل کر ایک فرقہ روافض کا پیدا ہوگا وہ آپ کی محبت و پیروی کا دعویٰ کریگا اور بہت سی بے دینی کی باتوں کو آپ کی طرف منسوب کرے گا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا۔

۱۰۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب بلوائیوں نے محاصرہ کیا آپ نے سب سے

زیادہ ان کی حمایت و حفاظت میں حصّہ لیا۔ حتیٰ کہ حضرات حسنین رضؓ کو ان کے دروازے پر حفاظت کے لئے مامور کیا اور جب وہ شہید ہو گئے تو بڑا صدمہ آپ کو ہوا اور ان کی تعریف میں بہت بلند کلمات ارشاد فرمائے۔

حضرت علی مرتضےٰ رضؓ کی خلافت

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد دوسرے دن آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی مدینہ میں جس قدر مہاجرین و انصار تھے سب نے آپ کے ہاتھ پر برضا و رغبت بیعت کی۔ حضرات طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ کے سوا ان دونوں نے بلوائیوں کے جبر سے بیعت کی۔ اور بیعت کرنے کے فوراً بعد مکہ چلے گئے۔ شام نے آپ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ جس قدر مہاجرین و انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب نے بلوائیوں کے جبر سے بیعت کی ہے۔

آپ کے عہد خلافت میں کفار سے جہاد بالکل موقوف رہا۔ اور اسلامی فتوحات میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ آپ کا تمام زمانہ خلافت آپس کی لڑائیوں میں صرف ہو گیا۔ تین لڑائیاں آپ کو پیش آئیں:۔

اوّل جنگ جمل، جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور حضرت طلحہ و زبیر رضؓ سے لڑنا پڑا۔

دوم جنگ صفین، جس میں حضرت معاویہ رضؓ اور اہل شام سے مقابلہ ہوا۔

سوم جنگ نہروان جس میں خوارج سے مقابلہ ہوا۔ یہ آپ کی آخری لڑائی تو تمام صحابہ کے نزدیک پسندیدہ تھی اور بعض احادیث میں اس کے متعلق

پیشین گوئی اور پسندیدگی کے کلمات بھی وارد ہوئے ہیں مگر جنگ جمل وصفین کو اکثر صحابہ نے ناپسند کیا اور بہت سے محتاط لوگ ان لڑائیوں سے کنارہ کش رہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب حضرت علیؓ نے اپنی رفاقت کے لئے بلایا اور ان کے والد سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ اے ابوالحسن! اللہ کی قسم! اگر آپ اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کو کہیں تو میں تیار ہوں، لیکن آپ یہ جانیں کہ کسی لاالہ الااللہ کہنے والے پر تلوار اٹھاؤں تو یہ مجھ سے نہ ہوگا ایسا ہی اور صحابہ کرام نے کیا۔ نہ ادھر تھے نہ اُدھر تھے۔ اس جماعت کو قاعدین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

جنگ صفین کے بعد حضرت علی مرتضٰے کے قبضہ سے تمام ملک نکل گیا۔ حتیٰ کہ آخر میں سوائے کوفہ اور مضافات کوفہ کے آپ کے پاس کچھ نہیں رہ گیا۔

جنگ جمل وصفین کے بعض حالات حسب وعدہ لکھے جاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ ان لڑائیوں کو جو لوگ صحابہ کرام کی بدگوئی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ وہ کس قدر گمراہی میں مبتلا ہیں۔

جنگِ جمل

یہ لڑائی جمادی الاخریٰ ۳۶ھ میں ہوئی۔ اس لڑائی کے قصہ میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی گئی ہے اور بہت جھوٹ ملایا گیا ہے صحیح واقعہ جو صاحب سیف مسلول نے بحوالۂ تاریخ قرطبی بیان کیا ہے یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ جب بلوائیوں کے جبر سے حضرت علی مرتضیٰ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تو فوراً مدینہ سے چل دیئے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اس سال حج کو گئی ہوئی تھیں اور اس وقت تک مکہ میں تھیں۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے سارا واقعہ جا کر ان سے بیان کیا کہ حضرت عثمان شہید ہو گئے اور بلوائیوں نے لوگوں پر جبر کر کے حضرت علیؓ کے ہاتھ بیعت کرائی ہے۔ اور اس وقت مدینہ میں سخت فتنہ برپا ہے۔ آپ ام المومنین ہیں، آپ کی پناہ میں ہم کو امن ملے گا۔ آپ ایسی کوشش کیجئے کہ یہ فساد کسی طرح دفع ہو۔ حضرت علیؓ مصلحت اس میں سمجھتے ہیں کہ قاتلان عثمان سے قصاص لینے میں سکوت چاہیئے حالانکہ اس سکوت سے بلوائیوں کا زور بڑھتا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ان جھگڑوں میں پڑنے سے انکار کیا۔ حضرت طلحہ و زبیر نے قرآن مجید کی وہ آیت پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کا حکم دیا ہے بالآخر حضرت عائشہؓ ان کی رائے سے متفق ہو گئیں اور یہ مشورہ طے پایا کہ جب تک ان بلوائیوں کا زور کم نہ ہو مدینہ نہ جانا چاہیئے بلکہ عرب سے باہر کا کوئی گوشۂ عافیت تجویز کرنا چاہیئے اور کسی تدبیر سے علیؓ کو ان مفسدوں کے گروہ سے جدا کر کے اپنے

ساتھ لے لینا چاہیئے۔ پھر تمام کام بن جائے گا۔ حضرت عثمانؓ کا قصاص بھی لے لیا جائے گا اور ان مفسدوں کی گوشمالی بھی ہو جائے گی۔ چنانچہ اسی تجویز کے مطابق یہ لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے بلوائیوں نے یہ قصہ حضرت علی کے سامنے بہت رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا اور ان کو یہ سمجھایا کہ یہ لوگ آپ کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہیں اور جو اصلی نیت ان لوگوں کی تھی اس کا علم بھی حضرت علی کو نہ ہونے دیا۔ حضرت علی بھی بجانب بصرہ روانہ ہوئے حضرات حسنینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ اور عبداللہ اور عباس اس فوج کشی کے مخالف تھے مگر ان کی کچھ نہ چلی۔ جب حضرت علی کی فوج بصرہ کے قریب پہنچ گئی تو آپ نے حضرت قعقاع صحابی کو قاصد بنا کر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت قعقاع اولاً ام المومنین سے ملے۔ انہوں نے صاف فرما دیا کہ میرا مقصود صرف اصلاح ہے کسی طرح سے یہ فتنہ و فساد دور ہو۔ اور امن قائم ہو جائے۔ پھر حضرت قعقاع نے حضرت طلحہ و زبیر سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آپ لوگوں نے اصلاح کی کیا صورت تجویز کی ہے۔ ان دونوں نے کہا، حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لئے بغیر امن نہیں ہو سکتا۔ حضرت قعقاع نے کہا کہ یہ مقصود تو بغیر اس کے کہ سب مسلمان متفق نہ ہو جائیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ لوگوں کو چاہیئے کہ حضرت علی سے مل جائیں اور باہم متفق ہو کر اس کی تدبیر کیجئے۔ یہ رائے حضرات طلحہ و زبیرؓ نے بھی پسند کی اور حضرت قعقاع صلح کی خوشخبری لے کر حضرت علی کے پاس گئے وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ تین دن تک باہم نامہ و پیام جاری رہا تیسرے دن باہم یہ بات طے ہوئی کہ صبح کو حضرت علیؓ کی

ملاقات حضرت طلحہ و زبیرؓ کیساتھ ہوا اور طے ہوا کہ ان بلوائیوں میں سے کوئی شخص اس مجلس میں شریک نہ ہونے پائے۔ بلوائیوں کو یہ امر سخت ناگوار ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ اس تنہائی کی ملاقات کے بعد حضرت علی ہمارے قابو سے نکل جائیں گے لہذا ان لوگوں نے یہ تجویز سوچنا شروع کی کہ کوئی ایسی بات کریں کہ یہ صلح ٹوٹ جائے اور ملاقات نہ ہونے پائے۔ عبداللہ بن سبا مشہور منافق و موجد مذہب شیعہ بھی انہی بلوائیوں میں تھا بلکہ وہ سب کا سردار تھا۔ اس نے یہ رائے دی کہ تم آج ہی رات میں لڑائی شروع کر دو اور اس کے بعد حضرت علی کو یہ اطلاع دو کہ اس فریق نے بدعہدی کر کے جنگ شروع کر دی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ان مفسد بلوائیوں نے خود بخود پچھلی رات میں جنگ شروع کر دی۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں یہ شہرت تھی کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے بدعہدی کی اور اس جانب یہ مشہور تھا کہ حضرت علیؓ کی طرف سے بدعہدی ہوئی۔ غرض کہ بڑے معرکے کی جنگ ہوئی دونوں طرف سے تیرہ ہزار مسلمان قتل ہوئے۔

حضرت طلحہؓ و زبیر بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت طلحہؓ تو میدان جنگ میں شہید ہو گئے مگر حضرت زبیرؓ جنگ سے کنارہ کش ہو کر واپس جا رہے تھے، راستے میں ان کو ابن جرموز نے شہید کر دیا۔

ابن جرموز حضرت زبیرؓ کو شہید کر کے با امید انعام حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین مبارک ہو کہ میں نے آپ کے دشمن کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا، کس کو۔ اس نے کہا زبیرؓ کو آپ نے فرمایا میں تجھ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ تو دوزخ میں جائے گا۔ ابن جرموز نے کہا واہ آپ نے خوب انعام دیا۔ آپ نے

فرمایا میں کیا کروں، مجھ سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یا علی بشر قاتل ابن صفیة بالنار، یعنی اے علی! میری پھوپھی صفیہ کے بیٹے کو جو شخص قتل کرے اس کو تم دوزخ کی خوشخبری سنا دینا۔ حضرت زبیرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یہ سن کر ابن جرموز نے خود کشی کرلی حضرت علیؓ نے دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر پڑھی کر دیکھو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ کتنا سچ ہوا (تطہیر الجنان)

اختتام جنگ کے بعد حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور عبداللہ بن عباسؓ میدان جنگ میں مقتولوں کی لاشیں دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک مقام پر پہنچکر امام حسنؓ نے آواز دی یا ابت واللہ فرخ قریش۔ یعنی اے باپ! اللہ کی قسم ایک نوجوان بچہ قریش کا یہاں پڑا ہے حضرت علی نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ محمد بن طلحہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا واللہ کان شابا صالحاً۔ اللہ کی قسم جوان صالح تھا۔ (تطہیر الجنان)

پھر حضرت علیؓ کا گزر حضرت طلحہؓ کی لاش مبارک پر ہوا تو آپ ان کو دیکھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ ابو محمد اس جگہ اس حالت میں پڑے ہیں اور فرمایا کہ اے کاش! میں آج سے تئیس برس پہلے مرگیا ہوتا اور حضرت طلحہ کے ہاتھ لے کر بار بار چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ[۱] ہے جس نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے مصائب کو دفع کیا ہے۔ (تطہیر الجنان)

---

۱ احد کی لڑائی میں ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے نرغہ میں گھر گئے اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہؓ کے سوا دوسرا کوئی نہ تھا چاروں طرف سے تیروں کی بارش تھی اور حضرت طلحہ ان تیروں کو اپنی سپر سے روک رہے تھے یکایک ان کے ہاتھ سے سپر گر گئی تو انہوں نے خیال کیا کہ میں جتنی دیر میں سپر اٹھاؤں گا نہ معلوم کتنے تیر رسول خدا پر آجائیں گے لہٰذا اپنے ہاتھ پر انہوں نے تیر روکنا شروع کئے وہ ہاتھ بالکل شل ہوگیا تھا۔ آخر عمر تک اس نے کام نہیں دیا۔ اسی ہاتھ کو حضرت علی چومتے تھے

حضرت طلحہؓ کا جب آخری وقت تھا تو ایک شخص ان کے پاس سے گزر رہا تھا اس سے انہوں نے دریافت کیا کہ تو کس لشکر کا آدمی ہے؟ اس نے کہا، امیر المومنین کے لشکر کا، اس سے حضرت طلحہؓ نے کہا کہ اچھا ہاتھ لاؤ میں تمہارے ہاتھ پر حضرت علی کے لئے بیعت کر دوں۔ چنانچہ بیعت کے بعد وہ جاں بحق ہو گئے اس شخص نے یہ واقعہ حضرت علیؓ سے آکر بیان کیا، تو آپ نے تکبیر پڑھی اور فرمایا کہ خدا نے طلحہؓ کو جنت میں بغیر میری بیعت کے لے جانا نہ چاہا۔ (ازالۃ الخفاء)

حضرت علیؓ سے اہل جمل کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں، وہ شرک سے تو بھاگتے تھے، کہا گیا کہ پھر کیا وہ منافق تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں، منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں، پوچھا گیا کہ پھر ان کو کیا سمجھیں؟ فرمایا؛ اخواننا بغوا علینا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم سے بغاوت کی تھی۔

جنگِ صفین

جنگ جمل سے فراغت کے بعد ۳۷ھ میں حضرت معاویہؓ سے مقابلہ ہوا یہ لڑائی کئی دن تک رہی اور بڑی سخت خوں ریزی ہوئی۔

اس لڑائی میں حضرت علیؓ کو اپنے ساتھیوں کی سرکشی اور بزدلی سے بہت پریشانی رہی، آخر ایک روز خود میدان جنگ میں تشریف لے گئے حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ علی کو زندہ گرفتار کر لاؤ۔ لوگوں نے کہا زندہ گرفتار ہو کر آنا مشکل ہے البتہ قتل کر کے ہم لا سکتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ ہم علی کو قتل کرنا نہیں چاہتے اس کے بعد اہل شام کی طرف سے قرآن مجید

کے نسخے بلند کئے گئے کہ اے علی، آؤ اس کتاب کی رُو سے ہم تم فیصلہ کرلیں۔ اس کارُ رائی کے ساتھ ہی لڑائی میں حضرت علیؓ کے ساتھ والے تو ہمت ہار ہی چکے تھے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر انہوں نے فوراً تلوار کو نیام میں کرلیا اور یہ طے پایا کہ دُو شخص مقرر کئے جائیں ایک حضرت علیؓ کی طرف سے اور ایک حضرت معاویہؓ کی طرف سے، دونوں مل کر جو فیصلہ کر دیں اس پر فریقین عمل کریں۔ حضرت علیؓ نے اپنی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاص کو حَکَم مقرر کیا، ان دونوں حکموں کا فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف ہوا۔

اس لڑائی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت معاویہؓ حضرت عثمان کا قصاص چاہتے تھے اور حضرت علی فرماتے تھے کہ بلوائیوں کی قوت زیادہ ہے ابھی ان سے قصاص نہیں لیا جاسکتا۔ حضرت معاویہ کہتے تھے کہ آپ ان کے درمیان سے ہٹ جائیے تو میں ابھی ان سے قصاص لے لوں۔ اسی بات میں اس قدر طول ہوا کہ فوج کشی کی نوبت آئی۔ ——— اس لڑائی میں بھی نہ حضرت علیؓ نے اپنے مقابل والوں کی تکفیر و تفسیق کی نہ حضرت معاویہؓ نے، اور یہ بالکل افترا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ پر لعنت کا حکم دیا تھا، اس لڑائی کے واقعات بھی بتلاتے ہیں کہ گویا لڑائی تو ہوئی مگر دلوں میں بغض و عناد نہ تھا اور طبیعتوں میں فساد نہ تھا۔ دو ایک واقعے حسب ذیل ہیں۔

دوران جنگ میں حضرت ابو ہریرہؓ جو حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے تھے روزانہ حضرت معاویہؓ کے دسترخوان پر جاکر کھانا کھاتے تھے، ایک روز ایک شخص نے کہا کہ اے ابو ہریرہؓ! آپ کی عجیب حالت ہے نماز علیؓ کے

پیچھے پڑھتے ہو اور انہی کے ساتھ ہو کر لڑتے ہو، اور کھانا یہاں آکر کھاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ نماز انہی کے پیچھے اچھی ہوتی ہے اور خلیفہ برحق وہی ہیں۔ لہٰذا جہاد بھی انہی کے ساتھ ہو کر اچھا ہے۔ اس لئے نماز وہیں پڑھتا ہوں اور جہاد بھی انہی کے ساتھ ہو کر کرتا ہوں۔ مگر کھانا تمہارے یہاں اچھا ہوتا ہے لہٰذا کھانا تمہارے یہاں آکر کھاتا ہوں حضرت معاویہؓ سنتے اور مسکراتے رہے۔ (تطہیر الجنان)

دوران جنگ میں یہ خبر آئی کہ مضافات روم میں کوئی چھوٹی سی ریاست عیسائیوں کی باقی رہ گئی اس نے دیکھا کہ اس وقت مسلمانوں میں دو فریق ہو گئے ہیں اور آپس میں لڑ رہے ہیں یہ بڑا اچھا موقع ہے کہ مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ اس نے تیاری شروع کی۔ حضرت معاویہؓ نے اس کو فوراً ایک خط بھیجا۔ کہ رومی کتے! تو ہماری آپس کی لڑائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جس وقت تو مدینہ کی طرف رخ کرے گا تو خدا کی قسم علی کے لشکر سے جو پہلا سپاہی تیری سرکوبی کے لئے نکلے گا اس کا نام معاویہ بن سفیان ہو گا۔ اس خط کے پہنچنے پر اس عیسائی کی ہمت پست ہو گئی۔ (تاریخ طبری)

لڑائی کے بعد حضرت علیؓ سے حضرت معاویہؓ کے متعلق اور حضرت معاویہؓ سے حضرت علیؓ کے متعلق اچھے کلمات منقول ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا "اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو برا نہ سمجھو، خدا کی قسم جب وہ نہ رہیں گے تو دنیا میں سخت بدامنی پھیلے گی۔ (ازالۃ الخفاء)

نیز حضرت علیؓ نے ایک گشتی فرمان کے ذریعے سے عام طور پر یہ اعلان کیا کہ اہل شام کا اور ہمارا خدا ایک، نبی ایک، اللہ پر رسولؐ پر قیامت پر ایمان

رکھنے میں نہ وہ ہم سے زیادہ اور نہ ہم اُن سے زیادہ ہمارا اور ان کا معاملہ بالکل ایک ہے اختلاف صرف خون عثمانؓ کا ہے۔ تو اللہ جانتا ہے کہ میں اس خون سے بری ہوں۔ (نہج البلاغہ)

حضرت معاویہ نے ایک خط میں حضرت علیؓ کو لکھا کہ: اما شرفك فی الاسلام وقرابتك من النبی علیہ السلام فلست ادفعہ یعنی آپ کی بزرگی اسلام میں ہے اور آپ کی جو قرابت نبی علیہ السلام سے ہے اس کا منکر نہیں (شرح نہج البلاغہ میثم)

حضرت علیؓ کی شہادت

آپ کی شہادت کی خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے دے دی تھی چنانچہ ایک روز آپؐ نے خود حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علی! اگلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ تھا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے اور پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تمہاری داڑھی کو تمہارے سر کے خون سے رنگین کرے گا۔

واقعہ آپ کی شہادت کا یوں ہوا کہ جنگ نہروان کے بعد تین خارجی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ، عمرو بن بکیر اور ان تینوں میں باہم یہ معاہدہ ہوا کہ ان تین شخصوں کو قتل کر دینا چاہیے۔ علی ابن ابی طالب کو معاویہ بن ابی سفیان کو اور عمرو بن عاص کو تاکہ خدا کے بندوں کو ان کے مظالم سے نجات مل جائے۔ ابن ملجم نے کہا میں علی کا کام اپنے

ذمہ لیتا ہوں۔ برک نے حضرت معاویہؓ کے قتل کا ذمہ لیا اور عمر بن بکیر نے حضرت عمرو بن عاص کا۔ اور سب نے یہ بھی طے کیا کہ تینوں شخص اپنا کام ایک ہی تاریخ میں کریں گے۔ یعنی گیارہویں رمضان کو یا سترہویں رمضان کو اس معاہدہ کے بعد ابن ملجم تو کوفہ پہنچا اور وہ دونوں ملک شام گئے وہ دونوں تو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے مگر ابن ملجم اپنی مراد شقاوت میں کامیاب ہو گیا۔ حضرت علی مرتضےٰ کی عادت تھی کہ فجر کی نماز کے لئے بہت سویرے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور راستہ میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے ہوئے جاتے تھے۔ اس دن ابن ملجم راستہ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ بس جیسے ہی آپ پہنچے اس نے آپ کی پیشانی مبارک پر تلوار ماری جو دماغ تک پہنچ گئی اور خون سے آپ نہا گئے۔ داڑھی آپ کی خون سے تر ہوگئی۔ حضرت امام حسنؓ فرماتے تھے میں پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا، یکایک مجھے تلوار کی چمک محسوس ہوئی اور امیر المومنین کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے کہ فزت ورب الکعبۃ قسم ہے رب کعبہ کی میری آرزو پوری ہو گئی۔ جس صبح کو یہ واقعہ ہوا اس شب میں آپ نے ایک خواب دیکھا اور امام حسنؓ سے بیان فرمایا کہ آج میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت سے مجھے بہت اذیت پہنچی۔ آپ نے فرمایا تم ان کے لئے اللہ سے بد دعا کرو تو میں نے کہا یا اللہ مجھے ان کے بدلے میں اچھے لوگ عنایت کر اور ان کو میرے بدلے کوئی برا شخص دے۔

اس واقعہ کے بعد چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور ابن ملجم پکڑ لیا گیا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے اپنے سامنے اس کو قتل نہیں ہونے دیا اور فرمایا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو پھر مجھے اختیار رہے گا، چاہوں گا اس کو سزا دوں گا یا معاف کر دوں گا اور اگر میں نہ اچھا ہوا تو پھر یہ کرنا کہ اس نے ایک ضرب ماری تھی تم بھی اس کو ایک ضرب مارنا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن ہوا تھا اور تب یکشنبہ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کے بعد ابن ملجم کو بہت بری طرح قتل کیا گیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اس کی زبان کاٹی گئی۔ اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں کی گئیں، اس کے بعد وہ آگ میں جلا دیا گیا۔

آپ کے مدفن میں اختلاف ہے مگر مشہور قول یہی ہے کہ آپ کا مزار مبارک نجف میں ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے بعض اوصاف

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں ضرار اسدی سے جو حضرت علی رضؓ کے اصحاب میں سے تھے درخواست کی کہ اے ضرار! علی رضؓ کے کچھ اوصاف مجھ سے بیان کرو۔ ضرار نے پہلے تو کچھ عذر کیا اس کے بعد کہا کہ امیر المومنین سنیئے؟

اللہ کی قسم علی مرتضیٰ بڑے طاقتور تھے، فیصلے کی بات کہتے تھے اور انصاف کے ساتھ حکم دیتے تھے۔ علم ان کے اطراف و جوانب سے بہتا تھا۔ اور حکمت ان کے گرد ٹپکتی تھی دنیا سے اور اس کی تازگی سے متوحش ہوتے تھے اور رات کی تنہائیوں اور وحشتوں سے انس حاصل کرتے تھے۔ روتے بہت تھے اور فکر میں بہت رہتے تھے لباس ان کو وہی پسند تھا جو کم قیمت ہو اور

کھانا وہی مرغوب تھا جو ادنیٰ درجے کا ہو، ہمارے درمیان میں بالکل مساویانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ہم کچھ جب پوچھتے تھے تو جواب دیتے تھے اور باوجودیکہ ہم ان کے مقرب تھے مگر ان کی ہیبت کے سبب سے ان سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے اور مساکین کو اپنے پاس بٹھلاتے تھے۔ کبھی کوئی طاقت ور اپنی طاقت کی وجہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی امید نہ کر سکتا تھا۔ اور کبھی کوئی کمزور ان کے انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم میں نے ان کو بعض اوقات دیکھا کہ جب رات ختم ہونے کو ہوتی تھی تو اپنی داڑھی پکڑ کر اس طرح بیقرار ہوتے تھے جیسے کوئی مار گزیدہ بے چین ہوتا ہے اور بہت دردناک آواز میں روتے تھے اور فرماتے تھے" اے دنیا میرے سوا کسی اور کو فریب دے آ میرے سامنے کیوں آتی ہے مجھے کیوں شوق دلاتی ہے یہ بہت دور ہے میں نے تجھ کو تین طلاق بائنہ دی ہیں جن میں رجوع نہیں ہو سکتا تیری عمر کم ہے اور تیری قدر و منزلت بہت ہے آہ زاد راہ کم ہے اور سفر لمبا ہے راستہ وحشت ناک ہے۔"

یہ سن کر حضرت معاویہؓ رونے لگے کہ " اللہ کی رحمت نازل ہو ابوالحسن پر۔ اللہ کی قسم وہ ایسے ہی تھے" اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے ضرار سے پوچھا تم کو علی کی شہادت سے کیسا رنج ہوا؟ ضرار نے کہا کہ جیسے کسی ماں کا ایک ہی فرزند ہو اور وہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

آپ کے زہد اور جفاکشی اور تنگی معیشت کے عجیب عجیب حالات ہیں جن کو دیکھ کر رونا آتا ہے اور دنیا سے دل سرد ہوتا ہے۔

ذہن آپ کا نہایت تیز تھا فیصلہ نہایت عمدہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت میں قاضی بننے کی قابلیت علیؓ میں سب سے زیادہ ہے۔ آپ کے نہایت عجیب و غریب فیصلے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اور شیخینؓ کے زمانہ کے منقول ہیں اور ایک بڑا ذخیرہ ان کا ازالۃ الخفاء میں بھی ہے آپ سے کرامات و خوارق عادات کا ظہور ہوا ہے، معارف توحید کے بیان میں بھی آپ نہایت ممتاز مرتبہ رکھتے تھے۔ حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے طبقہ میں ان معارف کا بیان سب سے پہلے آپ ہی نے کیا لیکن آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ سنت انبیاء کے مطابق ہے بعد میں جاہل صوفیوں نے ان باتوں کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ تصوف میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ یوں تو تزکیہ باطن تمام صحابہ کرام کو حاصل تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قرآن مجید میں و یزکیھم ارشاد ہوئی ہے مگر ہر ایک کے موافق اپنی اپنی استعداد کے باہم فرق مراتب تھا۔ حضرت علی مرتضےؓ اس صفت میں ایسی فوقیت رکھتے تھے کہ حضرات شیخینؓ کے بعد اس صفت میں آپ کا درجہ قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کے بعض کلمات طیبات

ا۔ فرماتے تھے کہ بندے کو چاہیئے کہ سوا اپنے رب کے کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہوں کے سوا کسی چیز کا خوف نہ کرے۔

۲۔ فرماتے تھے کہ جو کسی بات کو نہ جانتا ہو اس کو سیکھنے میں شرم نہ کرنی چاہیئے

ور جب کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے جس کا اسے علم نہ ہو تو اس کو بے تکلّف
کہہ دینا چاہیئے کہ اللہ اعلم۔

۳۔ فرماتے تھے کہ مبارک ہو اس بندے کو جو گمنام ہو اور وہ لوگوں کو جانتا
ہو مگر لوگ اس کو نہ جانتے ہوں۔ اور اللہ کی رضامندی اس کو حاصل ہو۔ ایسے
ہی لوگ ہدایت کے چراغ ہیں ان کی برکت سے تاریک فتنے دور ہوتے ہیں۔
للہ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرنیوالے
ور کسی کی بدگوئی کرنے والے نہیں ہوتے اور نہ بے مروّت ریاکار ہوتے ہیں۔

۴۔ ایک روز آپ قبرستان میں بیٹھے تھے کسی نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ
یہاں کیوں بیٹھے ہیں تو فرمایا کہ میں ان لوگوں کو بہت اچھا ہمنشین پاتا ہوں کسی کی
بدگوئی نہیں کرتے اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔

۵۔ فرماتے تھے کہ لوگ سوئے ہیں جب مریں گے اس وقت بیدار ہوں گے۔

۶۔ فرماتے تھے کہ اگر عالم غیب کے پردے ہٹا دیئے جائیں تو میرے یقین
میں زیادتی نہ ہوگی۔

۷۔ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔
(عجب صوفیانہ کلمہ ہے)

۸۔ فرماتے تھے کہ ہر انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

۹۔ فرماتے تھے کہ جس کی زبان شیریں ہوگی اس کے بھائی بہت ہوں گے۔

۱۰۔ فرماتے تھے کہ اس شخص کو نہ دیکھو جس کا کلام ہے بلکہ خود کلام کو دیکھو۔

۱۱۔ فرماتے تھے کہ احسان زبان کو قطع کر دیتا ہے

۱۲۔ فرماتے تھے جب دشمن پر تم کو قابو حاصل ہو تو اس قابو پانے کا شکریہ یہ ہے کہ اس کا قصور معاف کر دو۔

۱۳۔ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بات کو دل میں چھپاتا ہے وہ اس کی زبان کی جنبش سے اور اس کی صورت سے ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔

۱۴۔ فرماتے تھے کہ علم ادنیٰ کو اعلےٰ کر دیتا ہے اور جہل اعلےٰ کو ادنیٰ بنا دیتا ہے علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کریگا اور مال کی حفاظت تم کو کرنا پڑے گی

۱۵۔ فرماتے تھے کہ ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچ بولنے سے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ بولو۔

۱۶۔ فرماتے تھے کہ احسان کر کے آزاد کو بھی غلام بنایا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ فرماتے تھے کہ جب تقدیر کا معاملہ آجاتا ہے تو تدبیر رائیگاں ہو جاتی ہے

۱۸۔ فرماتے تھے کہ بخیل جلد فقیر ہو جاتا ہے دنیا میں تو فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں اس کو مالداروں کی طرح حساب دینا پڑے گا۔

۱۹۔ فرمایا کرتے تھے کہ احمق ہمیشہ محتاج رہتا ہے اور عقلمند ہمیشہ غنی رہتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت میں بندھا رہتا ہے۔

۲۰۔ فرماتے تھے طمع کی چکاچوند میں عقل گر جاتی ہے۔

۲۱۔ آخری وصیت میں فرمایا کہ اے لوگو اللہ کی توحید پر قائم رہنا اور کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا۔ اگر یہ دونوں کام تم نے کئے تو ہر برائی تم سے دور رہے گی، توحید اور سنت دو ستون دین کے ہیں اور دو مشعل تابان راہ ہدایت کی ہیں۔

حضرت علیؓ کے فضائل میں آیات و احادیث

قرآن مجید کی جن آیات میں مہاجرین کی تعریف ہے اور ان کا مستحق خلافت ہونا بیان فرمایا گیا ہے ان سب آیات سے آپ کے فضائل ثابت ہوتے ہیں کیونکہ آپ سابقین مہاجرین میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ خصوصیت کیساتھ آپ کی فضیلت کسی آیت سے تاوقتیکہ اس کے ساتھ ضعیف و موضوع روایات نہ ملائی جائیں ثابت نہیں ہوتی۔

احادیث البتہ خاص آپ کے فضائل میں بہت ہیں مگر ان میں صحیح روایات کم ہیں ضعیف و موضوع زیادہ ہیں اس مقام پر صحیح اور حسن روایتوں کو ذکر کرتے ہیں۔

احادیث

(۱) عن سعد بن ابی وقاصؓ قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔ (بخاری و مسلم)	سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میری طرف سے اس مرتبہ پر ہو جس مرتبہ پر ہارون موسٰی کی طرف سے تھے مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (بخاری و مسلم)

(۲) عن زربن حبیش رضؓ قال قال علی رضی اللہ عنہ والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعھد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق (رواہ مسلم)

زربن حبیش رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر، درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (صحیح مسلم)

---

(۳) عن سھل بن سعد رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یرجون ان یعطاھا فقال این علی ابن ابی طالب فقالوا ھو یارسول اللہ یشتکی عینیہ قال فارسلوا الیہ فاتی فبصق رسول اللہ علیہ وسلم فی عینیہ فبرأ حتی

سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کہ کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دونگا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح دے گا وہ شخص اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہوگا پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے سب لوگ اس بات کی امید رکھتے تھے کہ جھنڈا ان کو دیا جائے گا مگر آپؐ نے پوچھا علی ابن طالب کہاں ہیں لوگوں نے کہا ان کی آنکھیں آشوب کی ہوئی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے رسول خدا

كان لم يكن به وجع فاعطاه الراية

(متفق عليه)

صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ اچھے ہو گئے گویا کہ کوئی تکلیف تھی ہی نہیں پھر آپؐ نے ان کو جھنڈا دیا۔

(صحیح مسلم، صحیح بخاری)

(۴) عن عمران بن حصينؓ ان النبي صلے الله عليه وسلم قال ان عليًّا منّي وانا منه وهوَ وليّ كلّ مُؤمن۔ (رواه الترمذي)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ ہر مومن کے محبوب ہیں۔ (ترمذی)

(۵) عن عليؓ قال كنت اذا سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطاني واذا سكتّ ابتدأني

(رواه الترمذي)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا تھا تو مجھے دیتے تھے اور جب میں چپ ہو جاتا تھا تو آپؐ خود کلام کی ابتدا کرتے تھے۔ (ترمذی)

(۶) عن اُمّ عطيّةؓ قالت بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم جيشا فيهم على قالت فسمعت رسول الله صلے الله عليه وسلم وهو رافع يديه يقول اللّهم لا تمتني حتىٰ تريني عليًا

(رواه الترمذي)

حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا جس میں حضرت علیؓ بھی تھے تو میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ یا اللہ مجھے موت نہ دینا جب تک کہ علی کو میں نہ دیکھ لوں۔ (ترمذی)

(۷) عن علیّ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم رحم اللّٰہ ابا بکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الھجرۃ وصحبنی فی الغار واعتق بلالاً من مالہ رحم اللّٰہ عمر یقول الحق وان کان مُراً ترکہ الحق ومالہ من صدیق رحم اللّٰہ عثمان یستحی منہ الملائکۃ رحم اللّٰہ علیاً ۔ اللّٰھم ادر الحق معہ حیث دار (رواہ الترمذی)

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ابوبکر پر رحم کرے انہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور مجھے دار الہجرۃ تک سوار کر کے لائے اور غار میں میری رفاقت کی اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ عمر پر رحم کرے وہ سچ کہتے ہیں اگرچہ تلخ ہو حق نے اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ عثمان پر رحم کرے۔ ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ علی پر رحم کرے اے اللہ حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی پھیریں

(۸) عن عبدالرحمٰن بن عوف ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ابوبکر فی الجنّۃ وعمر فی الجنّۃ وعثمان فی الجنّۃ وعلی فی الجنّۃ وطلحہ فی الجنّۃ وزبیر فی الجنّۃ وعبدالرحمٰن بن عوف فی الجنّۃ وسعد بن ابی وقاص فی الجنّۃ وسعید بن زید فی الجنّۃ وابو عبیدہ بن جراح فی الجنّۃ

(رواہ الترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر جنت میں جائیں گے اور عمر جنت میں جائیں گے اور عثمان جنت میں جائیں گے اور علی جنت میں جائیں گے اور طلحہ جنت میں جائیں گے اور زبیر جنت میں جائیں گے اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں جائیں گے اور سعد بن ابی وقاص جنت میں جائیں گے۔ اور سعید بن زید جنت میں جائیں گے اور عبیدہ بن جراح جنت میں جائیں گے۔ (ترمذی)

(۹) عن علیؓ قال قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیک مثل من عیسٰی ابغضتہ الیہود حتی بھتوا امہ واحبتہ النصارٰی حتی انزلوہ بالمنزلۃ الذی لیست لہ ثم قال یھلک فی رجلان محب مفرط یقرظنی بما لیس فی ومبغض یحملہ شنآنی علی ان یبھتنی (رواہ احمد)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم میں کچھ مشابہت عیسٰیؑ کی ہے ان سے یہودیوں نے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا اور انصاری نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مرتبہ پر پہنچایا جس پر وہ نہ تھے پھر علیؓ نے فرمایا کہ میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہوں گے ایک محبت میں غلو کرنے والا جو میری ایسی تعریف کریگا کہ مجھ میں نہیں ہے اور دوسرا بغض رکھنے والا کہ میری عداوت اس کو میرے اوپر بہتان لگانے پر آمادہ کریگی۔ (مسند امام احمد)

ف: یہ قول حضرت علی مرتضٰیؓ کا کہ میرے متعلق دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک وہ جو میری محبت میں غلو کریگا دوسرا وہ جو مجھ سے بغض رکھے گا۔ بہت سند دل کیساتھ منقول ہے حتیٰ کہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہے، نہج البلاغہ میں کئی مقام پر یہ قول بعبارت مختلفہ مذکور ہے۔ ایک مقام پر یہ بھی ہے کہ میرے متعلق جو متوسطہ گروہ کا عقیدہ ہے وہی اچھا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ سواد اعظم یعنی اسلام کی بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ اس قول سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کا جو اعتقاد آپکے متعلق ہے وہی حق ہے کیونکہ یہی درمیانی گروہ بھی ہے اور خوارج وروافض دونوں ہلاک ہوتے رہے ہیں۔ خوارج نے ان سے عداوت کی یہاں تک کہ ان کے ایمان کا انکار کر دیا اور روافض نے ان کی شان میں غلو کیا کہ ان کے ایک فرقہ نے ان کو خدا مان لیا اور کم سے کم غلو جس فرقہ میں ہے وہ اثنا عشریوں کا فرقہ ہے مگر اس کی بھی یہ حالت ہے کہ وہ آپ کو ہر صفت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا

مثل مانتا ہے اور در پردہ ختم نبوۃ کا منکر ہے اور دوسرے انبیاء سے آپ کو افضل سمجھتا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے آپ کی مشابہت یہاں تک ہے کہ جس طرح حضرت عیسٰیؑ کے دشمنوں کا گروہ پہلے پیدا ہوا اور ان کی محبت میں غلو کرنے والے بعد میں نمایاں ہوئے اسی طرح حضرت علیؓ کے دشمن یعنی خوارج پہلے پیدا ہوئے اور ان کے بعد روافض کا وجود ہوا۔ اور جو نسبت یہود و نصاریٰ میں ہے بالکل وہی نسبت خوارج و روافض میں ہے یعنی جس طرح یہود ایک سچے کا انکار کر رہے ہیں اور روافض شرک میں گرفتار ہیں۔ بعض شرک فی الالوہیت میں اور بعض شرک فی النبوۃ میں، اور جس طرح اہل اسلام یہود و نصاریٰ کے وسط میں ہیں اور بالکل اسی طرح اہل سنت، خوارج و روافض کے درمیان میں ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

(۱۰) عن عمرؓ قال ما احد احق بهذا الامر من هؤلاء النفر الذين توفي رسول الله صلے الله عليه وسلم وهو عنهم راض فسمّى عليًا، عثمان والزبير و طلحه و سعد و عبد الرحمٰن (رواه البخاری)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا خلافت کا حقدار ان لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں ہے جن سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی تھے پھر آپ نے حضرت علیؓ اور عثمانؓ، اور زبیرؓ اور طلحہؓ اور سعدؓ اور عبد الرحمٰنؓ کا نام لیا (صحیح بخاری)

ف: مقصود یہ ہے کہ ان چھ حضرات کو علاوہ قابلیت کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کی دولت بھی حاصل ہے دوسروں سے اس کی نفی مقصود نہیں۔

خاتمۃ الکتاب

مؤلف کے چند معروضات

۱۔ اس کتاب میں جس قدر مضامین لکھے گئے ہیں۔ سب حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ازالۃ الخفاء سے لئے گئے ہیں اور اگر کوئی مضمون کسی اور کتاب سے لیا گیا ہے تو وہاں اس کتاب کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

۲۔ اس کتاب کا مقصود صرف یہ ہے کہ ہمارے ناواقف بھائیوں کو اپنے بزرگانِ دین کے حالات سے ضروری واقفیت حاصل ہوجائے تمام حالات کا استیعاب مقصود نہیں، اور اسی وجہ سے مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات کی طرف توجہ نہیں کی گئی، مگر اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جن کی تعریف قرآنِ مجید سے ثابت ہو ان پر کسی روایت کے ذریعے سے اعتراض کرنا کہاں تک درست ہوسکتا ہے اور ان اعتراضات کے کرنیوالے کس حد تک مسلمان کہے جاسکتے ہیں

۳۔ بعض علمائے کرام نے خلفائے راشدین میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے بعد حضرت امام حسنؓ اور ان کے بعد حضرت معاویہؓ کا نام اضافہ کیا ہے مگر میں نے باتباع جمہور حضرت علیؓ پر خلافت راشدہ کو اسلئے ختم کر دیا کہ حضرت امام حسنؓ کی خلافت صرف چھ ماہ رہی، پھر انہوں نے خود ہی خلافت کی باگ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں دیدی اور خود بھی ان سے بیعت کرلی، اور حضرت معاویہؓ اگرچہ صحابیٔ رسول ہونے کے سبب سے صاحب فضائل ہیں اور ان کے بعد پھر مسند خلافت کو کوئی صحابی

نصیب نہیں ہوا۔ مگر بایں ہمہ انکو خلفائے راشدین میں شمار کرنا خلاف تحقیق ہے
خلافت راشدہ کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ اوصاف سوائے جماعت
مہاجرین کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے اور حضرت معاویہؓ ان میں نہیں ہیں۔

۴۔ اس کتاب کیساتھ ساتھ ان آیاتِ قرآنیہ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے جو صحابۂ کرام کی مدح وستائش یا خلفائے راشدین کی خلافت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان تمام آیات کی تفسیر اس حقیر نے اس طور پر لکھدی ہے کہ ہر آیت کی تفسیر میں علیحدہ علیحدہ مستقل رسالے ہیں۔

۵۔ بزرگانِ دین خصوصاً صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے تذکروں کے پڑھنے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ان بزرگوں کے اتباع کا ولولہ دل میں پیدا ہو اور ان کی محبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا زینہ بنے۔ اگر کسی کو یہ بات حاصل نہ ہو تو اسکو ان مقدس تذکروں کا پڑھنا بیکار ہے یہ کوئی قصے اور افسانے نہیں جو دلچسپی کی نیت سے پڑھے جائیں یہ عبرت ونصیحت کے سبق ہیں، یہ سونے والونکو جگانے کے لئے تازیانے ہیں۔ کم ازکم مسلمانوں کو ان تذکروں سے اس نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے کہ ہمارے اسلاف کو جو خدا نے یہ عزت دی تھی کہ دنیا کی ساری طاقتیں ان کے سامنے جھک گئیں، دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کی باگ ان کے ہاتھ میں آئی۔ جانور ان کی اطاعت کرتے تھے، پہاڑ اور دریا ان کا حکم مانتے تھے، آج یہ عزت ہم سے کیوں چھین لی گئی۔ جسطرح ہمارے اسلاف کی عزت عروج پر تھی آج ہماری ذلت عروج پر ہے خداوند کریم کا تو ارشاد یوں ہے کہ: ذالک بان اللہ لم یک مغیراً نعمۃ انعمھا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم، یعنی اللہ تعالےٰ کا یہ قانون ہے کہ جب وہ کوئی انعام کسی قوم کو دیتا ہے تو اس انعام کو تبدیل نہیں

کرتا یہاں تک کہ وہ قوم اپنے ذاتی حالات کو بدل دے۔
یقیناً اگر مسلمان اس نتیجہ پر پہنچیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں کہ سلف صالحین کی حالت سے جو تبدیلی ہم میں پیدا ہوئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہم نے دینداری کو چھوڑ دیا دین کی عظمت و محبت ہمارے دلوں میں نہ رہی نیتیں ہماری خراب ہوگئیں۔
ہمارے سلف صالحین جو کام کرتے تھے اس کا مقصود سوا اللہ کی خوشنودی کے کچھ نہ ہوتا تھا وہ دنیا کا کوئی کام کرتے تھے تو اس کے پردے میں دین کی خدمت چھپی ہوتی تھی اور ہم جو کام کرتے ہیں اسکا مقصود سوا حظِ نفس کے کچھ نہیں ہوتا، ہم دین کا بھی کوئی کام کرتے ہیں تو اُسکے پردے میں کوئی دنیاوی غرض ہوتی ہے۔ اگر کاش یہ تنبہ ہم میں پیدا ہو جائے اور ہم اپنے چھوڑے ہوئے اس راستہ پر پھر آجائیں، تو آج خدا کی وہ ساری نعمتیں ہم پر بارش کی طرح برسنے کو تیار ہیں ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں است | خم و خمخانہ با مہر و نشان است

۴۔ قارئین کرام جو اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے صرف یہ التجا ہے کہ اس حقیر مسکین کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ اور اگر کسی مقام پر کوئی خطا و لغزش محسوس ہو تو اس کی اصلاح فرما دیں۔ واللہ عندہٗ اجر عظیم ؀

یا اللہ! اس کتاب کو میرے باقیات صالحات میں سے بنا دے اور چند روزہ زندگی کے جو باقی رہ گئے ہیں وہ اپنی مرضیات میں صرف کرادے

آمین ثم آمین

ھٰذا آخر الکلام فی ھٰذا المقام والحمد للہ رب العٰلمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔